ارمغانِ سلطانی

المعروف

سیرِ گلبرگہ

جس میں

ایک سچا نوٹو تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ہے جسکو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے
حصّے میں شہر گلبرگہ کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں بندہ نواز حضرت مخدوم سرگی
عاشق شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور بخواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز نیز
دیگر اولیائے کرام کی زیارت گاہیں اور انکے سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کر کے مسلسل
طور پر لکھے گئے ہیں جنکی تصدیق خود حضرت سجادگان گلبرگہ نے اپنے خاندانی یادداشت غیر مطبوعہ سے
جو قدیم الایام سے محفوظ چلے آتے ہیں تطبیق کر کے فرمائی ہے اور تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے
مفصل حالات درج ہیں بڑی محنت و جگر کاوی سے مع نقشہ جات وغیرہ

جناب مولوی محمد سلطان صاحب ناظم [illegible]

مصنف گنجینۂ سلطانی مفتی دکن آئینہ شہید۔ وقائع ورنگل جغرافیہ دکن اردو [illegible] وغیرہ وغیرہ نے

تالیف کی اور

سید عبدالقادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد

نے

[illegible]

ارمغان سلطانی

المعروف

سیر گلبرگہ

(جو)

ایک سچا فوٹو تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ہے جسکو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العرفا حضرت مخدوم بندگی عاشق شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور بہ خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز و دیگر اولیائے کرام کی فیاض زندگی اور ان کے سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں جنکی تصدیق خود معزز سجادگان گلبرگہ نے اپنے خاندانی ملفوظات غیر مطبوعہ سے جو قدیم الایام سے محفوظ چلے آتے ہیں منطبق کرکے فرمائی ہے اور تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں۔

بڑی محنت و جگر کاوی سے مع نقشہجات وغیرہ

جناب مولوی محمد سلطان صاحب وظیفہ یاب سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ

و مصنف گنجینہ معلومات مرقع دکن آئینہ بیدر وقایع ورنگل جغرافیہ دکن اردو دکشن وغیرہ وغیرہ نے

تالیف کی اور

سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن

نے

اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چار مینار حیدرآباد دکن میں چھپوا کر شایع کیا

سنہ ۱۳۴۳ھ

تصدیق

نمبر (۱)

ہذالکتاب ارمغان سلطانی المعروف بہ سیر گلبرگہ جسکو منشی محمد سلطان صاحب میر منشی سررشتہ تعلیمات صوبہ گلبرگہ نے بڑی محنت وجانفشانی سے کتب معتبرہ خاندانی اولیاء اللہ سے منتخب کرکے مرتب کیا ہے ہمارے نظر سے گذری اس میں جسقدر حالات اولیاء اللہ کے درج ہیں انکو ہمنے پڑھا اور بنظر تنقیح دیکھا لہذا تصدیق کیجاتی ہے کہ اس کتاب میں جسقدر حالات ہمارے خاندانی کاملین رحمہم اللہ اجمعین کے درج ہیں وہ بلا شبہ صحیح ہیں فقط مرقوم ۱۴ اسفندار ۱۳۱۱ ف مطابق ۵ شوال المکرم ۱۳۱۹

شرحہ دستخط - سید شاہ ولی اللہ محمد اکبر محمد محمد الحسینی سجادہ روضہ بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ

شرحہ دستخط - غلام محی الدین جنیدی سجادہ روضہ شیخ صاحب قدس سرہ -

شرحہ دستخط - سید صاحب حسینی سجادہ روضہ شیخ برہنہ قدس سرہ

تصدیق

نمبر (۲)

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست ... آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

مشاطہ را بگو کہ برا سباب حسن یار ... چیزے فزون کند کہ تماشہ بما رسید

اس میں شک نہیں کہ مولوی محمد سلطان صاحب میر منشی سررشتہ تعلیمات صوبہ گلبرگہ شریف ملک سرکار عالی نے جو ایسے بزرگ محترم خاندان کے اوس میش بہا حالات کی تصنیف میں اپنا عزیز وقت صرف کیا ہے وہ محض ہمارے پاس قابل قدر ہی نہیں بلکہ سعادت ابدی ونجات دارین کا انہوں نے ایک بڑا وسیلہ پیدا کیا ہے کتاب ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ از ابتدا تا انتہا میری نظر سے گذری - اسمیں شک نہیں کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنی جانفشانی سے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے بعد اضافہ حالات ضروری جسقدر ممکن ہے آپ کی عمدہ الفاظوں میں تصدیق کرتا ہوں کہ ہمارے خاندان متعلقہ کی نسبت جو کچھ اس کتاب میں درج ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے فقط ۷ ار شوال ۱۳۲۰

شرحہ دستخط - ومہر سید شاہ حسین سجادہ روضہ خرد گلبرگہ شریف -

فہرست مضامین کتاب ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ

تیسرا باب

نقشہ جات

حمد و ثنا کے لایق وہی ایک مقدس ذات خداوند جل و علا ہے کہ جس نے نوع انسان کو اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کا خلعت فاخرہ پہنا کر حجلۂ عدم سے منصۂ ظہور پر جلوہ افروز فرمایا اور گویائی کا قدرتی ہار پہنا کر اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کا اُسے خطاب بخشا اور کل مخلوقات پر اُس کی بزرگی اور شرف کو بمصداق وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ثابت کر کے تمام دنیا کی اُسے حکومت بخشی ۔ اور تاج دلفریبی اسکے سر پر رکھا ؎

ملک در سجدۂ آدم زمین بوس تو نیت کرد
که در حسن تو چیزے یافت غیر از طور انسانی

جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَظُمَ شَانُہٗ ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

حَمْدًا لَّکَ یَا مَنْ مُتَجَلِّیْ بِالذَّاتِ
در غیب و شہادت بہ شیونات و صفات

محمود تو در حمد تو لا احصی گفت
ہیہات زبان من و وحدت ہیہات

اور صفت و نعت کے سزاوار وہی ایک ذات مستجمع کمالات محبوب کبریا ہے کہ جس کی رفیع و مقدس شان میں خود قرآن کریم مَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

ناطق ہوچکا ہے۔ سبحان اللہ ایسی مبارک ذات کہ جسکو دونوں جہاں کی سرداری بخشی اور محمد رسول اللہ کی مہر نبوت عطا کرکے کافہ عالم کی طرف عموماً اور نوع انسان و بنی جان کیطرف خصوصاً بغرض تربیت روانہ فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ۵

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس	محمد حامد حمد خدا بس ؎

مخفی نہ رہے کہ ۔ خاکسار راقم ۔ وار غفران **محمد سلطان** باشندۂ خطہ حیدر آباد دکن ۔ صانہا اللہ عن الشر والفتن ابن محمد عبد القادر عرض کرتا ہے کہ حضرات ناظرین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ فن تاریخ کو تمامی طبقات الارض میں کس درجہ وقعت حاصل ہے ۔ کوئی قوم و ملت ایسی نہیں ہے کہ اس فن شریف کو عزیز نہیں رکھتی ہو ۔ اور کیوں نہو کہ وہ اگلی اور پچھلی طرز معاشرت انسانی کی ایسی باعبرت تمثال ہے جسکو دیکھنے کے بعد ہر انسان اپنے اعلیٰ ملکات سے کام لیکر اپنے علمی و عملی طریقوں کو ایک حد معین تک یعنے جس حدتک وہ صلاحیت رکھتا ہو درست کرسکتا ہے اگر انصاف فرمایا جاوے تو در حقیقت ہماری تہذیب نفس اور حسن معاشرت کا یہ ایک ایسا کافی ذخیرہ ہے کہ ہم کو اس سے ہر طرح کی مدد مل سکتی ہے یا یوں کہا جاوے کہ یہ ایک ایسا لائق استاد ہے کہ جس سے ہم ہر طرح کا سبق پڑھ سکتے ہیں ۔ اس کے بعد میں اس امر کے عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ بدو شعور سے مجھے تاریخ بینی کا شوق دامنگیر رہا ۔ لیکن میری چھوٹی معاشرت میں اتنی فرصت کہاں کہ میں اپنے شوق کو پورا کرسکتا ۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے دلی جوش اور ولولہ نے کچھ ایک اپنا رنگ دکھا کر ہی چھوڑا ۔ جو مجھے اس کتاب کی تالیف کی طرف متوجہ کردیا ۔ الحاصل میرے آبا و اجداد جو سیفی اور قلمی معزز عہدوں پر رہ چکے ہیں ان کی پیروی نے مجھے اولاً اس بات پر مجبور کیا کہ میں انگریزی زبان سیکھوں ۔

الحمد للہ ۔ اس میں مجھے بہت کچھ کامیابی ہوئی ۔ امتحان مٹریکولیشن پاس

ہوتے ہی سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اور حسن اتفاق سے گلبرگہ شریف میں میرا تقرر ہوا۔ اور ساتھ ہی اس کے یہاں کے تاریخی حالات معلوم کرنے کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ جس کا اثر پہلے ہی سے دل میں جوش مار رہا تھا۔ چونکہ یہاں ایک جلیل القدر بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ آرمیدہ ہیں۔ و نیز یہ مقام سلاطین بہمنیہ کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ اس لئے مجھے یقین کامل تھا کہ میں یہاں کے مقامی حالات کو پورے طور پر معلوم کرسکونگا۔ خصوصاً خواجہ صاحب قدس سرہ کے حسن ورود سے لیکر آپ کی وفات تک جو کچھ آپ کے محامد و محاسن ہیں نہایت آسانی کے ساتھ مجھے ملجائینگے۔ لیکن دقت یہ پیش ہوئی کہ یہاں کے سلاطین بہمنیہ کے حالات تو دوسری تواریخ کی مدد سے کسیقدر مجھے مل گئے مگر خواجہ صاحبؒ کے سچے حالات کا معلوم کرنا سخت دشوار اور قریب بہ محال کے ہوگیا۔ تاہم میں نے ہمت نہ ہاری اور اس مواد کے فراہمی کی طرف پوری کوشش کرنی شروع کی۔ مجھے زیادہ تر جو دقتیں کہ لاحق ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے اکثر ملفوظات تلف ہوچکے اور جو خال خال کسی کے پاس رہ گئے تھے تو وہ لوگ اس کے دینے میں سخت دریغ کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اُن سے روابط بڑھائے اور اُن کو ہر طرح سے اطمینان دلایا کہ اگر کچھ بزرگانِ دین کے ملفوظات اور ان کے سچے حالات سے مجھے مدد دیجائیگی تو میں ان مبارک کتابوں کو نصب العین کرکے پھر واپس کردونگا۔ لیکن مجھے اس میں بھی بہت کم کامیابی حاصل ہوئی۔ جن لوگوں نے ازراہِ عنایت کچھ نسخے عنایت کئے۔ ایسی جلدی اون کی واپسی میں کی کہ کوئی نسخہ دو چار روز سے زیادہ میرے پاس نہیں رہسکا اور جسقدر نسخے ملے عموماً کاتب کی کم توجہی یا یوں کہا جائے کہ کم لیاقتی کی وجہ سے اسقدر غلط تھے کہ ان سے مطلب براری دشوار تھی۔ صرف انہی بزرگان دین کی باطنی تائید سمجھنی چاہئے کہ اسقدر بھی مجھے اپنے خیال میں کامیابی حاصل ہوئی اور میں ایک سچا ذخیرہ پیدا کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے پر قادر ہوگیا۔

میں اخیر میں اور اسقدر رکھنے پر مجبور ہوں کہ یہاں کے بزرگان دین کے سچے حالات اس اہتمام و جگرکاوی کے ساتھ کسی نے جمع کر کے طبع نہیں کرائے ہیں اس کی تالیف میں جسقدر دقتیں میں نے اٹھائی ہیں وہ میرا دل ہی جانتا ہے پس اس بنا پر میں امید کر سکتا ہوں کہ ناظرین اس کی قدر فرمائینگے اور میری محنت کی داد دیں گے۔ اور میں یہ بھی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں کوئی اہل زبان نہیں ہوں اور نہ مجھے کوئی تالیف و تصنیف کا دعویٰ ہے۔ صرف شوق دریافت و اظہار حالات بزرگان دین و شاہان سلف وغیرہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا اور اس کتاب کی ترتیب اپنی کچھ مچ زبان میں تاریخ کی صورت بخشی۔

جن کتب سے اس کتاب کی تیاری میں مدد لی گئی ان کے نام بھی ذیل میں بتائے جاتے ہیں سیر محمدی۔ تبصرۃ الخوارقات۔ تذکرۃ الملوک۔ تاریخ حسینی۔ سیر مخدومی۔ تاریخ رشید الدین خانی و خورشید جاہی۔ تاریخ فرشتہ۔ تاریخ ہند مولوی ذکاء اللہ۔ مرۃ الاسرار۔ گلدستۂ موجودات۔ جوامع الکلم۔ خاتمہ شریف وغیرہ۔

میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ جسقدر نسخے اس کتاب کے طبع ہوئے تھے وہ سب کے سب فروخت ہو گئے اور ہنوز انکا مطالبہ جاری ہے۔ لہذا بعد نظر ثانی کسیقدر ترمیم و اضافہ کے ساتھ یہ کتاب اب مکرر طبع کرائی گئی ہے۔ چونکہ پہلے اڈیشن کے بعد بزمانہ تعلقداری نواب فرامرز جنگ بہادر مجھے تیاری گزیٹیر گلبرگہ میں مدد دینیکا موقع ملا اس لئے قلعہ گلبرگہ کے متعلق جو مزید حالات دریافت ہوئے انکا اضافہ اس میں کر دیا گیا ہے اور اس کتاب کو زیادہ موثق بنانے کے لئے حضرت سید شاہ حسینی صاحب سجادہ روضۂ خرد ساکن کلیانی کی بھی تصدیق جو بعد ملاحظہ ان کے دست و قلم سے حاصل کی گئی ہے اس کی نقل صفحۂ دوم پر طبع کر دی گئی ہے اور صاحب موصوف نے

دوران ملاحظہ جو اضافہ جات آیندہ طبع میں ضروری سمجھا تھا وہ بھی برموقع شریک کر دئے گئے ہیں ؁

یہ کتاب بعہد میمنت مہد سرآمد رؤسائے ہند اعلیٰ حضرت بندگانعالی حضور پر نور آصف جاہ مظفر الممالک۔ نظام الملک۔ نظام الدولہ۔ **نواب میر عثمان علیخاں** بہادر فتح جنگ۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ مرتب ہوئی ہے لہذا مجھے خدا سے امید ہے کہ یہ کتاب عام طور پر مقبول ہوگی **وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْن**

	زانکہ من بندۂ گنہگارم		ہرکہ خواند دعا طمع دارم	

حیدرآباد دکن
۱۲ شوال المکرم ۱۳۴۳؁

خاکسار

محمد سلطان

وظیفہ یاب سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ

حصۂ اوّل

شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات

مقام گلبرگہ | اکثر ہندوستان کی دیسی ریاستوں میں حیدر آباد سب سے بڑی اور اسلامی ریاست ہے۔ یہ ریاست سولہ ضلعوں میں منقسم ہے۔ ان میں سے ایک ضلع گلبرگہ ہے جو ملک کے جنوبی حصہ میں واقع ہے۔ اس ضلع میں شہر گلبرگہ ایک آباد اور تجارتی مقام ضلع کا مستقر اور گریٹ انڈین پنینسولا ریلوے کا اسٹیشن ہے۔

تقسیم آبادی | اس شہر کی آبادی گو اسوقت پینتیس ہزار سے زیادہ ہے مگر چونکہ آبادی گنجان نہیں اور ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں اتنا فصل ہے کہ وہ بجائے خود ایک جدا گانہ مقام معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی اجنبی آدمی اس کی آبادی کو دیکھ کر بادی النظر میں یہ رائے نہیں قایم کرسکتا کہ اس کی آبادی اسقدر زیادہ ہوگی۔ شمالی حصۂ آبادی جو سب سے بڑا ہے دو پوروں مومن پورہ و مخدوم پورہ پر مشتمل ہے۔ شرقی حصہ روضۂ بزرگ کہلاتا ہے۔ شمال مغربی حصہ جو مومن پورہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے شاہ بازار کہلاتا ہے۔ غربی حصہ کا نام بہمنی پورہ ہے جو مومن پورہ اور شاہ بازار سے کسیطرح ایک میل سے کم فاصلہ پر نہیں ہے۔ اسٹیشن بازار کی آبادی جو ریلوے اسٹیشن کے متصل ہے مومن پورہ سے دو میل اور بہمنی پورہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جگت و آصف گنج وغیرہ متفرق چھوٹے محلے ہیں جو مومن پورہ و مخدوم پورہ کے متصل ہیں۔

گلبرگہ کا منظر | گلبرگہ اور اس کے نواحی سرسبز و شاداب نہیں ہیں۔ یہاں ہمیشہ قلت آب کی شکایت رہتی تھی۔ لوگ باولیوں کے پانی پر اپنی گذران کرتے تھے مگر

گلبرگہ سے (۰ ۱) میل کے فاصلہ پر بجانب شمال مغرب ایک وسیع تالاب بنام بہونسگہ واقع ہے اب اسکا پانی نل کے ذریعہ سے شہر میں لاکر قلت آب کی یہ شکایت دور کردیگئی ہے اور چونکہ عمدہ پانی نہ ملنے اور صحت جسمانی کے تفرقے سے ہمیشہ عارضۂ نارو وغیرہ میں لوگ مبتلا رہتے تھے۔ اب نفیس پانی کے دستیاب ہونے پر اس بلا سے نجات پاچکے ہیں علاوہ ازیں شہر کی آبادی اور سرسبزی میں بھی ترقی ہورہی ہے۔ گلبرگہ کالی مٹی کی زمین آباد ہے۔ اس میں جوار بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں باغات بہت کم ہیں۔ ایک سرکاری باغ محبوب گلشن، اسٹیشن کے راستہ پر واقع ہے جو ایک تفریح کا مقام ہے۔ یہاں کے موزے، اگربتی اور سرکا مصالحہ فرماشی اور مشہور اشیا ہیں۔

قلعہ گلبرگہ شہر گلبرگہ پہلے ہندو راجاؤں کی راجدھانی (دار الخلافہ) تھا۔ اسکی آبادی کی بنا، دو ہزار سال سے بھی زائد عرصہ گذرا راجہ گلچند رائے کرناٹک نے ڈالی تھی۔ اسوقت اس کا نام کلبرگہ قرار پایا تھا مگر تبدیل زمانہ کی وجہ سے اب گلبرگہ کہلاتا ہے۔ جو قلعہ اسوقت یہاں موجود ہے وہ انہیں راجاؤں کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا مگر جب حسن کانگو بہمنی نے گلبرگہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو اس قلعہ کی فصیل و برج و خندق کی مرمت کر کے اسکو بلحاظ ضرورت نہایت مستحکم اور شاندار بنادیا اور جب بہمنیہ خاندان کا خاتمہ ہونیکے بعد عادل شاہیوں کا اسپر قبضہ ہوا علی عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں قلعہ کے بروج کی ترمیم ہوئی اور انپر توپیں چڑھادی گئیں۔ جیسا کہ ان کے موجودہ کتبوں سے ظاہر ہے۔ اس قلعہ کی شکل بیضوی اور اس کی فصیل کا دور تقریباً ایک میل ہے فصیل کے اطراف پچاس گز عریض اور پچیس گز عمیق خندق ہے۔ اس قلعہ کے دو دروازہ ہیں۔ مشرقی دروازہ معمولی اور شکستہ حالت میں ہے مگر مغربی دروازہ جسکو زنجیری دروازہ کہتے ہیں اس کے اندر تین چکردار کمانیں اور ایک پھاٹک موجود ہے اور دروازہ پر کتابہ ذیل لگا ہوا ہے:۔ ”عجب قلعہ دیدم کہ شاشش نہ بود ٭ چنیں کہ در افلاع عالم بہ لبست

تحصنت بذی الملک والملکوت و اعتصمت بذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت دخلہ فی حرز اللہ وفی حفظ اللہ وفی امان اللہ من شرور الفتن اجمعین۔ بحق کہیعص بحق حمعسق ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔“ اس قلعہ میں کل سیدرہ برج ہیں جنپر اسوقت چھبیس توپیں موجود ہیں۔ ان بروج میں سب سے بڑا جو مشرقی دروازہ کے سامنے بشکل مستطیل واقع ہے۔ فتح برج کہلاتا ہے جسکو دولت برج رن منڈل اور بالاحصار بھی کہتے ہیں۔ اس کا طول (۸۰) گز اور عرض ۳۰ گز اور بلندی بھی اسیقدر ہے۔ اس کو محمد حیدر نے بعہد سلطان ابراہیم عادل شاہ تعمیر کرایا تھا۔ اسوقت اسپر تین توپیں موجود ہیں۔ ایک سولہ فٹ طول اور نو انچ قطر کی ہے جسپر چہار منی عادل شاہ کندہ ہے اور دوسرے دو چودہ چودہ فٹ طول اور سوا فٹ قطر کے ہیں۔ اس برج کی دیوار میں کتبہ ذیل بخط نسخ نصب ہے:“ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ وآلہ اجمعین ٭ درعہد سلطنت بادشاہ عالیجاہ عالم پناہ مہر سپہر سرفرازی تاج الدنیا والدین ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ و احسانہ۔ بندہ درگاہ محمد حیدر این برج دولت تمام نمود“

نورس برج ۔ یہ برج غربی دروازہ کے اندر بجانب جنوب ہے۔ اسپر ایک توپ ہے جسکا طول اٹھارہ ہاتھ ہے۔ اس برج پر کتابہ ذیل سنگ سرخ پر کندہ کر کے نصب ہے:“ این برج توپ دوازدہ گزی درعہد ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ملکہ ابداً عمارت کرد بندہ ملک ملک صندل ۱۰۳۲ سنہ۔ یا بدوح۔ یا بدوح ھو الجلیل“

سکندر برج ۔ جسکو فیل برج بھی کہتے ہیں دروازہ غرب رویہ کے جنوب میں بہت بڑا برج ہے۔ اسپر ایک توپ ہے کتابہ ذیل سنگ سیاہ پر کندہ کیا ہوا موجود ہے ٭

یا حافظ　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　یا حافظ

الملک للہ

در اوایل جلوس سلطان سکندر عادل شاہ قادری الغازی بن علی عادل شاہ بحکم آصف زمان خواص خاں وزیر حکومت در سنہ ثلاث سبعین الف بندہ کمترین درگاہ سیدی سنبل ملک عنبر صوبہ دار و حوالہ دار عمارت این برج فلک شکوہ کہ مسمی بہ سکندر برجست نمود ۱۰۷۳ھ از بنیاد برج داخل کنگرہ و نشست گاہ توپ و ادوانی و یکجرہ مستعد کردہ شد ؂

کتبہ بندہ شیخ عمر ولد سراج

کاتبہ ایاز بن حسن

ہنمنت برج - غربی دروازہ کے شمال میں ہے - کتبہ ذیل بخط نسخ کندہ اور اک دیوار میں لگا ہوا ہے :-

"بامر محمد شہ بحر و بر - کز و یافت ملک دکن زیب و فر سخن سنج نور اللہ سرخیل ملک - کہ ہست او زاو لاد خیر البشر - دگر احسن آباد را طرب بہ تعمیر ہر برج و دیوار و در - چو تعمیر شد گشت تاریخ و سال ؛ شدہ حصن گلبرگہ محکم دگر"
۱۰۶۶ھ　۱۶۵۶ع

اس برج پر ایک پچرسی منقش توپ جو نواب نظام علیخاں کی ہے موجود ہے جس کا طول سات فٹ اور قطر سوا چار انچہ ہے - اس توپ پہ کندہ ہے " رفیق سادات برحق نواب رکن الدولہ بہادر ظفر الدولہ بہادر سنہ ۱۱۸۴ھ "

پتلی برج - بجانب غرب واقع ہے - اس کی دیوار میں کتبہ ذیل سنگ سیاہ پر بخط نسخ کندہ شدہ موجود ہے " الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و الہ اجمعین ؁ بعہد سلطنت شہنشاہ جہاں پناہ ظل الہ مہر سپہر سرفرازی ابو المظفر شاہ علی عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کمترین بندگان درگاہ عزت خاں این برج بدولت عمارت نمود سنہ ۹۶۵ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۷ع

گھڑیالچی برج - دروازہ غربی کے شمال میں واقع ہے - کتبہ ذیل بخط نسخ سنگ سیاہ پر

کندہ ہے ع کشادہ باد بدولت ہمیشہ این درگاہ ؛ ہذا القصر نظر کردہ پیر دستگیر اولاد حسین حسن پشت و پناہ اہل دکن بندہ نواز مخدوم دین و دنیا سید محمد حسینی گیسو دراز فی عہد السلطان ابوالمظفر سلطان محمد عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً و بانیہ کمترین غلامان درگاہ علی رضا بن محمد آقا سنۃ ثمان و خمسین والف و بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ ۱۰۵۸ھ"

مسجد قلعہ اس قلعہ میں ایک مسجد ہے۔ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ در اصل یہ عمارت انہیں راجاؤں کے دربار کا مقام تھا مگر زیادہ صحیح یہ امر ہے کہ یہ عمارت بتخانہ تھی جسکی نسبت یہاں کے لوگ عموماً تصدیق بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مسجد کی استرکاری کے وقت جو ابھی ہوئی ہے۔ مسجد کے اندر بعض جگہہ دیواروں پر مورتیں اور دیوتاؤں کی شکلیں بگڑی ہوی نظر آئی تہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جگہہ پہلے مندر تھی۔ جس وقت سلطان علاء الدین حسن کانگوے بہمنی نے یہاں کے راجہ بہیرن کو قتل کرکے اوسکو ا پنا دار الخلافہ قرار دیا اور بجائے گلبرگہ اس کا نام حسن آباد رکھا اور قلعہ کی بھی ضروری ترمیم کی اُسوقت اس مندر کی شکل حسب سنت بعض سلاطین مغلیہ تبدیل کر دی اور اسکو مسجد بنا دیا یہ عالیشان مسجد جو جامع مسجد قرطبہ کی وضع پر بنی ہوئی اور صنعت قدیم کا ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے بے شبہہ ایک سیاح کیلئے قابل دید ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۱)

حسن آباد عرف گلبرگہ قدیم اگرچہ سلاطین بہمنیہ کا دار الحکومت خاص گلبرگہ میں تقریباً اسّی سال قائم رہا۔ تاہم اس خاندان کے کسی متنفس کا یہاں پتہ نہیں چلتا ہے۔ بلکہ ان کی فلک شکوہ شاہی ایوانات سب منہدم اور مسمار ہو گئے۔ جنکا نام و نشان تک باقی نہیں البتہ قلعہ کے غربی جانب عیدگاہ کی طرف مکانوں کی بیشمار بنیادیں نظر آتی ہیں۔ قدیم آبادی یہیں تھی جسکو حسن آباد کہتے تھے۔ شاہ بازار گلبرگہ کا ایک قدیم محلہ ہے۔ چند روز پیشتر وہ ایک بہت بڑا اور بارونق محلہ تھا۔ گلبرگہ کے تمام باشندے خرید و فروخت کے لئے وہیں جایا کرتے تھے اندنوں جو مقام آصف گنج کے نام سے تعمیر و آباد ہے وہاں تک بھی اس کثرت سے تھی

نمبر ۱ نقشہ مسجد اندرون قلعہ گلبرگہ شریف جو مسجد قرطبہ واقع اسپین کے نمونہ پر تعمیر کیگئی ہے۔
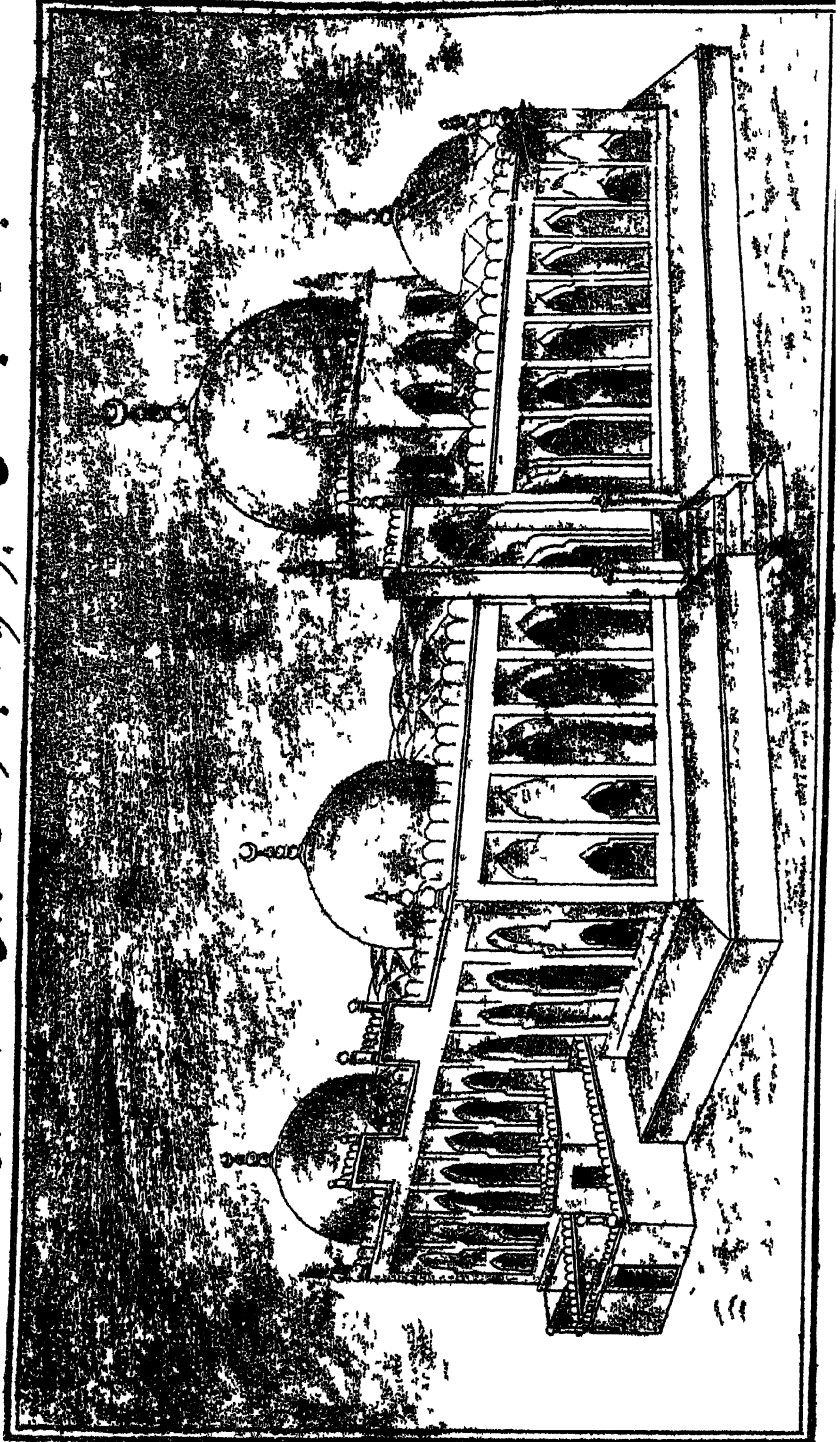
کہ لوگوں کا اس راہ سے گذرنا دشوار تھا۔ اپنے زمانہ حکومت میں محمد اکرام اللہ خاں نواب یار جنگ بہادر صوبہ دار گلبرگہ نے اس سے کٹوا کر آصف گنج کی بنا ڈالی اور چوطرفہ پختہ مکانات اور کمانیں تعمیر کرائی گئیں۔ جب یہ بازار تیار ہوا تو شاہ بازار کی رونق جاتی رہی۔ لوگ بخواہش تمام آکر ادھر آباد ہو گئے۔ اس بازار میں ہنگام تعمیر ایک سرائے بنام اکرام سرائے تیار ہوئی ہے جس میں مسافر لوگ آرام سے ٹھہر سکتے ہیں۔

مزارات و گنبد | گلبرگہ میں متعدد گنبد موجود ہیں۔ بعض گنبدوں میں مزار یا ان کے آثار موجود ہیں اور بعض بالکل خالی نظر آتے ہیں۔ ان گنبدوں میں سب سے بڑا مشہور اور قابل دید گنبد حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کا ہے جو محلہ روضہ بزرگ میں واقع ہے۔ اس گنبد کے آس پاس اور بھی گنبد ہیں جن میں بڑا اور بہت دور سے نظر آنے والا گنبد حضرت موصوف کے پوتے حضرت شاہ قبولا حسینی قدس سرہٗ کا ہے۔ یہ دونوں عالیشان اور بلند گنبد دس بارہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتے ہیں روضہ بزرگ اور محلہ مخدوم پورہ کے درمیان سات گنبد واقع ہیں جو ہفت گنبد کے نام سے مشہور ہیں یہ سلاطین بہمنیہ اور ان کے خاندان کے لوگوں کے مدفن ہیں محلہ شاہ شاہ بازار کی غربی طرف حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ کا روضہ ہے جس کے عالی شان دروازہ کے دونوں جانب دو بلند مینار سے ہوئے ہیں مگر گنبد حضرت موصوف کچھ ایسا بلند نہیں ہے۔ اس سے آگے چلکر ایک عالی نشان گنبد بھاری لاگت کا بلند اور پر فضا مقام پر بنام چور گنبد گلبرگہ سے دو تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس میں کوئی قبر نہیں ہے۔ چونکہ یہ گنبد آبادی سے دور ہے اور اکثر چور اور بدمعاش لوگوں نے اسکو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ لہذا۔ گنبد اس نام سے مشہور گیا۔ اس کی تعمیر اور کاریگری قابل دید ہے۔

مشہور عمارات | قدیم عمارتوں میں ان گنبدوں کے علاوہ خانقاہ حضرت خواجہ بندہ نواز

حسینی قدس سرہ قلعہ کے عقب میں جامع مسجد شاہ بازار میں لنگر خانہ سلطان پور کے راستہ میں اور عیدگاہ جو گنبد کے متصل اور جدید عمارتوں میں گورنمنٹ ہوس اور پیمایش کا بنگلہ مشہور ہیں۔ شہر سے جانب غرب تین میل کے فاصلہ پر پارچہ بافی کی کل اور اس کا کارخانہ واقع ہے جسکو یہاں کے لوگ گرنی کہتے ہیں اور بانی نے "محبوب شاہی مل" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ کارخانہ مفید ملک اور قابل دید مقام ہے۔

قوم مومن کا طرز معاشرت گلبرگہ کی مسلمان آبادی کا بہت بڑا حصہ بافندوں کا ہے جو یہاں کے اصلی باشندے اور عام لوگوں کے زبان میں مومن کہلاتے ہیں۔ محلہ مومن پورہ و مخدوم پورہ میں بیشتر یہی آباد ہیں۔ ان کے مکان نہایت پائدار مثل قلعوں کے سنگ سیاہ سے بنے ہوئے عموماً وسیع ہوتے ہیں جنہیں کئی گھروں کے لوگ اکھٹے بود و باش کرتے ہیں۔ سب کا صحن اور آمد و رفت کا رستہ ایک ہوتا ہے عورتوں میں پردہ کا رواج بہت کم ہے چنانچہ عرس و میلے وغیرہ میں وہ بہ حسن عقیدت آیا جایا کرتی ہیں۔ مثل مردوں کے پارچہ بافی جانتی ہیں۔ یہ لوگ تمام دن اسی کام میں مشغول رہتے ہیں تاہم ان کی آمدنی اس زمانہ میں جیسی کہ چاہئے نہیں ہوتی۔ اس حالت میں بھی اکثر اپنی دن بھر کی تکان دور کرنے کے خیال خام سے یہ لوگ کسیقدر نشہ کے عادی ہیں اور عموماً طبیعت صفائی پسند نہیں شخصی صحت بہت خراب حالت میں رہتی ہے ان قباحتوں کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عموماً تعلیم یافتہ نہیں ہوتے اور باوجودیکہ ان دنوں ہر بڑے محلہ میں سرکاری مدرسہ قایم ہے۔ یہ لوگ تعلیم کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کرتے۔ مومن لوگ پرانے خیالات اور اپنے اگلوں کے طریقوں پر چلنے کے عادی ہیں عام اس سے کہ وہ اطوار کہنہ و شعار دیرینہ سزاوار ترک ہوں یا قابل تقلید۔

عشرۂ محرم محرم کے ایام میں یہاں بڑی دھوم دھام رہتی ہے۔ چاندرات سے جا بجا علم استاد ہو جاتے ہیں۔ مومن لوگ چوتھی تاریخ سے اپنا کاروبار بند کر دیتے ہیں وہ جب سجاتا

روضہ بزرگ کے دیوان خانہ میں علم استادہ ہوتے ہیں جنمیں قیمتی جواہرات نصب ہیں ان کے
یہاں روشنی کا بہت کچھ اہتمام رہتا ہے۔ ایک علم روئی کا بین چار گز بلند قلعہ میں استاد
ہوتا ہے۔ کالی گنبد میں جو علم استادہ ہوتے ہیں وہ آٹھویں کی شب میں نکالے جاتے ہیں
ان کے ہمراہ خلقت کا ہجوم رہتا ہے معتقد و منتی لوگ تین تین سیر کی ایک ایک مشعل لئے جلوس
میں ساتھ رہتے ہیں۔ مشعلوں کی کثرت اور جلوس کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ دہم کی
سہ پہر کو روضہ خرد کا حسینی علم جلوس کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔ اسوقت لوگوں کا جو اژدہام
یہاں رہتا ہے اتنا اور کسی دن کسی مقام پر نہیں ہوتا۔ آصف گنج میں بھی دہم کے روز
خلقت کا ہجوم رہتا ہے۔ خصوصاً شام کے وقت گلزار حوض کے پاس رستہ چلنا دشوار
ہو جاتا ہے۔ دوکانوں اور چھتوں پر تماشائیوں کا بڑا جمگھٹہ رہتا ہے کیونکہ علم اور
تعزیوں کو اسی راہ سے لیجا کر جگت کے تالاب پر ٹھنڈا کرتے ہیں۔

جھیلا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے عرس شریف کے ایک ماہ قبل اشوال کو
جھیلا نکالتے ہیں۔ جھیلا پھولوں کے ہاروں کا مجموعہ ہوتا ہے جو پندرہ بیس بلکہ چالیس
سیر کا ہوتا ہے اور ہر سال حضرت کے گنبد مبارک کے کلس پر باندھا جاتا ہے۔ جھیلے کے
روز بھی بڑی دھوم رہتی ہے۔ شام کے پانچ بجے محبوب گلشن سے جھیلا نکالتے ہیں
اس کا اہتمام صندل شریف کے اہتمام سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ صرف اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ باہر
کے لوگ اکثر کم آتے ہیں۔ جھیلا گنبد پر چڑھانے کے وقت اس بوجھ کو ایک آدمی
اپنی پیٹھ پر باندھکر رسی کے سہارے اور دوسرا مشعل منھ میں لیکر اسطرح چڑھتا ہے اس طور گنبد پر
رسی کے بل چڑھنا نہایت دشوار امر ہے۔ مگر چونکہ لوگ اسطرح چڑھنے کے عادی
ہوتے ہیں۔ پھر جوش عقیدت لہذا اسقدر بوجھ لئے ہوئے بے تکلف چڑھ جاتے ہیں
یہ نظارہ بھی پر لطف ہوتا ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۲)

اہتمام عرس شریف ماہ ذیقعدہ کی چاندرات کو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی

نمبر (۲) نقشہ گنبد مبارک حضرت خواجہ بندہ نواز پر جھیلا چڑھایا جاتا ہے۔
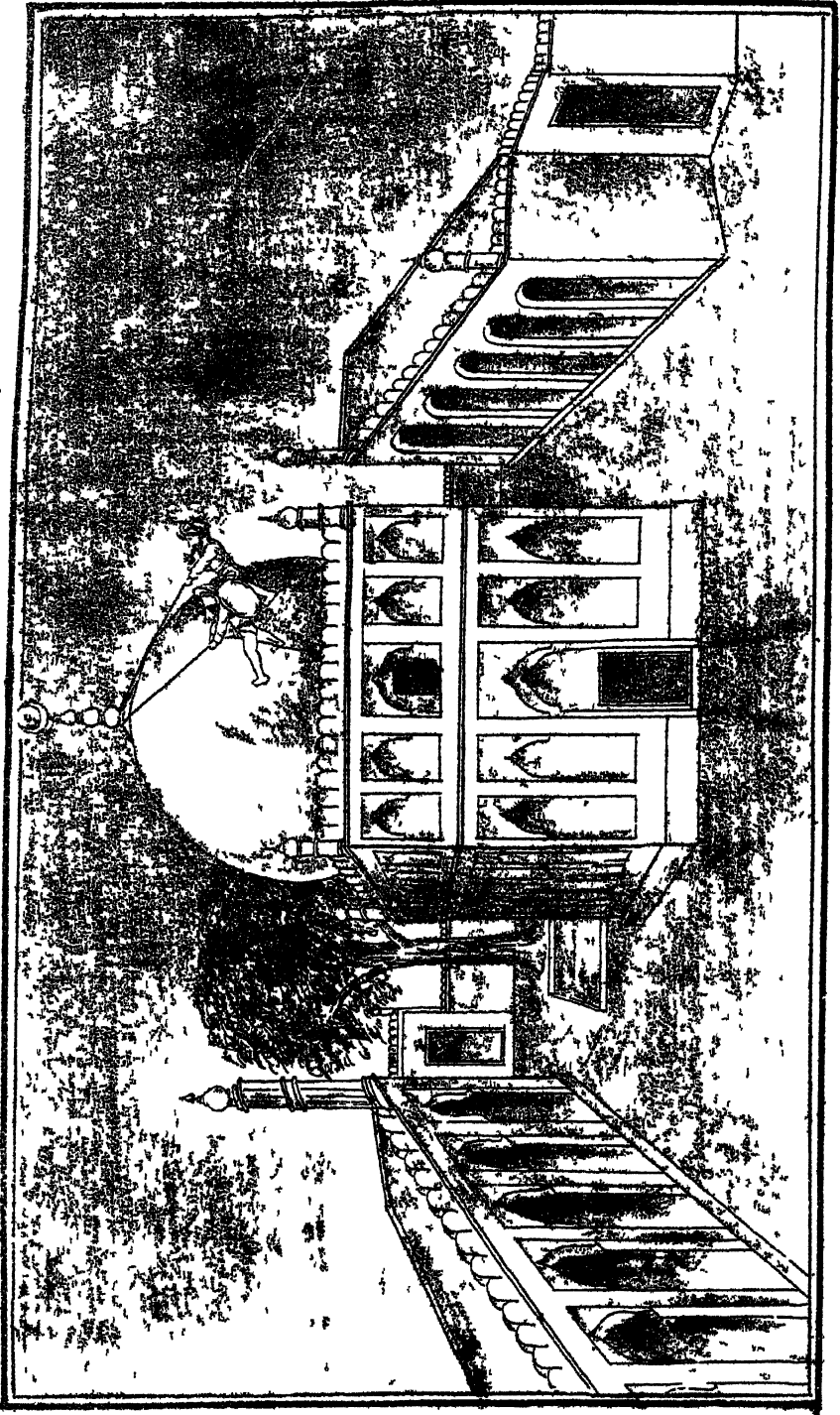
درگاہ شریف میں نئے نقارے نوبت خانہ پر چڑھائے جاتے ہیں۔ پہلی تاریخ ہی سے ہر شب میں سجادہ صاحب باخرقۂ کلاہ جلوس کے ساتھ درگاہ شریف میں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی و گل گردانی سے فارغ ہو کر سماع سنتے ہیں اور پخت و پز بھی چودہ تاریخ تک ہوا کرتا ہے اور لنگر میں حضرت کی مسند بچھا کرتی ہے۔ ۱۵ ذیقعدہ کے شام کو حضرت کا صندل بڑے تزک و احتشام سے منجانب سرکار محبوب گلشن سے نکلتا ہے۔ رسالہ کو تو الی سوار و پیادہ و فوج باقاعدہ و بے قاعدہ جنہیں نظم جمعیت کے سوار۔ عرب۔ روہیلے۔ سندھی۔ جوان وغیرہ شامل ہیں ساتھ رہتے ہیں۔ اکثر عہدہ دار بھی صندل کے ہمراہ رہتے ہیں۔ روشنی کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا ہے اس روز بیرونجات سے بہت سے لوگ آتے ہیں خصوصاً حیدرآباد سے آنے والوں کی یہ کثرت ہوتی ہے کہ شام تک کئی اسپشل ٹرین زائرین کی آجاتی ہیں۔ اس روز گلبرگہ شریف کی بڑی سڑک درگاہ شریف تک جھنڈیوں اور قندیلوں سے آراستہ کیجاتی ہے۔ سرکاری خیمے میدان عرس میں نصب ہوتے ہیں۔ عہدہ دار اپنا اجلاس معہ دفاتر انھیں خیموں میں کرتے ہیں۔ نمائش مصنوعات ملکی اور اسپورٹس وغیرہ کا بھی انتظام رہتا ہے۔ سولہویں کی شب کو شہر کی بڑی سڑک پر روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ صندل شریف و روشنی وغیرہ کے اخراجات اُسی رقم سے ہوتے ہیں جو منجانب سرکار عالی سالانہ منظور ہوتی ہے۔ البتہ درگاہ شریف کی روشنی وغیرہ کا اہتمام سجادہ صاحب کیجانب سے ہوتا ہے اور آتش بازی بھی عرس کی شب میں درگاہ شریف میں ہوتی ہے۔ سترہویں کی صبح میں مومن لوگ چار بجے شب سے اپنے اپنے مکانوں پر روشنی کرتے ہیں۔ اسوقت کا سماں محلہ مومن پورہ و مخدوم پورہ میں حیرت انگیز ہوتا ہے۔ صندل کے روز اعلیٰ حضرت بندگانعالی متعالی حضور نظام مدظلہ العالی کی جانب سے حضرت کے مزار مقدس پر ایک زرین غلاف اور ایک کمخواب کا غلاف چڑھایا جاتا ہے اور ایک شامیانہ و دیگر تحایف نذر ہوتے ہیں۔ عرس کے ایام میں تجارت کا بازار یہاں خوب گرم رہتا ہے۔

کشتی درگاہ مبارک منتی لوگ موسم عرس شریف میں کشتی لٹاتے ہیں۔ درگاہ شریف کے روبرو
چند قدم کے فاصلہ پر پتھر کا بہت بڑا کشتی نما ظرف ہے جس پر ہنوز شیر۔ مچھلی وغیرہ کی شکلیں
موجود ہیں اور مشہور ہے کہ کسی دیول کا چراغ ہے یہ کشتی (۱۵۰) سیر پانی سے بھر سکتی
ہے۔ منتی لوگ اس کو پانی کے علاوہ الیدہ۔ حوز۔ کھیر۔ مزعفر وغیرہ سے بھی بھرتے
ہیں۔ فاتحہ کے بعد اس کشتی کو لوٹنے کا طریقہ جاری ہے۔ گو اس طریقہ میں لوٹنے والوں کو
ضرر پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے اور کھانے کی بھی بے تعظیمی ہوتی ہے۔ مگر رسم اور درگاہ کے
ادب کی پابندی نے اس کو جایز رکھا ہے۔ کشتی لوٹنے کی کیفیت بھی قابل دید ہوتی
ہے۔ لوٹنے والوں کے دو فریق ہوتے ہیں۔ ایک تو بڑے روضہ کا کہلاتا ہے اور دوسرا
چھوٹے روضہ کا۔ یہ لوگ جو تعداد میں سو سوا سو سے کم نہیں ہوتے فاتحہ سے پہلے ہی لوٹنے
کے لئے صف باندھکر مستعد رہتے ہیں۔ یہ سب برہنہ سر اور برہنہ جسم رہتے ہیں۔ ہر ایک صرف
ایک لنگوٹ باندھے رہتا ہے ہر ایک کے گلے میں ایک جھولی رہتی ہے اور بعض کے ہاتھ میں
لوٹنے کے لئے طشتری یا چوبی چمچہ بھی۔ فاتحہ خوانی کے ساتھ ہی ہر دو فریق دھڑلّے سے
مجنونانہ طور پر کشتی پر گرتے اور ایک دوسرے کو ہٹا کر خود لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں کشتی
میں عموماً گرم و چرب پکوان رہتا ہے مگر یہ لوگ اس پھرتی سے دلیرانہ ایک دوسرے کی
گردن پر سوار ہو کر اپنی جھولیاں پُر کرتے اور لوٹتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو اس وقت
لوگوں کے سر ہی سر نظر آتے ہیں اور اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید کسی کو ضرر شدید پہنچے عرصہ
قلیل میں اس کشتی کو لوٹ کر صاف کر دیتے ہیں۔ اس لوٹ کھسوٹ میں بہت سا پکوان
روندن میں آتا ہے جسکو معتقد لوگ تبرکاً اٹھا کر کھا لیتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ لوٹنے
والے اس لوٹی ہوئی چیز کو بالمعاوضہ کسی کو نہیں دے سکتے۔ البتہ بطور تبرک کے کسی کو
دے سکتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۳)

قوم لنگایت اور ان کی دیول اہل ہنود کی آبادی میں لنگایت قوم کے لوگ یہاں زیادہ

نمبر ۱۰ تصویر کشتی کا دنگل
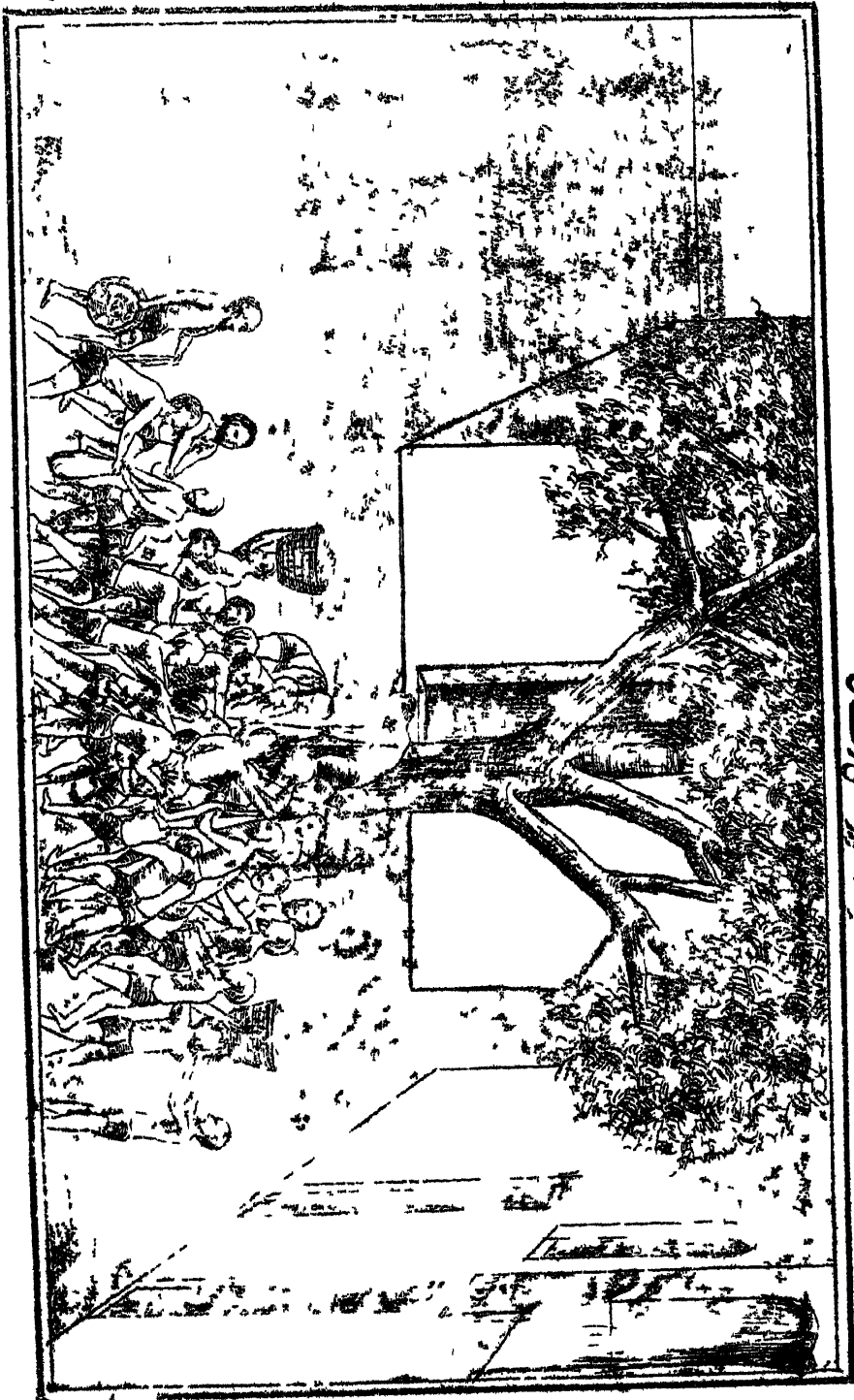
آباد ہیں - اس قوم کا بانی کلیانی کا ایک شخص بسیا نامی تھا - لنگایت اپنے آپ کو مشہور چار ذاتوں برہمن - چھتری - ویش - سودر سے جدا سمجھتے ہیں شیو کو پوجتے ہیں اور اپنے مذہب کی پابندی واظہار کی غرض سے لنگ (ایک گول پتھر) چاندی کے خول میں منڈھوا کر یا ریشمی رومال میں باندھکر اپنے بازو یا گلے میں ڈال لیتے ہیں - ان کے مذہبی پیشوا کو جنگم کہتے ہیں جنکی بہت اطاعت کیجاتی ہے ان لوگوں کا مشہور دیول محلہ بہمنی پورہ میں ہے جسکو شرن بسیا کا دیول کہتے ہیں - اس کی جاترا بڑی دھوم سے ہوتی ہے - دور دور کے لوگ یہاں تیرتھ کیلئے آتے ہیں -

حکومت صنعت تجارت تعلیم - شہر گلبرگہ پہلے صوبہ کا مستقر تھا اب ضلع کا مستقر ہے - یہاں کا مجلس صنعت وحرفت خصوصاً پارچہ جات نفیسہ کے سبب سے تمام ممالک محروسۂ دکن میں مشہور ہے - یہ شہر اس نواح کے دوسرے مقامات پر تجارت میں تفوق رکھتا ہے چنانچہ یہاں ہر قسم کی تجارت ہوتی ہے - تعلیم کی خاطر علاوہ پرائمری مردانہ و زنانہ اسکولوں کے جو ہر ایک بڑے محلہ میں قائم ہیں ایک ہائی اسکول بھی ہے - جس میں انگریزی - اردو عربی - فارسی - مرہٹی وغیرہ کی تعلیم نہایت اہتمام کے ساتھ جاری ہے -

حصۂ دوم

تذکرۂ بزرگان دین شہر گلبرگہ شریف

پہلا باب

ذکر جناب ملاذ الخلائق غوث العالم عاشق شہباز بلند پرواز بندہ نواز گیسو دراز حضرت خواجہ سید محمد حسینی قدس اللہ سرہ العزیز

فصل اوّل در بیان ولادت و کشف و کرامات

شجرۂ نسب آپ کی ذات ملکی صفات دکن میں مشہور و معروف ہے شجرۂ نسب آپکا یہ ہے۔ حضرت خواجہ سید محمد حسینی بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسین بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابوالحسن الجندی بن حسین بن ابی عبداللہ بن محمد بن عمر بن یحیی بن حسین بن زید مظلوم بن زین العابدین بن حسین السبط الشہید بن ابوہ ابی الحسن العلی الوصی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ امہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسباب ورود دہلی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابی الحسن الجندی رحمۃ اللہ علیہ بن سید حسین قدس سرہٗ ہرات سے دہلی فتح کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہندوؤں کی بہت کثرت تھی انہیں آخر شکست ملی اور اخیر حملہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ لوگوں نے آپ کو مسجد اماز کے صحن میں دفن کیا۔ جو لوگ اس مسجد کے حجروں میں رہتے تھے جمعہ کی رات میں

آپ کی قبر اشرف پر ایک شعلۂ نور دیکھا کرتے تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد امجاد دہلی ہی میں بس گئی۔ ان میں سے سید یوسف عرف سید راجہ بن سید علی قدس سرہما کے دو فرزند ہوئے اول سید نجم الدین عرف سید چندا رحمۃ اللہ علیہ اور دوم حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز۔

تاریخ ولادت | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی ولادت شریف ۴ رجب المرجب ۲۰ سنہ میں بمقام دہلی واقع ہوئی۔

حضرت کی ولایت کی پیشگوئی | حضرت کی عمر چار سال کی تھی اسوقت سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے اپنا پایہ تخت بجائے دہلی کے دولت آباد قرار دیا اور سب دہلی کے باشندوں کو دولت آباد جانیکا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت کے والد ماجد حضرت سید یوسف قدس سرہٗ جو سید راجہ کے نام سے مشہور تھے اپنے کنبے کے ساتھ ۱۰ رمضان المبارک ۲۵ سنہ ہجری میں دہلی سے روانہ ہوئے اور تقریبًا چار ماہ کے بعد پنجشنبہ ۱۱ محرم الحرام ۱۵ سنہ ہجری کو شہر دولت آباد میں پہنچے اور وہیں قیام اختیار کیا۔ دولت آباد میں شیخ الاسلام حضرت شیخ بابو قدس سرہ رہتے تھے۔ حضرت بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد آپکو اور آپ کے بڑے بھائی کو ساتھ لیکر ایک دن حضرت شیخ صاحب موصوف کی ملاقات کو گئے۔ شیخ بابو رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی تھیں چنانچہ ایک وقت سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی کو شدت سے بخار چڑھا۔ اہل ولایت، مشائخوں و مجذوبوں کی خدمت میں اس کی شفا کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی گئی۔ اسوقت سلطان نے خود ہی شیخ بابو قدس سرہٗ کو اپنے پاس بلایا اور عرض کی کہ مجھے بخار شدت سے ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ بخار کہاں ہے۔ وہ تو شیخ نے لے لیا۔ غرضکہ اسی وقت بادشاہ کا بخار جاتا رہا اور شیخ صاحب قدس سرہٗ پر سوار ہوا۔ جب بادشاہ نے یہ کرامت دیکھی تو آپ کا بہت معتقد ہو گیا اور اسی وقت دولت آباد کے قرب وجوار کے تمام مواضعات کو حضرت شیخ بابو قدس سرہٗ کے

خرچ خانقاہ کے لئے لکھکر دیدیا۔ شیخ بابو قدس سرہٗ کا مکان فیض منزل منار دروازہ کے متصل تھا
جب سماع شروع ہوتا تو آپ بیہوش ہوجاتے۔ کف منھ سے جاری ہوجاتا اور اسوقت آپ جو فرماتے
وہی ہوتا تھا لوگ آپ کے بہت معتقد تھے۔ غرضکہ جب شیخ موصوف کی نظر حضرت بندہ نواز حسینی
رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے برادر بزرگ پر پڑی تو شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ دونوں کو اپنے
نزدیک بلا کر بٹھایا اور اپنی قوت ولایت سے ان سردو کے طالع ملاحظہ فرماکر آپ کے والد سے
اسطرح گویا ہوئے کہ سید! آپ کے بڑے فرزند تو سوداگر ہوں گے مگر آپ کے چھوٹے صاحبزادے
کو دیکھتا ہوں کہ دانشمند یہ ہیں۔ عالم یہ ہیں۔ عارف یہ ہیں۔ محب یہ ہیں۔ ولی یہ ہیں۔
مرشد یہ ہیں۔ اور چند اوصاف دیگر جو اولیا سے متعلق ہوتے ہیں فرماکر آخر الکلام یہ بھی
فرمایا کہ جیقدر میں نے کہا ہے وہ سب وہیں تک کہا جہاں تک میری نظر نے رہبری کی ہے
آپ کا مرتبہ اس سے بھی بڑا ہوا ہے۔ جہاں میری نظر کو رسائی نہیں ہوسکتی۔

بچپن کے حالات | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ جب چھہ سال کے ہوئے تو اسوقت
سے ہی روزہ و نماز کے پابند ہوگئے۔ سات سال کی عمر میں حافظ قران ہوئے آٹھ
سال کی عمر سے کبھی آپ کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ بچپن ہی سے تحصیل علم کا آپ کو بہت شوق
تھا۔ آپ اکثر اپنے دادا کی صحبت فیض منزلت میں رہتے تھے۔ آپ کے جد امجد و نیز آپکے
والد حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ یہ دونوں اپنے
پیرو مرشد کے اوصاف حمیدہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینیؒ سے بیان کرتے تھے۔ حضرت
ان کو بڑی توجہ و رغبت سے سنا کرتے تھے۔

آثار ولایت | جب حضرت خواجہ دکن اُستاد کے پاس مصباح و قدوری پڑھتے تھے ایک
شخص نے آکر آپ سے سوال کیا کہ نماز میں جب رکوع سے سجدہ میں جاتے ہیں تو پہلے ہاتھ
زمین پر رکھتے ہیں یا زانو اور جب سجدہ سے اُٹھتے ہیں تو اول ہاتھ اٹھاتے ہیں یا زانو۔
چونکہ حضرت یہ مسئلہ ابھی نہیں پڑھے تھے لہذا سائل کو چند دنوں کے بعد آنے کے لئے فرمایا

تا کہ اس کا جواب دیا جائے اور جب وہ واپس ہوا تو آپ وہاں سے اُٹھکر مسجد میں آئے اور کونے میں مسجد کے بیٹھکر اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے لگے ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ دراز قامت۔ گندم گوں۔ سرخ آنکھ والے۔ بڑا عمامہ باندھکر چوڑی آستینوں کا جبہ پہنے ہوئے مسجد میں آئے اور دوگانہ شروع کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی نگاہ جب اُن بزرگ پر پڑی تو دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ کوئی مرد بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ شاید شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ ہی نہ ہوں؟ کیونکہ دادا صاحب اکثر آپ کا جو حلیہ بیان فرمایا کرتے ہیں آپ بالکل اُسی مطابق ہیں۔ کوئی تفاوت نہیں ہے۔ غرضکہ آپ نے بزرگ موصوف پر نظر کی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ بزرگ جسطرح ہاتھ اوپر اٹھائینگے اور رکھیں گے اُسی طرح میں اپنے سایل کے سوال کا جواب دیدونگا۔ پس وہ بزرگوار نماز تمام کر غائب ہوگئے۔ حضرت خواجہ رضی اللہ عنہٗ مسئلہ کا جواب ملنے سے نہایت خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے اپنے دادا جان کے پاس آئے اور اُن سے بیان کیا کہ میں نے آج اس حالت میں آپکے پیر حضرت شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ دادا نے فرمایا بے شک تم نے آپ کو ہی دیکھا ہے۔ آپ زندگی میں اسی طرح رہتے تھے۔ یہ ماجرہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد گذرا تھا اس لئے تمام لوگ سنکر متعجب ہوئے۔

حضرت کے والد کا وصال اور کرامات | حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب گیارہ سال کی تھی اُس وقت آپ کے والد حضرت سید یوسف قدس سرہ نے دولت آباد میں تاریخ ۵ شوال ۷۳۱ھ ہجری اس دار فانی سے بجوار رحمت باری مراجعت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن آپکا مزار مبارک خلد آباد شریف میں ہے جو دولت آباد سے متصل ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ فرماتے تھے کہ میرے والد کو سماع کا بہت شوق تھا دہلی میں ایک روز سماع تھا بعض لوگ اپنے تلووں کو کچھ دوا لگا کر آگ پر ناچتے تھے۔ میرے والد کو سماع سنکر بیخودی طاری ہوگئی۔ ضبط نہ کر سکے آگ میں کودے اور لوٹنے لگے۔ لوگ حیرت میں سکتے

ہم تو دوا کے اثر سے آگ میں کود کر محفوظ رہتے ہیں مگر یہ تو بے ساختہ گر کر لوٹ رہے ہیں
یہ کہیں جل تو نہیں گئے۔ اچھی طرح دیکھا مگر آپ کو کہیں جلا ہوا نہیں پایا۔ بہت خوش
ہوئے اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آنے لگے۔

حالات حصول ارادت | جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ (۱۲) سال کے تھے تو اسوقت
آپ کو مرید ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے مرشد کے انتخاب میں بہت غور کیا حضرت شیخ
نصیر الدین محمود اودھی قدس اللہ سرہ کے فضایل بہت سن چکے تھے اس لئے حضرت کا دل
اون کی طرف زیادہ مائل تھا مگر وہاں تک آپ کی رسائی مشکل تھی کیونکہ حضرت شیخ نصیر الدین
محمود اودھی قدس سرہٗ دہلی میں تشریف فرما تھے اور حضرت خواجہؒ دولت آباد میں تھے ان ہر دو
مقام میں پانچ سو کوس کا فاصلہ تھا۔ ناگاہ ایک دن حضرت بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ کی
والدہ ماجدہ اپنے بھائی ملک الامرا ملک ابراہیم مستوفی سے کسی سبب رنجیدہ ہوئیں اور غصہ سے
حضرت خواجہ اور آپ کے بڑے بھائی سید چندا رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لیکر شہر دہلی کی
طرف روانہ ہوئیں۔ چند مہینوں کے بعد دہلی میں پہونچکر سرائے میں ٹھیرے۔ جب جمعہ کا
دن آیا تو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمتہ اللہ علیہ سرائے سے نکلکر سلطان قطب الدین
کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے گئے اور صحن مسجد میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت
شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہٗ مسجد میں تشریف لائے جب حضرت
خواجہؒ کی نظر آپ کے جمالِ مبارک پر پڑی تو آپ کے عاشق اور فریفتہ ہو گئے اور اپنے
دل میں خیال کرکے کہ اگر شیخ نصیر الدین محمود اودھی رحمتہ اللہ علیہ یہی ہوں تو کیا خوب
ہوگا۔ لوگوں سے آپکا اسم مبارک دریافت فرمایا۔ جب لوگوں نے آپ کے خیال کی
تصدیق کی اور بیان کیا کہ شیخ ممدوح آپ ہی ہیں تو حضرت خواجہؒ بے حد خوش ہوئے
خدا کا شکر بجا لائے اسواسطے کہ پہلے دل قبول کرچکا تھا اب آنکھوں نے بھی قبول کیا
اور بڑے بھائی سے مصر ہوئے کہ شیخ ممدوح کے وہ بھی مرید ہو جائیں چنانچہ ۳ ماہ

رجب المرجب ۷۳۶ھ ہجری میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ اور آپ کے بھائی سید چندا رحمتہ اللہ علیہما حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہٗ کے مرید ہوے۔ اسوقت حضرت کی عمر شریف ۱۶۔ سال کی تھی۔

تحصیل علوم ظاہری و باطنی حضرت سید چندا قدس سرہٗ مرید ہونے کے بعد دیوی کاروبار میں مصروف ہوے مگر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ اپنی پیر کی خدمت گذاری میں رہنے لگے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ ریاضت و ذکر و مراقبہ و تلقین وغیرہ میں شریک ہوتے اور علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔ ۱۶۔ سال کی عمر میں مولانا امام ہمام تاج الدین بہادر قدس سرہ کے پاس ایک حصہ کافیہ کا پڑھ چکے تھے مگر جب آپ کے طرز تعلیم سے سیری نہ ہوئی تو قاضی عبد المقتدر رحمتہ اللہ علیہ سے کافیہ و شرح کافیہ و کشاف کی تعلیم ختم کی۔ ان کے علاوہ سید شرف الدین کیتھلی و دیگر بزرگواروں سے بھی تحصیل علم فرمائی۔ جب حضرت کو شغل و اذکار کا شوق بہت ہوگیا اور گھر میں تکلیف ہونے لگی تو آپ شیر خان جہان پناہ کے خطیرہ میں رہنے لگے۔ وہاں ایک حجرہ تھا۔ دس سال تک اُس حجرہ میں حضرت موصوف اپنے اشغال میں مصروف رہے۔ اندنوں میں اپنے پیر کے ارشاد کے موافق روزانہ حضرت قاضی عبد المقتدر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاکر تعلیم پاتے تھے اور اسکے بعد حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین قدس سرہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے کبھی کبھی اس اثنا میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ اگر حکم ہو تو جسقدر علوم ظاہری حاصل کیا ہے اسی پر اکتفا کرکے ہمہ تن علوم باطنی کی طرف مشغول ہو جاتا ہوں مگر شیخ ممدوح ایک مدت تک آپ کو تحصیل علوم کی نصیحت فرماتے رہے اور حسب فرمان شیخ ممدوح حضرت خواجہ صاحبؒ نے چند کتب لکھکر پیش کیں تو حضرت شیخ الاسلام ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوے اور اس کے بعد سے علوم باطنی کے حاصل کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ اسوقت سے علوم باطنی کی جانب بالکل

مصروف ہوگئے۔ ہر روز مجاہدہ وریاضت فرماتے۔ مکاشفات وتجلیات سے فایض ہوتے اور اپنے واقعات حضرت شیخ الاسلام سے عرض کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ سولہ سال کا لڑکا ستر سال کی عمر میں مجھے اپنے پچھلے واقعات یاد دلارہا ہے یعنی تجلیات وکشوفات وحالات ومقامات حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کو سیروسلوک میں اس کثرت سے مشاہدہ ہوتے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام کو ان واقعات کے سننے سے اپنے سابقہ حالات ومعاملات ومکاشفات یاد آنے لگتے۔ حضرت خواجہؒ پر حضرت شیخؒ بہت مہربانی فرماتے تھے۔ یہانتک کہ جب شیخ ممدوح کے کسی بزرگ معتقد کا وصال ہوا تو حضرت شیخ الاسلام ان کے سوم کے فاتحہ کے دن ان کی قبر پر تشریف لائے تھے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ سید محمد حسینی کا مقام شغل واذکار کونسا ہے۔ میں خود جاکر دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ لوگوں کو ہمراہ لیکر خطیرہ شیرخاں میں حضرت خواجہ صاحب کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے اور جب حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو ہوے تو کوئی چیز ہاتھ میں چاندی کی شل سکے کے تھی وہ نذر کرکے زبان مبارک سے آپ نے فرمایا کہ "این روکش ماست برائے سید محمد" اس روز سے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے اذکار میں اور بھی ترقی ہوگئی بیس سال کی عمر میں کشوفات وتجلیات وعکس نور ربوبیت حضرت خواجہؒ کے چہرۂ مبارک پر اہل کمال کو صاف نظر آنے لگا تھا اور بڑی محنت وریاضت ومجاہدہ سے آپ نے اسکو حاصل کیا تھا۔ کل حضرات صوفیہ یک زبان ہوکر کہتے تھے کہ اس شخص کو جوانی میں ہی پیران واصل وعارفان کامل کا مقام حاصل ہوچکا ہے جسطرح کے حالات سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی وحضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہما ودیگر بزرگوں کے لکھے اور سنے گئے ہیں اسی قسم کے حضرت خواجہ صاحبؒ کے بھی حالات ہیں۔ یاران معتبر ومریدان معتمد کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ ذکر حق میں ایسے محو ہوجاتے تھے۔ کہ آپ کو اکثر کھانے پینے کی بالکل پرواہ نہوتی تھی دس بارہ بلکہ پندرہ

روز تک صوم و وام رکھتے تھے۔ ہرگز بہوک اور پیاس کی وجہ سے ضعف نہیں ہوتا تھا۔ باوجود اس کے آپ ہر روز ان دنوں میں بھی تحصیل علم کے لئے حضرت قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے اور اسکے بعد پیر و مرشد کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اگر سماع ہوتا تو سننے کے لئے وہاں بھی جاتے تھے۔ حضرت خواجہؒ اکثر فرماتے تھے کہ جو وقت آپ کے مرشد نے آپکو پہلے پہل روزہ رکھایا اوس رات بعد تناول طعام ہنوز بہت کم رات باقی تھی کہ میرے دلمیں بیقراری پیدا ہوئی۔ جان نکلنے لگی۔ اسوقت میں نے بہت صبر کیا۔ دل میں درد اٹھکر ایک قے ہوی اور کوئی چیز گولی سی حلق سے میرے نکلکر گر پڑی۔ جب زمین پر گری تو جیسے گولی زمین پر گرتی ہے اسطرح کی آواز آئی۔ ہرچند میں نے اوسکو توڑنا چاہا مگر نہیں ٹوٹ سکی۔ الگ کرکے ایک طرف ڈالدیا۔ اس کے بعد سے میری اشتہا بالکل جاتی رہی۔ دھوپ کے ایام میں بھی مدامی روزے رکھے مگر کبھی ضعف نہیں ہوا حضرت خواجہ صاحبؒ کی والدہ ماجدہ و نیز دیگر قرابتدار فرماتے تھے کہ ایام طفولیت سے حضرت شیخ الاسلام کے مرید ہونے کے زمانہ تک ایک شخص عالم غیب سے ہمیشہ حضرت خواجہؒ کے ہمراہ رہتا تھا اگر کسی قسم کا خطرہ خلاف شرع جو لازمہ بشریت ہے آپ کے دل میں گذرتا تو وہ اسکا مانع ہوتا تہا۔ بہت دنوں تک حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ پہاڑوں اور غاروں میں رہا کرتے تھے۔ اگر شہر میں آتے تو کسی کیطرف نظر نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے لوگ آپ کو دیوانہ سید کہتے تہے۔ اکثر ابدال و مردان غیب آپ سے ملاقات کرتے تہے ایک روز ایک شخص نے اثنائے راہ میں آپ سے ملکر دریافت کیا کہ اب آپ نے کون سے مقام تک رسائی کی ہے۔ خواجہ صاحب رح نے جواب دیا کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری تک رسائی ہوچکی۔ وہاں سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں مگر رستہ نہیں ملتا۔

حضرت خواجہ خضرؑ سے ملاقات | ایک روز شیخ الاسلام شیخ نصیرالدین محمود دہلی قدس سرہٗ

کو ریاح سے قبض ہو کر درد شکم ہونے لگا۔ مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا ہے کہ آپ اور مولانا علاء الدین دونوں ملکر خطیرہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین قدس سرہ کی زیارت کریں اور عرض حال کریں۔ حضرت خواجہ و مولانا علاء الدینؒ دونوں نے ملکر حضرت شیخ موصوف کی زیارت کی اور واپس ہوئے۔ چونکہ ان دونوں حضرات کی تفویض ایک ہی کام تھا اس لئے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں چاہا کہ خود توجہ کریں مگر ساتھہ ہی اس کے اس بات کا بھی دل میں خیال تہا کہ اگر پیر و مرشد استفسار حال کریں تو اسوقت کیا جواب دیا جائے۔ غرضکہ مولانا علاء الدین کے ساتھہ وہاں سے واپس ہوئے اور اپنے حجرہ میں جاکر مراقبہ فرمایا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پرانا چھپر ہے اور خواجہ خضر علیہ السّلام اس چھپر پر کھڑے ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے فرماتے ہیں کہ شیخ نصیر الدین محمود اودہی کو میرا سلام کہیو۔ اس کے بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں آئے اور سارا ماجرا اپنے پیر و مرشد سے بیان کیا کہ میں نے آپ کی صحت کی نسبت دریافت کرنے کی غرض سے مراقبہ کیا تو خواجہ خضر علیہ السّلام نے مجھ کو فرمایا کہ میرا سلام آپ کو پہنچاؤ۔ حضرت شیخ الاسلام یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور بفضل خدا تہوڑے ہی دن میں آپ کو صحت کامل حاصل ہو گئی۔ (خواجہ خضر علیہ السلام کا پرانے چھپر پر کھڑا رہنا اشارہ اس بات کا تہا کہ اب حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہ کی عمر شریف قریب الختم ہو چکی ہے اور سلام کہنا اشارہ تہا کہ آپ کو اس بیماری کی تکلیف لاحقہ سے صحت ہو گی۔)

دبا کا صدمہ اس ماجرہ سے ایک سال بعد دہلی میں وبا پھیلی۔ اسوقت حضرت خواجہ صاحب رح قدس سرہ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو قے اور دست کثرت سے آئے جسم سرد ہو گیا۔ اور ہچکی بندھ گئی۔ خانقاہ کے تمام یار و اصحاب و احباب

درس میں چرچا ہونے لگا کہ سید محمد سلمہ اللہ تعالی چند گھڑیوں کے مہمان ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہ نے مولانا صدر الدین طبیب اور مولانا علاء الدین رحمتہ اللہ علیہما کو حضرت کی عیادت کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا صدر الدین رح نے نبض دیکھی تو اس میں حرکت اور حرارت موجود پائی مگر حضرت کی حالت بہت ردی ہوچکی تھی۔ ان دونوں بزرگوں نے تمام دن وہیں بسر کیا بلکہ روزہ بھی وہیں افطار فرمایا۔ شیخ الاسلام رح نے روغن خشت بھیجا تھا اسکو جوڑوں پر ملا۔ اس مالش سے جسم میں حرارت پیدا ہوئی اور حالت روبصحت ہونے لگی۔ بالآخر جب کچھ صحت ہوگئی تو مولانا صدر الدین رح حضرت شیخ الاسلام کی خدمت شریف میں مزاج کی حالت بیان کرنے کی غرض سے گئے اور حضرت ممدوح نے جب استفسار فرمایا کہ سید محمد طال عمرہٗ کی کیا حالت ہے تو مولانا نے عرض کی کہ فضل خدا شامل حال ہے روغن خشت سے بہت فائدہ ہوا حضرت شیخ الاسلام نے مولانا صدر الدین رح کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے صدر الدین اور تھوڑا روغن خشت لیجا اور سید محمد کو کہدے کہ اس روغن کو کشید کرنا سوائے بادشاہ کے اور کسی کو نہیں آتا۔ وہ خود جب کھینچتا ہے تو میرے لئے بھی بھیج دیتا ہے۔ مولانا صدر الدین نے یہ سنکر کہا کہ بندہ زادے بھی اس روغن کو کھینچنا جانتے ہیں۔ شیخ ممدوح نے فرمایا کہ پھر کھینچکر کیوں نہیں دیتے۔ مولانا نے جواب دیا اس واسطے نہیں کھینچتے کہ اسطرح عام طور پر روغن مذکور کی بے قدری ہو۔ شیخ ممدوح نے یہ سنکر علاء الدین سے فرمایا کہ تم سید محمد سے کہدو کہ تمہارے دوست اسطرح کے خود غرض ہیں۔ ۵ ہجری میں یہ واقعہ ہوا تھا۔ اسی سال چہارشنبہ کی صبح کو ایک شخص حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے پاس سے حضرت خواجہ صاحب رح کی خیریت دریافت کرنے آیا۔ ان دنوں حضرت کو صحت کامل حاصل ہوچکی تھی اسلئے خود ہی شیخ ممدوح کی قدمبوسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اس روز ملک ابراہیم کو انتقال فرمائے تیسرا دن تھا۔ سوم کے فاتحہ کے لئے زین الدین و دیگر ملازمین خانشاہ مالک

ابراہیم متوفی کی خانقاہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو خواجہ بشیر خادم خانقاہ حاضر تھے جنہوں نے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت کے حاضر ہونے کی اطلاع کی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ سنکر بہت خوش ہوے اور اپنے روبرو انہیں طلب کیا جب آپ کی نظر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو بلند آواز سے الحمد للہ فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر نیاز زمین پر رکھدیا اور حسب ارشاد جب اپنے پیر و مرشد کے نزدیک جا بیٹھے تو شیخ الاسلام نے استفسار فرمایا کہ اے سید تمہیں کیا تکلیف تھی۔ حضرت نے عرض کی کہ ہاتھ پیر شل ہو چکے تھے ضعف بے انتہا تھا ہچکی شروع ہو چکی تھی شیخ الاسلام نے یہ سنکر افسوس کیا اور فرمایا کہ بیشک بہت نازک حالت تھی خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا کہ تمہیں صحت ہوئی۔ اس موقع پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے واقعات پیر و مرشد کے حضور میں بیان کرنے کا قصد فرمایا اور استادہ ہوے مگر شیخ ممدوح نے فرمایا کہ آفتاب نکل چکا ہے مجھ کو اسوقت نماز اشراق ادا کرنا چاہئے تم بھی جا کر ادا کرو اسکے بعد پھر آؤ اور بیان کرو۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ باہر آئے اور شیخ ممدوح نماز اشراق میں مشغول ہوے۔ اس اثناء میں میاں قاضی عبد المقتدر و شیخ محمود درویش قدس سرہما و دیگر اصحاب پابوسی شیخ موصوف کیلئے حاضر ہوے۔ خواجہ بشیر نے جا کر اطلاع کی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سب کو بلاؤ مگر سید محمد کو کہو کہ وہ وہیں ٹہرے رہیں۔ جب اصحاب موصوف قدمبوسی سے مشرف ہوکر واپس ہونے لگے تو حضرت نے ان سے بیان کیا کہ سید محمد کی حالت بالکل ابتر ہو چکی تھی خدا نے اپنا فضل کیا کہ وہ صحت یاب اور تندرست ہو گئے تم لوگ جاؤ۔ وہ باہر ہیں انہیں میرے پاس بھیجدو۔ چنانچہ یہ لوگ باہر آئے اور قاضی عبد المقتدر نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے کہا پیر مرشد نے آپ کو اندر بلایا ہے۔ تشریف لیجائیے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا لحاظ یہ جہاں حضرت شیخ الاسلام تشریف

رکھتے گئے اور یہ عرض کی کہ اُس حالت تکلیف میں میں نے دیکھا کہ چند لوگ آئے اور اپنے ساتھ کئی ایک پیراہن لائے جو ولایت۔ نبوت۔ رسالت۔ اتحاد وغیرہ وغیرہ کے تھے یکے بعد دیگرے پہنائے اور میں ہر ایک کو پہنکر اتارتا گیا۔ جسوقت یہ واقعہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بیان کر رہے تھے تو حضرت شیخ الاسلام کا چہرہ مارے خوشی کے دمکنے لگا تھا شیخ ممدوح نے بہت خوش ہوکر اس وقت شکر حق ادا کیا اور مولانا زین الدین کی طرف مخاطب ہوکر ان سے فرمایا کہ کندوری کے لئے فرمائشی حلوا تیار کرو جب مولانا اس کے اہتمام کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے اپنا نہالچہ بیاھک حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ اے سید محمد اس کا غلاف نکال لو اور لیجاؤ۔

حضرت کی شادی۔ | چالیسویں سال میں حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت کی والدہ ماجدہ نے اپنے روبرو مولانا سید احمد بن جمال الدین حسینی مغربی قدس سرہٗ کی دختر بلند اختر بی بی رضا خاتون قدس سرہا کا عقد کروایا۔ مغربی اس زمانہ کے جید عالم و فاضل تھے۔ آپ کے فضایل بہت مشہور و معروف ہیں۔ ایک وقت مولانا موصوف فرماتے تھے کہ میں سادات حسینی میں سے ہوں۔ جب ہندوستان میں آیا اور یہاں پر سادات کی عزت جیسی کہ چاہئے ویسی ہوتی ہوئی نہ دیکھی تو شجرۂ نسب اپنا چھپا کر لینے کو ملان کہنے لگا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کو دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں سیدہ صالحۂ مذکورہ سے ہوئیں۔ شادی کے قبل جبکہ عمر شریف حضرت کی تیس سال سے متجاوز ہوچکی تھی اسوقت باجماع و اتفاق علماء و حکماء مولانا علاء الدین الندی رحؒ نے ایک جاریہ خرید کر حضرت کی والدہ ماجدہ کی معرفت آپ کے سپرد کی تھی جس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سیر و سلوک سے پیشتر اگر مجھے عورتوں کی صحبت رہتی اور اولاد ہوجاتی تو میں کبھی اکتساب کمالات نہیں کرسکتا تھا۔

سجادگی و خلافت | جب حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلوی قدس سرہٗ

کے وصال شریف کے دن قریب آئے تو بعض اصحاب نے شیخ صاحب ممدوح سے عرض کی کہ بزرگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ اپنے اخیر دنوں میں اپنے عقیدت مندوں میں سے بعضوں کو اپنے باطنی اسرار و کشوفات کے مجاز کر دیتے ہیں اور ان سب میں سے ایک کو ممتاز کرتے ہیں تاکہ یہ طریقۂ قدیم مسدود نہو جائے۔ پس جناب کے عقیدت مندوں میں سے بعض صاحب کشف و کرامات بھی موجود ہیں۔ ان میں سے چند کو مجاز اور ایک کو ممتاز فرمادیں تو طریقۂ خواجگان سے یہ امر خلاف نہوگا حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بہتر ہے ان سب کے ناموں کی ایک فہرست لکھکر لاؤ۔ کہتے ہیں کہ مولانا زین الدینؒ نے اس فہرست کو مرتب کرکے پیش کیا جس میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا اسم گرامی موجود نہیں تھا حضرت شیخ الاسلام نے جب اس فرد کو بغور ملاحظہ فرمایا اور اول سے آخر تک دیکھ چکے تو مولانا زین الدینؒ سے فرمایا کہ اس میں کیا اینٹ پتھر لکھ لا ــــــــ ئے ہو مکرر دیکھو اور درست کرو۔ مولانا ممدوح نے اس وقت اس فہرست میں سے بعض ناموں کو نکال کر ایک مختصر سی فہرست تیار کر کے حضرت شیخ الاسلام کے حضور میں پیش کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا زین الدینؒ ہی کو پڑھنے کے لئے فرمایا اونہوں نے فرد کو پڑھ کر سنایا۔ جب سب سن چکے تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سید محمدؒ کا نام کہاں ہے مولانا زین الدین کے پاس سے اسیوقت فرد مذکور لیکر خود اپنے قلم سے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا اسم مبارک فرد کے اوپر میں درج کیا اور اسپر ایک ٹی سی صاد بنادی اسکے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بستر کے قریب بلایا اور فرمایا کہ میری خلافت قبول کرو اور دست بعیت دو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ شیخ ممدوح نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ کام میر اسفوضہ قبول کیا تو اسوقت بھی حضرت موصوف خاموش رہے پھر جب تیسری مرتبہ آپ نے وہی فرمایا تو حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے باادب تمام اپنا ہاتھ بڑھادیا اور آپ کی خلافت دنیز دست بعیت دینے کو قبول کیا۔ یہ مجرد خلافت کے قبول کرنے کے اس پھول کو جو حضرت شیخ الاسلام اپنے

دست مبارک میں پکڑے ہوئے تھے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا اور زبان مبارک سے الحمدللہ کہکر اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر پھراے اور فرمایا کہ تم جیسے شخص سے ہی کچھ کام نکل سکتا ہے۔ کوئی شخص شاخ لگاتا ہے تو کسی امید پر لگاتا ہے۔ پس مجھے تم سے ہر طرح کی توقع ہے۔ غرضکہ اس واقعہ کا ذکر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ بارہا وعظ و تلقین کی مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔

وصال مرشد اس واقعہ کے بعد جمعہ کی رات اٹھارویں ماہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں حضرت شیخ نصیرالدین محمود اودہی چراغ دہلوی قدس سرہٗ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن حضرت ممدوح کی عمر شریف اسوقت بیاسی سال کی تھی۔

شجرۂ خلافت۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی الحسنی گیسودراز قدس سرہٗ خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ نصیرالدین محمود اودہی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودہنی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام حاجی شریف زندنی کے جو خلیفہ تھے خواجہ احمد چشتی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ناصح الدین کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ناصرالدین کے اور یہ خلیفہ تھے شیخ الاسلام ابو یوسف چشتی کے اور آپ خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ رکن الدین ابو محمد چشتی کے اور آپ کو خلافت شیخ الاسلام خواجہ ابو احمد ابدال چشتی سے تھی جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علوی دینوری کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ امین الدین ابو ہبیرۃ البصری کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ سدیدالدین حذیفۃ المرعشی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام سلطان ابراہیم ادہم البلخی

کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ فضیل ابن عیاض کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ابوالفضل عبدالواحد ابن زید کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ حسن البصری کے جو خلیفہ تھے شیخ الشیوخ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے اور آپکو خلافت طیبہ حضرت سراج المرسلین تاج الانبیاء حبیب رب العالمین سلطان دوجہان سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے حاصل تھی ۔

تکمیل ولایت ۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہ کے رحلت فرمانے کے بعد آپ کی ولایت چار شخصوں میں منقسم ہوئی ۔ ایک صوفی یعنی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ تھے ۔ دوسرے صندوق ساز ۔ تیسرے کلال اور چوتھی ایک عورت تھی ۔ اور جب ان تینوں آخر الذکر نے رحلت کی تو ہر ایک کی ولایت یکے بعد دیگرے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملتی گئی ۔ بالآخر کل ولایت آپ ہی کو ملگئی ۔

ارشاد و تلقین ۔ حضرت شیخ الاسلام کی سوم کی فاتحہ ہونے کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سجادہ نشین اور مسند ولایت پر جلوہ فرما ہوئے اور لوگوں سے بیعت لینے اور طالبان حق کو تلقین وارشاد فرمانے میں مشغول ہوئے ۔

وجہ ترک دہلی و ورود گلبرگہ ۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو جب معلوم ہوا کہ دہلی میں عنقریب ایک ایسی آفت نازل ہونے والی ہے کہ جسکا دفع کرنا مشکل ہوگا تو تمام لوگوں کو علی الاعلان فرمادیا کہ اس شہر میں بہت جلد ایک بلا نازل ہوگی اکثر لوگ تلف ہوں گے بہت کم گھر باقی رہ جائینگے ۔ اس بلا سے بھاگو ۔ اگرچہ کہ حضرت کو یہ بات لوگوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہیئے تھا ۔ مگر اس موقع پر آپ نے عام طور پر خاص وعام وضیع وشریف کو خبردار کردیا تاکہ وہ کسی دوسرے شہر میں اقامت اختیار کریں اور اس بلا سے نجات پائیں ۔ غرضکہ ایسا ہی ہوا ۔ جو لوگ کہ آپ کے فرمانے پر عمل پیرا ہوے اور دوسرے مقامات میں چلے گئے وہ تو سلامت رہے اور جو نہیں گئے وہ مغلوں کے ہاتھ نہایت درجہ خراب وتاراج ہوگئے پانچ روز تک امیر تیمور کی سپاہ نے دہلی میں قتل عام کیا ۔ بیشمار لوگ

تہ تیغ ہوگئے۔ اسوقت جبکہ مغل ایک دروازہ سے دہلی میں داخل ہوے تو دوسرے دروازہ سے ۷ ربیع الاول ۸۰۱ھ ہجری میں حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی بیوی بچوں سمیت نکل کھڑے ہوے اور سیدہے بہار میں پہنچے۔ وہاں ملک محمد علی افغان اور مولانا بہاء الدین دونوں مریدین حضرت موجود تھے انہوں نے قصبہ میں مکانوں کو خالی کراکے حضرت کو اتارا۔ حضرت نے وہاں چند روز اقامت فرمائی اور مولانا بہاء الدین کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا تاکہ جو کوئی حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہونا چاہئے اسکو منجانب آپ کے مرید کرے اور وہاں سے ۱۵ ماہ ربیع الآخر سنہ مذکور کو ایک فرمان بجانب علاء الدین گوالیری جو مرید صادق و تارک دنیا و شاغل و عالم باعمل تھے اور تقریبًا دس سال کے قبل دہلی میں حضرت کی صحبت بابرکت میں رہکر ارشاد و تلقین سے بہرہ یاب ہو چکے تھے اور حسب الحکم حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ گوالیار میں رہتے تھے تحریر فرمایا۔ اور اپنے آنے کی اطلاع کی اور ۲۰ ماہ مذکور کو بہار سے گوالیار کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک گنجان بن تھا۔ اس بن میں بہت سے اہل ہنود جمع تھے اور قریب تھا کہ وہ کوئی ہنگامہ برپا کریں۔ حضرت کے ہمراہی بہت تھوڑے تھے اور اکثر متقی و پرہیزگار اور کسی لڑائی جھگڑے کے کام کے نہ تھے اس لئے انپر اہل ہنود کا خوف طاری ہوا۔ انہوں نے تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید شروع کی۔ اتنے میں دفعتہً ایک فوج سمت گوالیار سے نمودار ہوئی۔ حضرت کے ہمراہی اسکو دیکھکر اور بھی ہراسان ہوے اور خیال کیا کہ ہندوؤں کی مدد کے لئے اور لوگ آرہے ہیں۔ جب فوج نزدیک آئی اور فوج کے لوگوں کی نگاہ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو ہر ایک شخص اپنے گھوڑے سے اتر کر حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آگے سربسجود ہوا۔ حضرت کے ہمراہ مخدوم زادگان رضی اللہ عنہم و سید ابو المعالی ۔۔۔۔ و مولانا محمد معلم و مولانا شیخو و سید تاج الدین و مولانا

محمد وغیرہ تھے۔ سبھوں نے پہچانا کہ مولانا علاء الدین گوالیری اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ یہ دیکھکر سب خوش ہوئے ہندو مغموم و مایوس واپس ہو گئے۔ بائیسویں ماہ مذکور کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گوالیار میں تشریف لائے۔ مولانا نے اپنا مکان جو پہلے ہی سے خالی کرا دیا تھا آپ اس میں فروکش ہوئے اور مولانا نے سب لوگوں کی اوس روز بڑی دھوم سے دعوت کی۔ دوسرے دن ایک فرد جس میں اپنا اور اپنے فرزند و فرش وغیرہ کا نام درج تھا حضرت کی خدمت میں پیش کر کے دست لستہ عرض کی کہ حضور کو حضرت کی ہم خانہ زاد حاضر ہیں۔ ہمکو فروخت کر کے زر بیع اپنے تصرف میں لائے۔ اور جسقدر بردے۔ گھوڑے۔ غلہ۔ روپیہ کتب وغیرہ گھر میں موجود تھے سب کچھ پیش کر دیا۔ اور مصر ہوئے کہ یہ ساری نذر قبول ہو۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نقدی۔ غلہ۔ گھوڑی اور کتب قبول فرمایا اور مولانا مذکور کے حال پر بہت نوازش مندول کی۔ بغل میں لیکر اپنا سینہ انکے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ تمہارے بچے گویا میرے بچے ہیں مولانا ابو الفتح فرزند مولانا علاء الدین امیر تیمور کے حملہ کے دو سال قبل ہی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو چکے تھے۔ یہاں تجدید بیعت کی۔ یہاں کے لوگ بھی حضرت کو وہیں اقامت فرمانے کے لئے مصر ہوئے مگر حضرت نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں پر کوئی آفت آسمانی نازل ہونے والی ہے تم لوگ خود ہی یہاں سے چلے جاؤ تو اچھا ہے اور مجھے مت روکو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کافروں نے گوالیار پر اپنا قبضہ کر لیا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ستر ہویں ماہ جمادی الاخر سنہ مذکور میں گوالیار سے بہاندیر کی طرف روانہ ہوئے اور اسی روز مولانا علاء الدین کو جامۂ خلافت عطا فرمایا۔ اور مولانا حمید الدین مفتی دہلی جو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اور اسوقت وہاں موجود تھے اُن سے پروانۂ خلافت لکھوایا۔ مولانائے موصوف نے اسوقت عرض کی کہ اتبک حضرت نے

کسی کو خلافت نہیں دی۔ ہنوز صاحبزادوں کو بھی اجازت نہیں عطا ہوئی ہے۔ پھر مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت کیوں دیجاتی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اے مولانا حمید۔ کیا میں اپنے اختیار سے نہیں خلافت دیتا ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مولانا علاء الدین کو خلافت دوں۔ اگر میں اپنے اختیار سے دیتا تو پہلے اپنے فرزندوں کو خلافت دیتا۔ مولانا حمید نے جب یہ بات کلہکر بار کیا تو حضرت خواجہؒ نے اسپر اپنے دستخط ثبت فرماکر مولانا علاء الدین کے حوالہ کیا اور وہاں سے نکلکر بہاندیر آئے۔
بہاندیر میں وہاں کے عامل نے جن کا نام مظفر خاں تہا حضرت کا استقبال کیا۔ یہاں مولانا ذو الفقر نامی ایک دانشمند بزرگ رہتے تھے شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ بھی ایک مرید تھے اُن کے سب فرزند اور وہاں کے بہت سے دیگر لوگوں نے حضرت قبلہ سے بعت کی۔ حضرت قبلہ بہاندیر میں چندے قیام فرماکے ایرچہ میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر بہت سے لوگ جنمیں شہزادے۔ علماء۔ مشائخ وغیرہ بھی تھے حضرت کے استقبال کے لئے آئے اور حضرت کو لے گئے۔ وہاں سید اکرام سید مہمان۔ مولانا امیر الدین۔ قاضی برہان الدین۔ سید احسن اور اور بہت سے لوگ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مرید ہوے اور خوندمیر سلیمان خاں پسر شیخ الاسلام ایرچہ بھی اپنے بہائیوں کے ساتھ حضرت کے ارادتمندوں میں شریک ہوے حضرت خواجہؒ وہاں بھی چندن قیام فرماکر وہاں سے چھترہ گئے۔ یہاں بھی بہت سے لوگ حضرت کے مرید ہوئے جنمیں قاضی اسحاق۔ محمد رکن مفتی چھترہ اور ان کے بہائی قاضی سلیمان اور ان کے بھی بہائی۔ قاضی القضاۃ۔ قاضی منہاج مدرس اور وہاں کے حاکم کے فرزند بھی شریک تھے۔ وہاں سے حضرت چندیری گئے۔ وہاں حضرت شیخ نصیر الدین پسر حضرت خواجہ یعقوب چندیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپکا استقبال فرمایا اور اپنے مکان میں ٹھرایا۔ وہاں بھی بہت آدمی آپ کے مرید ہوے۔ وہاں سے روانہ

ہو کر آپ بروده گئے۔ سنہ ۸۱۰ ہجری کی شب عید الفطر میں آپ بروده پہنچے۔ وہاں آدم خاں اور ان کے بیٹے اور دیگر لوگوں نے حضرت کی بڑی خاطر کی۔ ظفر خاں اور ستار خاں نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت معہ اخراجات بھیجدی۔ حضرت وہاں چند دن مقام فرما کر ماہ ذیقعدہ میں کمبایت گئے۔ ظفر خاں۔ پانچ سات کوس تک حضرت کے ہمراہ گیا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ چند روز علاقہ گجرات میں رہے اور بعدہ بروده میں واپس تشریف لا کر وہاں سے سلطان پور ہوتے ہوئے دولت آباد گئے۔ دولت آباد میں اپنے والد ماجد کی زیارت کی۔ زیارت سے فارغ ہو کر دولت آباد (دیوگیر) میں اقامت فرما تھے اسوقت وہاں کا طرفدار حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور سلطان فیروز بہمنی بادشاہ گلبرگہ کا پیام لایا کہ بادشاہ فیروز بہمنی آپکی قدمبوسی کا عرصہ سے مشتاق ہے آپ کی تشریف آوری باعث فتوح و برکت سمجھتا ہے چونکہ اب وہ کفار پر فوج کشی کے لئے گیا ہوا ہے اس لئے حاضر خدمت نہو سکا۔ یہ سنکر حضرت خواجہؒ نے گلبرگہ آنے کا قصد فرمایا۔ سلطان فیروز نے جب یہ خبر سنی تو بیحد خوش ہوا اور لشکرگاہ سے آکر اثنائے راہ میں حضرت سے ملا اور قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ اوس کے بعد عرض کی کہ شہر گلبرگہ میں چلکر سکونت اختیار فرمائے حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسوقت مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری گذارش قبول کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ عمر تیری بہت کم رہ گئی ہے پس اگر میں گلبرگہ میں رہوں اور تو ہی نہو تو مجھے کیا آرام ملیگا۔ یہ سنکر سلطان فیروز کے منھ سے بے ساختہ نکلا کہ اگر میری عمر بہت کم باقی ہے تو حضرت چاہیں تو خدا سے دعا فرما کے عمر میں ترقی دلا سکتے ہیں۔ جب بادشاہ نے یہ کہا تو حضرت نے فرمایا بہتر ہے آج رات میں مشیت ایزدی معلوم کر لیتا ہوں۔ کل آ تجھے جواب دونگا سلطان وہاں سے اسوقت روانہ ہوا اور دوسرے دن صبح میں پھر حاضر خدمت ہوا اور پابوس ہو کر

حضرت کے آگے مودب بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد کیفیت شب دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے رات میں تیری زیادتی عمر کے لئے دعا کی۔ میری دعا مستجاب ہوئی تیری عمر میں حق تعالیٰ نے ۲ سال کا اضافہ کیا۔ میری زندگی کے لگ بھگ تو بھی زندہ رہیگا۔ سلطان نے جب یہ مژدہ سنا تو پھر حضرت کا قدمبوس ہوا اور عرض کیا کہ اب تو شہر کی طرف قدم رنجہ فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا بہتر۔ تم آگے چلو میں بعد میں آتا ہوں پس وہاں سے پرگنہ بیمگل میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پہونچے۔ وہاں سے بیڑ میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت شیخ صلاح عرف باباکوچک رہتے تھے اون سے ملاقات کی۔ اس کے بعد الند پہنچکر حضرت لاڈلے مشائخ صاحب انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت فرمائی اور وہاں سے حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوے حسن آباد سے ایک کوس پر راہ میں پلاپور ایک مقام تھا۔ اس جگہہ میاں رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ علیہ مجذوب رہتے تھے۔ جب اس مقام پر پہونچے تو مجذوب موصوف کی خدمت میں جاکر دو جیتل[1] پیش کئے اور دو گھنٹہ تک وہاں کھڑے رہے بعد دو گھنٹوں کے مجذوب موصوف نے جیتل مذکور قبول فرماکر شہر میں جانے کی اجازت دی۔ جب شہر میں داخل ہونے لگے تو شہر پناہ کے قریب زچابی ایک صالحہ کا مقبرہ تھا وہاں کی زیارت کرکے ایک جیتل قبر کے نزدیک رکھکر فاتحہ پڑھی اور آگے بڑھے اور وہاں سے روضۂ منورہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ میں جاکر اپنی امانی نعمت حاصل کرنے کے بعد اُس مکان میں جو اَب خانقاہ کہلاتا ہے اور جسکو بادشاہ نے آپ کے قیام کے لئے تجویز کر رکھا تھا مقام فرمایا۔ اور بائیس سال تک گلبرگہ ہی میں سکونت پذیر رہے ؎

دو سال و بست در گلبرگہ بودند	در کشف و کرامات را کشودند

[1] جیتل ڈبل پیسہ کا نام ہے جو وزن میں سوا دو تولہ ہوتا تھا۔ یہاں درگاہوں میں ابتک جیتل نذر کرنیکا رواج ہے اور وہ تقریباً دو ماشہ چاندی یا سونے کا ہوتا ہے۔

سلطان فیروز بہمنی سے ناراضگی۔ نقل ہے کہ جسوقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ میں تشریف لائے اُسوقت سلطان فیروز گلبرگہ میں نہیں تھا مہم پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے فرزند حسن شاہ اور وزیر خواجہ جہاں اور مولانا حسن کو آپ کی خدمت میں بدیں التماس روانہ کیا کہ میں کفار سے جنگ کر رہا ہوں اور اسوقت محاصرہ پر ہوں۔ اگر حضرت کی قدمبوسی کے لئے آونگا تو کفار کی یورش کا اندیشہ ہے۔ اہل اسلام کی ہمدردی مجھ سے بھی بڑھکر جناب کو ہے پس زیادہ کیا عرض کرسکتا ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایطرح حضرت کی خدمت میں عرض کی آپنے جب سب کچھ سنا تو جواب دیا کہ تم بادشاہ سے کہدو کہ حقتعالیٰ نے اس ملک کو میرے حوالے کردیا ہے جب تک کہ بادشاہ مجھسے بہ اخلاص پیش آئیگا۔ اُسوقت تک یہ ملک اُس کے قبضۂ تصرف میں رہیگا۔ اور پیام آور دلیہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اگر تم لوگ بھی مجھسے موافق رہو گے تو تم کو بھی ملک سے جانے نہ دونگا۔ غرضکہ ان لوگوں نے وہاں سے واپس ہوکر جو کچھ حضرت نے ارشاد فرمایا من وعن بادشاہ سے عرض کردیا۔ سلطان فیروز نے اسی بموجب حضرت کی خدمت گذاری میں مدت تک کوتاہی نہیں کی مگر اخیر میں بعض خطائیں اس سے سرزد ہوئیں اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عتاب میں پڑا۔ اور سلطنت اس کے بھائی پر منتقل ہوئی جسکے بعض وجوہ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

اسباب ناراضگی۔ نقل ہے کہ میاں کلمۃ اللہ عرف کہتو میاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے نواسہ بی بی بتول قدس سرہا صاحبزادی دوم کے فرزند تھے۔ حضرت کو آپ سے محبت خاص تھی ہمیشہ اپنا اگال دیا کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ شہید ہوں گے۔ آپ اکثر بادشاہ کے ہاں راگ سننے کے لئے پوشیدہ جاتے تھے۔ یہ امر بادشاہ کے ناگوار خاطر ہوا اور اس نے آپ کو مروا ڈالا۔ حضرت خود اپنی زبان سے فرماتے تھے کہ بادشاہ نے مروا ڈالا جب ان کے مارے جانے کی خبر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کو پہنچی تو خود بنفس نفیس

آپ کی نعش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک مقام ضرب پر پھیرا تو کمتو میاں رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھ بیٹھے ۔ حضرت نے سب حال ان سے معلوم کر لینے کے بعد ان کو پھر لٹا دیا تا کہ شرع میں کوئی رخنہ نہ پڑے ۔ اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور سلطان فیروز کو کہلا بھیجا کہ تھوڑی سی زمین ہمارے لئے دے سلطان نے استفسار کیا کہ جس قصبہ کی خواہش ہو مطلع کیا جاؤں فوراً مدد کر دیا جائیگا ۔ حضرت نے کہلا بھیجا کہ مجھے قصبہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ صرف تھوڑی سی جائے شاہی قبرستان میں ہمارے قبروں کے لئے دی جائے ۔ پس اسی وقت سلطان نے فرمان لکھکر بھیجدیا ۔ دوسرے روز کمتو میاں کو وہاں دفن کیا ۔ چند دنوں کے بعد جب حضرت رضا خاتون قدس سرہا جو حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی تھیں رحلت فرمائی تو ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا ۔

تبدیل مقام سکونت ۔ نقل ہے کہ جب فیروز شاہ نے اپنے بیٹے حسن خاں کو ولی عہد کیا اور حضرت کی خدمت میں اس کے حق میں دعائے خیر کرنے کے لئے عرض رسا ہوا تو آپ نے اس کو صاف جواب دیدیا کہ خدا تعالی نے تاج شاہی تیرے بعد تیرے بھائی احمد خان خانخاناں کی قسمت میں رکھا ہے اس لئے اوروں کے واسطے کوشش کرنی بے سود ہے ۔ بادشاہ یہ جملہ سنکر رنجیدہ ہوا اور محلسرائے میں آنے کے بعد کہلا بھیجا کہ خانقاہ آپ کی قلعہ سے بہت نزدیک ہے ۔ خانقاہ میں آدمیوں کا ہجوم کثرت سے اور شور و غل بہت رہتا ہے ۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ شہر سے باہر اقامت فرمائیں ۔ چنانچہ اسی بناء پر آپ خانقاہ سے اٹھکر اس جگہہ اقامت گزین ہوئے ۔ جہاں اسوقت آپ کی درگاہ شریف ہے ۔

سدیا گرد کا واقعہ اور تعمیر قصر سکونت نقل ہے کہ ایک روز علی الصباح حسب وصیت حضرت شیخ الاسلام شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ آپ بجانب شرق اقامت کی

جگہہ تجویز کرنے کی غرض سے دست مبارک میں عصا لیکر چہل قدمی فرماتے ہوے اس مقام پر پہنچے جہاں درگاہ شریف ہے ۔ یہ جگہہ حضرت کو بہت پسند آئی۔ یہاں پر ان دنوں سِدیا نامی اہل ہنود کا ایک کامل گرد رہتا تھا جسکو اعلیٰ درجہ کا استدراج حاصل تھا ۔جب اسکی نگاہ حضرت پر پڑی تو اپنی قوت استدراج سے دریافت کرکے حضرت سے بیان کیا کہ مجھے آپ کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ نظر آرہا ہے ۔ حضرت نے جواب دیا بے شک میرا دل تو صاف مثل آئینہ کے ہے مگر یہ نقطہ تیرے کفر کی سیاہی ہے جو تجھکو نظر آرہی ہے اس جواب سے خفیف ہوکر اپنے اظہار کمال کی غرض سے وہ کبوتر بنکر فلک سیر ہوا اور بیرون بہشت کے انار توڑکر لانے کی کوشش کر رہا تھا اتنے میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے بھی جو باز بنکر اس کے تعاقب میں پرواز فرمائی تھی وہاں پہنچے کبوتر باز کو دیکھتے ہی سہم گیا اور لوٹ آیا مگر حضرت انار بہشتی لیکر اس کے واپس پہنچنے کے قبل ہی اپنی جگہہ پر آکر بیٹھ گئے ۔جب وہ آیا تو قدرے ساکت رہا اور اس کے بعد اسطرح حضرت سے بیان کیا کہ میں نے جنت تک پرواز کیا تھا اور آپ کو لا دینے کے لئے بہشتی انار توڑنا چاہتا تھا دفعتاً ایک باز نمودار ہوا جس کے دیکھتے ہی مجھپر ہیبت طاری ہوئی اور حواس باختہ ہوکر بے نیل مرام واپس ہوگیا ۔ حضرت جب اس کا یہ سب بیان سن چکے تو انار جو آپ لائے تھے اسکو دکھلایا اور پوچھا وہ انار یہی تو نہیں ۔ سدیا ان کو دیکھکر بہت متحیر ہوا اور حضرت کا قدمبوس ہوکر عرض کیا کہ آفتاب کے مقابلہ میں چراغ کو کیا فروغ ہوسکتا ہے یہ جگہہ آپ ہی کو مبارک رہے میں خود یہاں سے چلا جاتا ہوں کہتا ہوا وہاں نکلکر سنور کے پہاڑ دں میں چلا گیا اور جاتے وقت اوس نے درخواست کی تھی کہ اس عقیدت مند کو فراموش نہ فرمائے ۔چنانچہ اب تک عرس شریف کے روز مزار مبارک کے پاسی پھول اور شب کا بچا ہوا تیل اس کے دیول کو بھیجدیا جاتا ہے پوجاری آکر لیجایا کرتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد سے حضرت یہیں اقامت فرما ہوے سلطان

احمد بہمنی برادر فیروز شاہ نے جو حضرت کا بہت معتقد تہا اپنے بہائی سے درخواست کرکے مخفی طور بر روپیہ بہجوا کر ایک رفیع الشان مکان وہاں تیار کرادیا اور حضرت اس میں رہنے لگے ۔ چنانچہ یہ مکان تاحال موجود ہے ۔

بادشاہ کو شکست | نقل ہے کہ بادشاہ کی عادت تہی کہ حضرت کی قدمبوسی کے لئے ان دو وقتوں میں ضرور آتا ۔ ایک تو لشکر کے ہمراہ ملک سے باہر جانے کے وقت اور دوسرا مہم سے واپس آنے کے وقت ۔ ایک روز سلطان فیروز بہمنی نے کسی مہم پر جاتے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا و استمداد کی درخواست کی اور وہاں سے واپس ہوکر حضرت جلال متوکل رحمۃ اللہ علیہ جو ایک درویش یہاں رہتے تہے ان کے پاس گیا ۔ اور ان سے بہی دعائے نصرت وفتح کا خواہاں ہوا ۔ جب حضرت خواجہ ماقدس سرہ کو یہ کیفیت پہنچی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا الحمد للہ کہ بار میری گردن سے اتر گیا ۔ اس کیفیت کی اطلاع بادشاہ کو بہی ہوئی تو اوس نے سنتے ہی خواص کے ہاتہ کہلا بہیجا کہ میرا بار حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ پر ہی ہے ۔ کیونکہ میں جب حاضر خدمت ہوکر وہاں سے واپس ہونے لگا جلال متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا مکان رستہ ہی میں تہا اس سے ان سے بہی ملاقات کرلی ۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے اُسوقت صاف طور پر فرمایا کہ اب اگر بادشاہ خود فوج کشی کریگا تو ہرگز اسکو کامیابی نہوگی ۔ البتہ اس کے بہائی احمد خاں خانخاناں کو سردار لشکر بناکر بہیجے تو ضرور فتح ہوگی ۔ مگر بادشاہ نے حضرت کی بات نہ مانی اور خود فوج لیکر کفار پر چڑھائی کی ۔ شروع میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ۔ بادشاہ نے اسوقت چند غلام و اسپ و گاؤ و تحائف وغیرہ حضرت کی خدمت میں بہیجے حضرت نے اس کو دیکہکر فرمایا کہ واپس لیجاؤ ۔ بادشاہ کا جی جسکو چاہے اُسے دیدیوے مجہے ضرورت نہیں ابہی کیا ہوا ہے کام آگے ہے ۔ غرضکہ حضرت نے بادشاہ کے تحائف پہیر دئے ۔ قبل ازیں بادشاہ نے قلعہ پانگل کے تسخیر کا ارادہ کیا اور اپنی بے شمار فوج لیکر اسکا محاصرہ کیا

مگر آفات سماوی بادشاہی افواج پر ایسی نازل ہوئیں کہ بہت لوگ مر گئے اور بہت سے بھاگ گئے۔ ہنود اس موقع کو غنیمت جانکر یکبارگی حملہ آور ہوے بادشاہ کی فوج پسپا ہوکر فرار ہوئی۔ فیروز شاہ بھی بے نیل مرام شکست کھا کر واپس آیا۔

سلطان فیروز کو حضرت کی بد دعا اور احمد خان خانخانان کی تخت نشینی

نقل ہے کہ ایک طالب علم خوش آواز کسی جگہہ سے شہر گلبرگہ میں آیا تھا۔ سلطان کو اس کی خبر لگی۔ اُس نے حکم دیدیا کہ جمعہ کے دن فلاں شخص سے جو نیا آیا ہوا ہے خطبہ پڑھایا جاوے۔ غرضکہ اس جمعہ کو اسی طالب علم نے خطبہ پڑھا اور بادشاہ نے اُس کی قرارت کو بہت پسند کیا اور خوش ہوکر اسے انعام سے سرفراز کیا۔ جو خطیب کہ ہمیشہ سے خطبہ پڑھتا تھا اُس نے خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے اپنی خدمت سے باز رکھا ہے۔ حضرت کو اُس قدیم خطیب کی حالت پر رحم آیا۔ اپنے سلطان فیروز کے نام شقہ لکھا کہ قدیم خطیب سے ہی گو کہ وہ خوش آواز نہیں ہے خطبہ پڑھائے کیونکہ خطابت فضیلت کا کام ہے۔ اس میں صرف خوش آوازی کفی نہیں ہے۔ بادشاہ نے اس شقہ پر کوئی التفات نہیں کیا۔ دوسری جمعہ کو پھر اسی خوش آواز طالبعلم سے خطبہ پڑھایا اور قدیم خطیب کو موقوف کردیا۔ خطیب موقوف شدہ نے پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض حال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر کچھہ مضائقہ نہیں۔ اُس نے تجھکو خطابت سے معزول کیا اور ہم نے اسکا نام خطبہ ہی سے نکال دیا۔ اور اسیطرح بادشاہت سے بھی اسکو علیحدہ کیا اور سلطنت سلطان احمد کو دیدی۔ یہ خبر سلطان فیروز کو پہنچی۔ اس کے مشیروں نے اس کو صلاح دی کہ احمد خان خانخانان ہمیشہ حضرت کی خدمت گزاری کرتا ہے اور انہی کی صحبت میں رہتا ہے اسی وجہ سے حضرت اسکو چاہتے ہیں اور اس کی نسبت اسطرح فرماتے ہیں اسلئے بہتر تو یہی ہے کہ احمد خان کو جو تخت سلطنت کا دعویدار ہے قلعہ میں قید کریں اور وہیں اسکو مرواڈالا جاوے۔

سلطان پیروز نے اس مشورہ کو منظور کیا۔ ناگاہ یہ کیفیت احمد خاں کو بھی معلوم ہوئی۔ وہ ہراساں ہو کر اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب واقعہ بیان کر کے استمداد کا خواہاں ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈر مت۔ تو بلکہ تیرا بیٹا دونوں ضرور بادشاہ ہو نگے یہ فرما کر اپنا عمامہ اتار کر اس کے دو حصہ کئے ایک حصہ باپ کو اور ایک حصہ اوس کے بیٹے کو جو اوس کے ہمراہ تھا دیا۔ وہ دونوں حسب الحکم عمامہ باندھ کر حضرت کی اجازت سے بسمت ہمناباد فرار ہو گئے اور وہاں فوج فراہم کر کے دیہات و قصبات پر اپنا قبضہ کرنا شروع کیا جب بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُن کے مقابلہ کے لئے شاہی فوج روانہ کی گئی۔ احمد خاں نے اس فوج کو شکست دی۔ جب سلطان فیروز کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی سلطنت احمد خاں کے تفویض کر دینا چاہا۔ ارکان دولت نے عرض کی کہ جہاں پناہ سے احمد خاں کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سلطانی فوج وخزانہ بیشمار ہے کبھی اسکو اس حالت میں فتح نصیب نہیں ہو سکتی۔ پھر کیوں بلا مقابلہ احمد خاں کو سلطنت دینے کا ارادہ فرما لیا گیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ آخر شب میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا گذر ایک مجلس میں ہوا جسکے صدر انجمن حضرت رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ اس مجلس میں آنحضرت کے یار و اصحاب و حضرت غوث الاعظم اور حضرت مخدوم سراج الدین جنیدی و قطب الاولیا حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہم موجود ہیں۔ میں اس مجلس میں مودبانہ کھڑا تھا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ مجھ سے ناراض ہو کر نور ایمان سے مجھے بے بہرہ فرمانے آمادہ ہیں۔ ایسے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے فیروز کیا تو سلطنت چاہتا ہے یا میرا دین۔ میں نے عرض کیا کہ دین محمدی مجھے قبول ہے سلطنت وو رونہ کی مجھے پرواہ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ شاہی ترک کر اور میرے دین پر قائم رہ چنانچہ میں نے آنحضرت صلعم سے اس امر کا اقرار کر لیا ہے۔ پس اب پھر بادشاہی کسطرح

کرسکتا ہوں۔ اس لئے برادر احمد کو طلب کرتا ہوں۔ یہ کہکر ایک بزرگ کو جو نہایت متدین اور معتبر مشہور ہے احمد خاں کے پاس بھیجکر اس کو اپنے پاس بلایا اور جب احمد خاں آیا تو بادشاہ فیروز تخت سلطنت اسکے تفویض کرکے آپ خانہ نشین ہوگیا۔ احمد خاں بھائی کی جگہہ پر بادشاہت کرنے لگا۔ جس وقت احمد خاں تخت نشین ہوا تو حسب دستور سلاطین سابقہ تخت پر بیٹھنے کے قبل روضہ قطب الاقطاب مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ میں آکر یہاں خواجہ شیخ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ سے پارچہ ۳ عدد یعنی پیراہن و دستار و کمر بند حاصل کرکے حضرت قطب الاولیا بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا اور ایک لاکھہ روپیہ کی جاگیر حضرت کے مصارف خانقاہ وغیرہ کے لئے وقف کردی جو ابتک جاری ہے۔ تواریخ میں مذکور ہے کہ سلطان احمد شاہ بخلاف سابق سلاطین بہمنیہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے روگرداں ہوکر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا مرید ہونا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ بہا تیری قسمت میں مرید ہونا نہیں لکھا ہے۔ پس وہ بعد میں حضرت نعمت اللہ شاہ ولی رح کا مرید ہوا۔ مگر شاہ صاحب کا مرید ہونے کے بعد ہی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نسبت اسکا جو حسن ظن تہا وہ علی حالہ رہا۔

خیال سید محمود واعظ النسبت خواجہ صاحب قدس سرہٗ

نقل ہے کہ ایک روز سید محمود واعظ جو ایک کامل بزرگ تہے سلطان احمد شاہ بہمنی سے ملنے گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ نے تو حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رح کو بہی دیکھا ہے۔ ان کو کیسا پایا سید محمود نے کہا کہ وہ مرد باغباں ہے۔ بعدہٗ بادشاہ نے خواجہ ما رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بہی دریافت کیا تو سید محمود نے جواب دیا کہ وہ عشق الہی کا ایک درخت ہے جسکی جڑیں زمین میں جاچکی ہیں اور شاخیں آسمان سے ملی ہوئی ہیں۔ جو کوئی آتا ہے وہ اس درخت کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور اس کا پہل کہاتا ہے اور بہت کچہہ تمہیدیں اٹہاتا ہے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کو اگرچہ یہ بات

خوش نہ آئی لیکن چونکہ اعتقاد اس کا اپنے پیر سے بھی زیادہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینیؒ
تھا۔ لہذا خاموش رہ گیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ سنکر سلطان احمد شاہ بہمنی سخت رنجیدہ
ہوا اور سید محمود واعظ کو جلاوطن کیا۔ واعظ موصوف نے شہزادہ سے کہا کہ خیر ایک ماہ
کے بعد مجھے بلالینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ماہ کے بعد سلطان مرگیا۔ اس کا بیٹا سلطان
علاء الدین ثانی بہمنی تخت نشین ہوا تو سید محمود واعظ کو پھر واپس بلالیا۔ جب سوار شہر
کے قریب پہنچی تو خود پیشوائی کے لئے جاکر اون کی پالکی کا ڈنڈا اپنے کندھے پر لے کر آیا۔

کشف و کرامات۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ جب اپنی والدہ ماجدہ
رحمتہ اللہ علیہا کے بطن مبارک میں تھے اسوقت سے ہی آپ کے کرامات ظاہر ہونے
لگے۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ ہنوز میں اپنی والدہ کے بطن مبارک میں تھا کہ میری بڑی ہمشیر کا انتقال
ہوگیا والدہ کو اُس لڑکی سے بڑی الفت تھی۔ اُس کے مرنیکا انہیں بہت رنج و قلق ہوا۔ شدت غم میں بیقرار ہوکر
رونے اور زور زور سے اپنا پیٹ پیٹنے اور سب مجھے کوسنے لگیں۔ اسکو میں محسوس کرتا تھا اور بہت ناخوش ہوتا تھا
بلکہ جی میں آتا تھا کہ کہدوں کہ اے اماں کیا تم نے خالق کو فراموش کردیا۔ مگر خاموش
رہا کہ مبادا کوئی فتنہ قائم ہوجائے۔ چنانچہ بعد میری ولادت کے والدہ کے دوہتڑ کے نشان
اسوقت تک میرے جسم پر نمایاں تھے۔ جسکو سب لوگوں نے دیکھا۔ اور حضرت یہ بھی فرمایا کرتے
تھے کہ گو اب میری ضعیفی کا عالم ہے مگر بچپن کے کل واقعات ابتک مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے خواجہ احمد وبیروقاضی
راجہ رحمتہ اللہ علیہما نے استفسار کیا کہ حضرت کا لقب صدر الدین ہونیکا سبب کیا ہے
حضرت نے فرمایا کہ ایک روز حضرت پیرومرشد شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس
سرہ سے آپ کے چند مریدان کامل وعالم وعامل وصادق نے عرض کی کہ سید محمد کو ہم سب پر
فوقیت دینے کی کیا وجہ ہے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل علی الصباح
آؤ جواب دونگا۔ یہ لوگ دوسرے روز علی الصباح حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان سب کو

مراقبہ کرنیکا حکم دیا۔ سب لوگ مراقبہ میں گئے اور دیکھا کہ مرتبہ سید محمد رحمۃ اللہ تعالی کا اسقدر اعلی و ارفع ہے کہ سید محمد رحمۃ اللہ تعالی عرش کے کنگروں کے پاس منڈلاتے اور طواف کرتے ہیں۔ سب یہ حالت دیکھکر حیران اور ششدرر ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان سے فرمایا کہ سید محمد کا مرتبہ اس سے بہی اعلی ہے۔ اُن لوگوں نے اسکو بہی دیکھنے کا شوق ظاہر کیا آخر الامر کیا دیکھتے ہیں کہ عرش کے اوپر ایک پر تکلف محل ہے۔ اس کے شہ نشین میں ایک پرتکلف تخت پر ایک پر نور شکل موجود ہے اس تخت کے نیچے کل ارواح اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جمع ہتیں۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہی اس محفل میں تشریف فرماتے۔ ایسے میں ملائکہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید محمد حاضر ہے۔ ارشاد ہوا کہ بلاؤ۔ جب آپ داخل محفل ہوے تو اس پر نور شکل کے ہاتہہ پر آپ کو بیٹہنے کا حکم ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے عرض کی کہ یہ دین محمدی ہے۔ تمام ارواح اولیاء اللہ جبکہ اس کے تحت میں ہیں تو میں کسطرح مافوق رہوں۔ یہ سنکر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو متمکن فرمایا۔ اور ظاہر کیا کہ یہ میرا دین ہے اور تو صدر دین۔ اس کے بعد جملہ ارواح اولیاء اللہ نے استادہ ہوکر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے مصافحہ کیا اور مرحبا کہا۔ جب مریدوں نے یہ حالت بچشم خود دیکہی تو آپ کے بڑے معتقد ہوگئے۔ اور اسوقت سے آپکا لقب زمین و آسمان پر صدر الدین مشہور ہوگیا۔

نقل ہے کہ پہر خواجہ احمد دبیر قاضی راجہ رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت کا لقب گیسو دراز ہونیکا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں پہلے پہل اپنے پیر کے پاس حصول ارادت کے لئے گیا تہا تو اسوقت حضرت شیخ الاسلام بالاخانہ پر تشریف فرماتے۔ میں نیچے دیر تک منتظر کہڑا رہا بعد میں حضرت ممدوح نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سید محمد کو بلاؤ۔ خادم نے آکر دریافت کیا کہ سید محمد کون ہے۔ دو تین شخص جنکا نام سید محمد تہا

اور جو وہاں حاضر و منتظر تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے خادم سے کہا کہ میں ہوں خادم حیران ہوا کہ کس کو بلاکر لیجاؤں۔ اتنے میں میں نے بھی جواب دیا کیونکہ خاموش رہنے میں بے ادبی ہوتی تھی۔ غرضکہ خادم نے واپس جاکر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ دو تین شخص سید محمد نام والے حاضر ہیں۔ ان میں سے کس کی یاد ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سید محمد گیسو دراز کو بلا۔ چنانچہ خادم نے واپس آکر پوچھا کہ سید محمد گیسو دراز کون ہیں اور امتیاز کرکے مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ اسوقت سے میرا لقب گیسو دراز ہوگیا۔

مرۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی پالکی میں بیٹھکر کہیں جارہے تھے۔ پالکی کو مریدوں نے اپنے کندھے پر اٹھایا تھا جنمیں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی شریک تھے۔ گیسوئے مبارک آپ کے جو بہت دراز تھے پالکی کے ڈنڈے میں الجھگئے۔ اور ان میں سے خون نکلنے لگا۔ آپ نے اپنے پیر کے ادب کے لحاظ سے گیسو نہیں سلجھائے اور اسیطرح مسافت بعیدہ قطع کی۔ جب شیخ صاحب قدس سرہٗ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور حسن عقیدت و کمال ادب پر آپ کے آفرین کی اور یہ بیت زبان مبارک پر لائے ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد ⁂ واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

نقل ہے کہ ایک روز جب مولانا علاء الدین الندیؒ کو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ کے پاس مرید کرنے کے لئے لے آئے تو حضرت موصوف نے ان کو مرید کرنے کے بعد فرمایا کہ اے ملک زادے تجھکو میری مصاحبت میں کوئی بات کہنے سننے کا موقع نہوگا۔ مجھے فرصت بہت کم ہے۔ اپنے دوسرے مریدوں کے طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان میں سے کسی کی مصاحبت منظور کر۔ حضرت مولانا اندیشہ میں تھے کہ کیا جواب دوں۔ اتنے میں دوبارہ حضرت نے پوچھا کیا کسی کو انتخاب کیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ ہاں ان سید صاحب کو جن کے گیسو دراز ہیں۔ کیونکہ اس وقت تک

مولانا موصوف حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے اسم شریف سے واقف نہ تھے ۔ حضرت کے گیسو بہت دراز تھے اور زانو تک پہنچتے تھے ۔ اسوقت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے پکار کر فرمایا کہ اے سید محمد گیسو دراز آؤ ملک زادہ کو اپنی صحبت میں رکھو اور جو کچھ کہ میں نے تمہیں تلقین کی ہے وہ ان کو بھی بتلاؤ اس وقت سے مولانا علاء الدین و حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ دونوں کی یک جائی رہی ۔ بہت اتحاد تھا ۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ مشفقہ مولانا علاء الدین قدس سرہٗ کو فرزند پکارتی تھیں ۔

نقل ہے کہ جو کچھ نذر و نیاز حضرت کی خدمت میں گذرتی یا جو کچھ انہیں پیر و مرشد کے پاس سے ملتا یا لنگر خانہ سے کھانے پینے کی چیزیں آتیں وہ سب آپ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دوسروں کی آسایش کو اپنے آرام پر مقدم جانتے تھے ۔ اسی اعلیٰ صفت کے باعث حضرت کے پیر و مرشد نے آپ کو بندہ نواز لقب عطا فرمایا تھا ۔ جو آجتک زبان زد خاص و عام ہے ۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اپنے کاشانۂ فیض سے نکلکر کہیں جارہے تھے ۔ راستہ میں ایک شخص دہلی کی کہنہ جامع مسجد کے پاس قے کر رہا تھا ۔ چاول اور گوشت کے ٹکڑے گرے ہوئے تھے اور ایک کتا جو بالکل تھکا ہوا تھا اسکو کھا رہا تھا مگر شخص مذکور اس کتے کو نہیں نکالتا تھا ۔ راہ رو لوگ اسکی اس مکروہ حرکت کو دیکھکر اُسے گالیاں دیتے تھے ۔ جب وہ شخص قے کر چکا تو وہاں سے اٹھکر تالاب کی طرف روانہ ہوا ۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اس کی پیشانی پر آثار نعمت دریافت کرکے اسکے پیچھے روانہ ہوئے تاکہ اس سے اسکا سبب دریافت کریں ۔ وہ شخص تالاب پر گیا اور خوب غرغرہ کیا اور بعدہٗ دوگانہ ادا کیا اور رو بقبلہ ہو کر بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور خدا کی قسم دیکر پوچھا کہ تیرے چہرے سے آثار نعمت ظاہر ہو رہے ہیں ۔ اب تو صاف صاف بتادے کہ تو کون ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ

جب تو نے خدا کی قسم دی ہے۔ اصل واقعہ ظاہر کرتا ہوں۔ میں ابدال میں سے ہوں۔ میرا نام رکن الدین ہے۔ میں یہاں سے ہزار کوس کے فاصلہ پر تھا۔ حکم ہوا کہ کہنہ جامع مسجد دہلی کے پاس ایک کتا بالکل تھکا ہوا پڑا ہے۔ وہاں جا۔ اسکا رزق تیرے پیٹ میں رکھا ہے۔ تجھکو چاہئے کہ کچھ گوشت اور چاول خرید کر کھائے اور قے کرے تا کہ وہ کتا کھائے۔ پس حسب الحکم بلحاظ ضرورت آیا ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اس ابدال سے دیر تک محبت و اخلاص کی باتیں کیں اور بہت سی چیزیں باطنی شغل کے متعلق اس سے حاصل کیں۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بعض ابدال بھی مرید ہوئے تھے قطب ابدال حضرت شیخ نور الدین بایزاد قدس سرہٗ نے خود فخر الدین جیجو۔ اسفندیار وغیرہ کو آپ کے مرید ہونے کی اجازت دی تھی۔ اس کا واقعہ اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن طواف میں حلقہ ہوا۔ جب لوگ حلقہ سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ اسفندیار وہاں سے غائب ہے۔ تلاش کی گئی تو پتہ لگا کہ ایک مکان کے پاس اس مکان کے دریچہ کو ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سب نے جا کر اُن سے اسکا سبب پوچھا۔ اسفندیار نے بیان کیا کہ اس دریچہ سے ایک ایسی صورت دلفریب چودھویں رات کے چاندکی مانند نظر آئی کہ دل قابو سے جاتا رہا ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ چلنے کی طاقت نہیں ہے اسی وجہ سے بیٹھا ہوا ہوں۔ قطب ابدال شیخ نور الدین بایزاد و سعد الدین قفل شکن و منصور قدس سرہم نے خدا سے التجا کی کہ اسفندیار کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ اسفندیار میرے جمال کا شیفتہ ہو چکا ہے۔ دریافت کرو اس کا اب ارادہ کیا ہے۔ جب اسفندیار سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بس ایک لحظہ کے لئے میرا معشوق میری گودی میں آجائے۔ حکم ہوا کہ ہاتھ پھیلاؤ۔ اسفندیار نے ہاتھ پھیلائے وہی صورت غیب سے پیدا ہوئی اور گود میں بیٹھکر غائب ہو گئی۔ صورت کے غائب ہوتے ہی اسفندیار کو بیقراری شروع

ہوئی ضبط و استقلال جاتا رہا اور تڑپنے لگا۔ وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے کہا کہ سنتے ہیں سید محمد قدس سرہٗ طبیب حاذق ہیں۔ غالباً ان سے اسکا علاج ہو سکے گا۔ اور سب ابدالوں نے باتفاق حضرت شیخ نورالدین بایزاد قدس سرہٗ سے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ سب کے سب سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ کے مرید بنیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ ٹھہرو ہم لوگوں میں چند علامتیں ہیں اگر سید محمد میں وہ ظاہر ہونگی تو میں تم سے کہونگا۔ اسوقت تم جاکر ان کے مرید ہونا۔ یہ کہکر ذکر و مراقبہ میں جو ان لوگوں کا خاصہ ہے مشغول ہوئے ناگاہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تخت بقعہ نور آسمان سے ظاہر ہوا جس میں ایک صورت نہایت حسن و خوش وضع بیٹھی ہے۔ اور اس کے بازو میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ تخت چار شخص اٹھا کر لارہے ہیں۔ ملک الارواح نے ایک چادر ان دونوں پر لاکر ڈالی جب یہ کیفیت شیخ موصوف نے دیکھی تو فرمایا ایک نشانی یہ ہے جو دیکھ چکا اب دوسری دیکھنا چاہئے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ مرکب پر سوار ہیں اور ارواح اولیا آپ کے اطراف ہجوم کی ہوئی ہیں اور ایک روح ان میں سے آگے بڑھکر بہ آواز بلند یہ کہتی ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا اسکو دیکھکر شیخ نورالدین بایزاد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ دوسری نشانی بھی پاچکا۔ پس ابدالوں کو کہا کہ اب جاؤ اور سر اپنا حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے آستانہ مبارک پر رکھو اور مرید ہو جاؤ۔ پس اپنے قطب کی اجازت سے وہ سب ابدال حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکے مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ اجودہن (اودھ) میں ایک روز شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ شیخ منور نواسہ حضرت شیخ موصوف نے آپ کو شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ میں ٹھہرایا تھا۔ ایک روز آپ وہاں ذکر میں مشغول تھے یکایک شیخ منور کے نوکروں سے ایک شخص

وہاں آیا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کا سر مبارک جدا پڑا ہوا ہے اور ہاتھ پیر بھی جدا پڑے ہیں۔ باہر آکر چلانے لگا کہ آؤ۔ دیکھو۔ کہ سید محمد قدس سرہ کو کسی نے مار ڈالا ہے شیخ منور اور بہت سے لوگ بھی دوڑے آئے اور جب وہاں آکر دیکھا تو حضرت صحیح و سالم رو بقبلہ بیٹھے ہوئے ہیں سب یہ دیکھکر خاموش ہو رہے جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو شیخ زادے نے آپ سے اس واقعہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے جواب دیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں یہ نازل ہے کہ وَمَا قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اسکو تجلی کہتے ہیں۔ یہ حکایت اجودہن میں ابتک زبان زد ہے۔

نقل ہے کہ حضرت دوسری مرتبہ جب شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو اسوقت شیخ زادہ منور نے آپ کو حجرہ خانہ شیخ علاء الدین میں ٹھہرایا۔ اُس جوف خانہ میں پریوں کی سکونت تھی جو کوئی شخص وہاں ٹھیرتا۔ اسکو وہاں سے مارکر باہر نکال دیتیں۔ جب حضرت خواجہؒ وہاں ٹھیرے اور رات ہوئی تو آپ مراقبہ میں بیٹھے رہے پریوں نے نکلکر آپ کو دیکھا۔ اور مزاحم ہونے لگیں۔ حضرت اسوقت سر اٹھا کر خفا ہوے اور فرمایا چپ رہتی ہو یا یہاں سے سب کو باہر نکال دوں یہ سنکر کسی نے دم نہ مارا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے مقبول الحضرت شاہ یداللہ حسینی قدس سرہٗ آئے اور دیکھا کہ تمام محاسن مبارک سیاہ ہوگئی ہے اور آپ جوان بنے بیٹھے ہیں مقبول الحضرت شاہ یداللہ قدس سرہٗ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قبولا اسکو تجدد امثال کہتے ہیں۔

نقل ہے کہ جب کوئی حضرت خواجہؒ کی خدمت فیض منزلت میں حاضر ہو کر عرض کرتا کہ فلاں میرا لڑکا یا لڑکی یا ماں یا باپ یا کوئی عزیز یا قرابت دار بیمار ہے اور مرض مہلک

میں مبتلا ہے اُس کے لئے دعا فرمائیے تاکہ اسکو آرام نصیب ہو اور خدا تعالیٰ حیات بخشے تو آپ دیکھئے اگر اُس کی حیات وصحت ہے تو فرماتے جا صحت ہوجائے گی اور اگر نہیں تو فرماتے۔
اے عزیز خدائے تعالیٰ نے مجھے بزرگی عطا فرمائی ہے مگر اپنی خدائی نہیں دی ہے۔
نقل ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ حضرت خواجہ صاحب دہلی سے گوالیار تشریف لے گئے تھے اور شیخ علاء الدین گوالیریؒ کے مکان میں فروکش تھے تو اُس وقت شیخ صاحب کے بھائی مولانا شمس الدین ایک تکلیف شدیدہ میں مبتلا تھے۔حضرت علاء الدین نے حضرت خواجہؒ سے عرض کی کہ ان کے حق میں دعائے خیر کریں تاکہ انہیں صحت ہوجائے۔حضرت نے فرمایا کل آؤ جواب دونگا۔جب دوسرے روز آپ فیضیاب خدمت ہوئے تو خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا مولانا! میں نے تمہارے بھائی کے لئے دعا کی۔حکم ہوا کہ اس کی عمر تمام ہوچکی ہے ابھی دس روز باقی ہیں۔پس مجبوری ہے۔مولانا نے عرض کی کہ پھر تو اون کی مضبوطی ایمان کے لئے دعا کیجئے۔آپ نے جواب دیا کہ اسکے متعلق میں پہلے ہی دعا کرچکا ہوں۔غرضکہ دسویں دن حسب بیان حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ مولانا شمس الدین کا انتقال ہوگیا حضرت اپنے فرزندوں و دوستوں کے ہمراہ ان کے مکان تک پیادہ پا گئے۔اور جنازہ کی نماز میں خود اقامت کی اور خود ہی نے میت کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے میں نے آپ کو سونپا۔یہ فرماکر واپس ہوئے۔سوم کی زیارت کے بعد حضرت مولانا علاء الدین قدس سرہٗ ذکر میں مشغول تھے اس حالت میں اپنے بھائی کو دیکھا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہوا۔ اونہوں نے جواب دیا۔میرا حال برا ہوتا اگر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد نہ فرماتے
نقل ہے کہ جب دہلی میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ رہتے تھے تو اسوقت مولانا حسین آپ کے مرید ہوئے مگر اُن کے بھانجے داماد نے مرید ہونے سے انکار کیا۔بلکہ مولانا سے کہا کہ تم کیوں اُن کے مرید ہوئے۔مولانا نے کہا کہ تم نے حضرت کو نہیں جانا ہے

اگر دیکھو گے تو معلوم ہوگا۔ کہ سید محمد کون ہے انہوں نے کہا بہتر ہے کل ہم تم ملکر جائینگے مگر شرط یہ ہے کہ میں کبہی اُن کے آگے اپنا سر زمین پر نہیں رکہوں گا۔ مولانے کہا کہ مجھے اس میں کوئی اصرار نہیں۔ جس میں مصلحت سمجھو وہی کرو۔ الغرض دوسرے روز مولانا حسین اور ان کے بہانجے داماد حضرت کی قدمبوسی کے لئے گئے۔ حضرت کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی مولانا حسین کے ساتہہ ان کے بہانجے داماد صاحب نے بہی ماتہا زمین پر لٹکا دیا۔ اور مودبانہ بیٹھ گئے۔ حضرت اسوقت چوکی پر بیٹھے تہے گرمی کا موسم تہا۔ حضرت کے سر پر ایک قیمتی مندیل بندہی ہوئی تہی اور لال چمڑا لگاہوا ایک خوشنما پنکہا حضرت کے ہاتہ میں تہا یہ دیکھکر مولانا حسین کے بہانجے داماد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آپ صاحب ولایت ہیں تو یہ مندیل اور پنکہا مجھے دیدینگے۔ حضرت کو یہ دلی منصوبہ معلوم ہوگیا۔ اسوقت آپ اسطرح گویا ہوے کہ سنو ایک بازیگر تہا۔ بغداد میں اگر بازی کی۔ ایک گدہے کو لاکر مجمع میں کہڑا کیا اور اس کی دونوں آنکہوں پر مضبوط پٹی کپڑے کی باندہ دی اور لوگوں سے کہا کہ حاضرین میں سے کوئی ایک دوسرے کی چیز چرالیں۔ چور کو یہ گدہا پہچان لیگا چنانچہ کسی نے ایسا ہی کیا۔ بازیگر نے گدہے کی آنکہوں سے پٹی کہول دی گدہا ہر ایک کو سونگتا ہوا جب چور کے پاس پہنچا تو اس کا دامن دانت میں پکڑ کر بازیگر کے پاس لے آیا۔ اس تمثیل کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ مشکل امر ہے اگر کوئی کرامت کا اظہار کرے تو اس گدہے کے مساوی ہوتا ہے اور اگر نہ کرے تو لوگ اسکو بے فیض کہتے ہیں اور مولانا کے بہانجے داماد کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ پنکہا اور مندیل لیجاؤ وہ یہ بات سنکر کانپ اٹھے اور قدمبوس ہوکر مرید ہوگئے۔

نقل ہے کہ دہلی میں ایک دانشمند مولانا نصیر الدین قاسم نام جو مولانا معین الدین عمرانی قدس سرہ کے شاگرد تہے اور بڑے عالم و متقی تہے اُن سے مخدوم زادگان تعلیم پاتے تہے۔ کبہی یہ ان کے مکان جاتے اور کبہی وہ خود خانقاہ کو آکر سبق دیتے تہے

شروع میں آپ کسی کے معتقد نہ تھے۔ آخرالامر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے مرید ہوے۔ مولانا معین الدینؒ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے مولانا نصیر الدین قاسم سے پوچھا کہ تم مرد دانشمند تھے پھر سید محمد رح کے مرید کیوں ہو گئے۔ مولانا نے جواب دیا کہ بیشک میں دانشمند تہا لیکن سید محمد قدس سرہٗ کے پاس آ کر مسلمان ہوا۔ ایک روز آپ نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضور دل کے لئے التماس کیا۔ حضرت نے انہیں کچھ بتلا دیا۔ آخر چند دن کے بعد حضرت نے دریافت کیا کہ اب تمہاری توہمات کی کیا حالت ہے تو مولانا نے بیان کیا کہ پہلے میرے دل میں بہت توہمات کا دورہ رہتا تہا اب ایسا ہے کہ توہم تو کیا انکا خیال ہی نہیں آتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں تھے تو وہاں کے بعض علما اور جاہل صوفیوں نے بادشاہ کے پاس ایک محضر کرنا چاہا سید محمد اپنے معتقدین و دیگر مشایخ وغیرہ سے اپنے آگے سجدہ کرواتے ہیں۔ اور زمانہ عرس میں یا سماع کے وقت تین چار سو آدمی جنمیں علما و صلحا و مریدان وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ سب کے سب سید محمد کو سجدہ کرتے ہیں جس سے شرع میں فتور پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ جب یہ کیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ کوئی عاقل و متدین بزرگ شخص کو حضرتؒ کے پاس پہلے بہیجدو کہ وہاں جا کر وہاں کے پورے پورے حالات معلوم کرے اور ان کے دین و عقائد سے آگاہ ہو جائے۔ سید الحجاب کا اس کام کیلئے انتخاب ہوا جب سید الحجاب مجلس میں داخل ہوا اور حضرت کے چہرۂ مبارک پر آپ کی نگاہ پڑی تو وہ از خود رفتہ ہو کر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو خود ہی سجدہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت کی مجلس کا یہ عالم تہا جو کوئی عالم۔ فاضل مجلس شریف میں شریک ہوتا۔ اور جوں ہی اس کی نظر حضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑتی تو فوراً سربسجود ہو جاتا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی مجلس میں علوم دینی و حقایق و معارف و بقائے دین و ایمان کے متعلق گفتگو رہتی۔ جسکا اثر لوگوں کے دلوں پر ایسا ہوتا تہا کہ لوگ بلا تصنع از خود رفتہ ہو کر سجدہ کرنے لگتے۔ حالانکہ حضرت خود اس امر سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ غرضکہ جب سید الحجاب نے مجلس کی کیفیت من و عن بادشاہ سے عرض کی اور فرمایا۔

بنا ید کرد محضر با چنیں کس		مرا دل گفت سجدہ کن ہمیں بس

میں تواب محضر کرنے والوں میں شریک ہوں گا۔ جنکو محضر کرنا ہو وہ خود ان کی خدمت میں جاوے
اور دیکھہ لے۔ پس جب بادشاہ نے یہ سنا تو خود مجلس میں شریک ہونا چاہا مگر لوگوں نے اسکو
منع کیا اسواسطے کہ مبادا مجلس شریف میں کوئی ناگوار حرکت بادشاہ سے سرزد ہو اور اُس کا
بُرا اثر اسی کی ذات پر پڑے۔

نقل ہے کہ قاضی راجہ جو قاضی شہر تھے ایک روز فرمانے لگے کہ سنا جاتا ہے کہ
سید محمد حسینیؒ لوگوں سے سجدہ کرواتے ہیں ان کو اس سے باز نہیں رکھتے اور راگ بھی سنتے
ہیں۔ اس لئے اُنپر شرع کے احکام جاری ہونے چاہئیں اور یہ کہکر حضرت کے در دولت پر
حاضر ہوئے۔ اسوقت حضرت آرام فرما رہے تھے۔ خادم نے کہا کہ حضرت استراحت فرما رہے
ہیں۔ یہ سنکر واپس ہوے۔ اسیطرح تین وقت حاضر ہوے تین وقت بھی یہی جواب ملا
بے نیل مرام واپس ہوتے گئے۔ بالاخر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے خود اپنے خادم
سے استفسار فرمایا کہ روزانہ ایک قاضی صاحب میری ملاقات کے لئے آکر واپس ہوتے ہیں
تم نے کیوں مجھہ کو اطلاع نہیں کی اب اگر آئیں تو ضرور مجھے اس کی اطلاع دینا۔ ظہر کے وقت
قاضی مذکور پھر آئے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی حضرت کو جاکر اطلاع دی کہ قاضی صاحب آئے
ہوے ہیں۔ حضرت نے ان کو چند سے ٹھرانے کے لئے کہکر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے
اور جبۂ خلافت جو شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین قدس سرہ کا دیا ہوا تھا۔ زیب تن کرکے لُنگی پہ
کہ حضرت خضر کی عطا کی ہوئی تھی بیٹھے اور قاضی صاحب کو طلب کیا۔ جب قاضی راجہ حضرت
خواجہ صاحب قدس سرہ کے مقابل ہوے اور چہرۂ مبارک پر ان کی نظر پڑی تو قدم قدم پہ
سجدہ کرکے آگے بڑھنے لگے۔ حضرت نے انکا ہاتھ پکڑکر اپنی گدی پر انہیں بٹھایا۔ قاضی
صاحب نے جب ادھر ادھر نگاہ کی تو بہ آواز بلند "ہمہ اوست، ہمہ اوست" کہنے لگے
حضرت نے ان کی یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ یہ خلاف شریعت ہے۔ وہ یہ سنکر نادم ہوئے

اور حضرت کے مرید ہو کر شب و روز آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے ۔
نقل ہے کہ سید محمود واعظ ایک مرد بزرگ اور کامل تھے انکا وعظ لوگ کمال ذوق و شوق سے سننے کے لئے فراہم ہوتے تھے ۔ ہنگام وعظ لوگوں کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض تو بیخود ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے اور بعض مجلس سے باہر ہو جاتے اور بعض بے ہوش ہو جاتے تھے سید محمود نے ایک روز سنا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے سامنے لوگ سجدہ کرتے ہیں تو آپ نے بھی بدیں خیال کہ دیکھنا حضرت کیا مرتبہ رکھتے ہیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جب حضرت بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے دوچار ہوئے تو معبود معبود کہکر خود ہی سجدہ کرنے لگے ۔ حضرت نے فرمایا کہ تم خود کیوں اسطرح کرتے ہو اور معبود کہتے ہو وہ شرمندہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگے ۔ چند دن کے بعد سید محمود واعظ نے حضرت سے خلافت کی درخواست کی مگر ان کی درخواست نامنظور ہوئی ۔ بالآخر ایک روز حضرت خواجہ دکن قدس سرہٗ خوشی میں بیٹھے ہوئے تھے اپنا مصلی سید محمود واعظ کو دیا ۔ سید محمود نے اس مصلی کو لیا ۔ اور ہمیشہ پر ڈالکر گھومنے لگے اور زبان سے کہتے تھے کہ خلافت ہماری یہی ہے
نقل ہے کہ شیخ کوکج نے اپنے سرائے کے دروازہ کو بہت چھوٹا بنار کھا تھا تا جو کوئی آپکی ملاقات کو آوے خمیدہ آئے ۔ **دوہرہ**

	تب لاگے کوکج کے پاوے		نہورے آوے نہورے جاوے	

جب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ شیخ موصوف کی ملاقات کو گئے تو ان کا دروازہ خود بخود بلند ہو گیا ۔ اور سیدھے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں چلے گئے ۔
نقل ہے کہ حضرت کی عمر شریف بارہ سال کی تھی ۔ ایک دن حضرت وضو کر رہے تھے ۔ کوّے نے وضو کے لوٹے میں بیخال کیا ۔ حضرت نے غیظ کی نظر سے اوسکی طرف دیکھا فوراً اوس کا سر تن سے اور اعضا اعضا سے جدا ہو کر حضرت کے سامنے گر پڑا ۔ حضرت کی بزرگوار والدہ ماجدہ موجود تھیں ۔ یہ حالت دیکھکر حضرت سے فرمایا کہ یہ کیا کیا ۔ حضرت نے جواب دیا کہ

کہ میری اس میں کیا خطا ہے۔ کوے نے کیوں بے ادبی کی۔ والدہ نے فرمایا کہ اے سید محمد کیوں جو کوئی تم سے بے ادبی کرے حال اسکا کیا اسطرح ہوگا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور کوے کی طرف التفات فرماکر آپ نے کہا کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہو جا۔ پس یہ بات حضرت کی زبان مبارک سے ختم بھی نہونے پائی تھی کہ کوا جیسا تھا ویسا ہو کر اڑ گیا۔

نقل ہے کہ دہلی میں ایک ملک زادہ حضرت کا مرید تھا۔ ایک روز کسی قریہ میں جاکر وہاں شغل ناشروع کیا۔ الغرض اسکو لتی[1] لی۔ اور مارا گیا۔ لوگوں نے اس کی موت کی خبر سنکر حضرت کے آگے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں اس نے میرے آگے جو توبہ کرکے گیا تھا۔ اسپر قائم نہیں رہا۔ یہ کہتے ہوے مکان میں داخل ہوے۔ حضرت کی والدہ مقدسہ رضہ نے اس بات کو سنکر فرمایا کہ کیوں آپنے اس کے حق میں بددعا کی وہ تو آپکا مرید تھا۔ حضرت نے فرمایا اماں! وہ میرے آگے توبہ کرکے گیا تھا۔ مگر اسپر قائم نہیں رہا۔ وہاں جاکر توڑ دیا۔ میں اس کا کیا علاج کروں۔ آپ کی والدہ رضہ نے فرمایا کہ یہ عجب ہے اے سید محمد جو کوئی تیرا مرید ہوگا۔ کیا وہ اپنے قول پر قائم نہیں رہے تو مارا جائیگا اسوقت حضرت نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے میں یہ کام ہی ترک کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ چھ ماہ تک دست بیعت کسی کو نہیں دیا۔ اور نہ کسی کو مرید کیا اور نہ سماع سنا۔ غرضکہ ایک دن مسجد دہلی سے نکلکر شہر کے باہر جاکر کہیں یاد الٰہی میں بیٹھے ہوے تھے اسوقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس خصوص میں التماس کی کہ میرے لئے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سماع سنو اور مرید بناؤ۔ پھر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ اس کام میں مشغول ہوئے۔

نقل ہے کہ ایک ماں اور ایک اسکا لڑکا تھا۔ یہ دونوں نہایت متقی وصالح تھے۔ فرزند کو حبس دم میں بہت مشاقی تھی گلبرگہ میں رہتے رہتے ایک روز ماں نے

[1] لتی۔ رجعت۔

اپنے لڑکے سے کہا کہ اے فرزند حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی لوگ بہت تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ولی اکمل ہیں۔ آزمانا ضرور ہے۔ لہذا تجویز کی کہ بازار کو جا کر میت کا سامان لاؤں اور تجھکو غسل دیکر کفنا کر تیرا جنازہ تیار کروں تو اپنا دم سیندھا رہ۔ جب حضرت خواجہ نماز جمعہ کے لئے اس راہ سے جائینگے۔ تو تیرا جنازہ سر راہ رکھکر روتی رہوں گی۔ دیکھیں وہ اس ہمارے اسرار کو دریافت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ پس ماں بیٹے نے یہ مشورت کر کے جمعہ کے روز ماں نے اپنے بیٹے کا جنازہ تیار کیا اور راستہ میں رکھکر آپ اس کے سرہانے کھڑی رو رہی تھی۔ اتنے میں حضرت خواجہؒ کی سواری اشرف ادھر سے آئی۔ آپنے وہاں ٹھیر کر وجہ دریافت فرمائی ماں نے عرض کی کہ خواجہ میرا ایک ہی لڑکا تھا۔ آج وہ مر گیا ہے جنازہ تیار ہے نماز ادا کر کے تشریف لیجائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نماز مردہ کی ہوگی یا زندہ کی۔ عورت نے کہا کہ زندہ کی نماز بھی کہیں ہوتی ہے۔ مردہ کی نماز ادا کیجئے حضرت فرمایا خیر وہ مردہ ہی ہوگا لیکن آج جمعہ ہے۔ قبل نماز جمعہ جنازہ کی نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ بعد نماز جمعہ اگر نماز جنازہ ادا کر دونگا۔ یہ فرما کر حضرت وہاں سے روانہ ہوے حضرت کے جانے کے بعد ماں نے بیٹے کو اٹھ جانے کے لئے کہا مگر جب وہ نہیں اٹھا تو اوسے اٹھایا لیکن اسکو بالکل مردہ پایا یہ حالت دیکھکر وہ بہت پریشان ہوئی۔ اور زار زار روئے اور سر پیٹنے لگی۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ جامع مسجد میں نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قطب الاقطاب مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہو کر لوٹے اور دیکھا کہ پیرزال بہت گریہ و بکا کر رہی ہے۔ حضرت جب نزدیک گئے تو اس نے کہا کہ یا خواجہ رحم فرمائیے یہ میرا اکلوتا لڑکا تھا۔ ابتک بیاہ نہیں ہوا اور نہ سہرا اس کے سر بندھا۔ مجھپر ترس کھائیے اور اسکو زندہ کیجئے۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب صبر کرو یہ کہکر نماز جنازہ کی پڑھی اور اسکو دفن کر دیا۔ اور نام اسکا پیر قتال کہا۔ دبیر فاسہرہ سلطان کی درگاہ شاہ بازار کے متصل گلبرگہ میں مشہور ہے۔ مزار پر ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے

اس کے اطراف چار دیواری ہے۔ اس چوکھنڈی میں گنبد کی جانب غرب قلعہ دار صاحب گلبرگہ دفن ہوئے ہیں جو نہایت بزرگ اور مرد صالح تھے۔ اور عین حیات انہوں نے اسی جگہہ کو پسند کیا تھا۔ گلبرگہ کے اکثر لوگ ابتک بھی جب بیاہ کرتے ہیں تو پہلے سہرہ پیرزادہ سہرہ سلطان کی قبر پر باندھتے ہیں بعدہ اس سہرہ کو خود باندھ لیتے ہیں۔ ورنہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا نہ کرین گے تو انکا بیاہ نا مبارک ہوگا۔

نقل ہے کہ چند فقیر ایک جگہہ بیٹھے ہوے تھے۔ ایک گائے اُدھر آگئی سو انہوں نے اسکو پکڑکر ذبح کیا اور کہا گئے۔ جب اس گائے کے مالک کو خبر ہوگئی تو وہ سرکاری لوگوں کو ہمراہ لیکر اُن فقیروں کی گرفتاری کے لئے آرہا تہا۔ اس اثنا میں اُن فقرا کو بھی اطلاع پہنچی۔ خوف زدہ ہوکر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دوڑے ہوے گئے اور سارا حال صحیح صحیح عرض کردیا۔ حضرت نے دریافت کیا کیا کوئی حصہ اس گائے کا باقی ہے یا سب گوشت کہا گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ سب کہا گئے صرف کہال اور ہڈیاں باقی ہیں۔ حضرت نے وہی طلب کیا اور جب وہ لائے تو آپ نے پوست میں ہڈیوں کو ڈلوا کر ایک گز لکڑی اُنکو دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی اسپر مارو اور کہو کہ بہ برکت محمد حبیبی قُم قُم بیبی ہوجا۔ پس انہوں نے حسبہ عمل کیا۔ اس عمل کے کرتے ہی خدا کے حکم سے زندہ گائے کہڑی ہوگئی۔ فقیر اسکو دیکہہ نہایت خوش ہوے اور گائے کو مالک کے حوالہ کردیا۔

نقل ہے کہ سلطان فیروز بہمنی کے فرزند ہوتے مگر بچپن ہی میں مرجاتے تھے ایک روز سلطان فیروز نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں التماس کی کہ میرے بچے نہیں جیتے۔ حضرت دعا کریں تاکہ زندہ رہیں۔ حضرت نے اسوقت زبان مبارک سے فرمایا کہ خدا کی درگاہ سے مایوس نہو۔ اسقدر لڑکے ہوں گے کہ ان کی خدمت کرنی دشوار ہوجائیگی۔ چنانچہ چند روز کے بعد بادشاہ کے محل میں فرزند تولد ہوا۔ جبرئیل شاہ نام ایک درویش تہے وہ بادشاہ کے پاس اسوقت آئے۔ اور کہا کہ اس لڑکے کو مجھے دیدے

میں اپنے گھر میں رکھونگا۔ ایک اسپ تازی بھی دے۔ اسکو سدھاؤنگا۔ جب شہزادہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ہوگی تو اس کو اسی گھوڑے پر سوار کراؤنگا۔ سلطان نے اُس فقیر کے کہنے پر عمل کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ بادشاہ فقیر کا معتقد ہوگیا ہے تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اسوقت جو کچھ آپ نے فرمایا وہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچ گئی۔ غرضکہ ایام شیر خواری ہی میں اس لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ جس نے دی تھی اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ فقیر بادشاہ کے روبرو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور بادشاہ نے رنج اور غصہ کی حالت میں اسکو شہر سے نکلوا دیا۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت الحاح و زاری کی اور عفو قصور کا امیدوار ہوا اور عرض کی کہ حضرت میرے حال پر رحم فرمائیں اور دعا کریں۔ حضرت نے اس کی اس حالت پر رحم کیا اور وہی الفاظ جو سابق میں فرمائے تھے زبان مبارک سے نکالے۔ آخر ویسا ہی ہوا۔ بادشاہ کے اسقدر بچے ہوے تھے کہ بادشاہ ان کی پرورش کرتے ہوی تنگ آگیا تھا۔

نقل ہے کہ حسن خضر نامی حضرت خواجۂ دکن رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے انہوں نے حضرت کے لئے اپنی جان عزیز دیدی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ حسن خضر سے یہ حالت نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے حضرت کی والدہ صاحب قدس سرہا سے حضرت کا پیراہن لیکر خود پہنا اور حضرت کے اطراف سات مرتبہ پھرے اور یہ کہکر کہ مجھ جیسے بہت پیدا ہونگے مگر قطب الاقطاب سید محمد قدس سرہ سے ولی کامل دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ گھر کو گئے۔ حضرت کو صحت ہوگئی اور وہ تیسرے روز انتقال کر گئے۔ حضرت نے یہ سنکر بہت رنج کیا اور فرماتے تھے کہ حسن نے میرے لئے جان دیدی۔ بیچارہ اور کیا کرتا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین انصاری رحمۃ اللہ کا اعتقاد حضرت خواجہ

بندہ نواز قدس سرہٗ پر ایسا جما ہوا تہا کہ حضرت کے کسی خلیفہ کو بہی اسقدر نہ تہا جب حضرت آرام فرماتے تو علاءالدینؒ اپنا منہہ حضرت کے تلوؤں سے لگا کر سو جاتے تھے۔ جب حضرت بیدار ہوتے آپ کو اس حالت میں دیکھکر فرماتے کہ تم کیوں ایسا کرتے ہو تو وہ جواب دیتے کہ حضرت آپکو کسی نے نہیں پہچانا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہچانا ہے لا یعرف الجوہر الا الجوہری

نقل ہے کہ حضرت سید السادات سید یوسف قدس سرہٗ سے کہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ قدس سرہ کی لونڈی ایک رات حضرت کو وضو کرانے کے لئے نزدیک بیٹھی ہوئی تہی ناگاہ اس نے دیکہا کہ ایک مرد پیر خوش تقریر۔ دستار باندہے ہوئے پیدا ہوا اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے سلام کا جواب دیا مگر لونڈی پر ہیبت طاری ہوی اور بیہوش ہوگئی۔ جب کسیقدر ہوش آیا تو سنا کہ دونوں میں کچہہ بات چیت ہو رہی ہے۔ مگر وہ تقریر اس کی سمجہہ میں مطلق نہیں آئی بعدہ پیر مرد غائب ہوگیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجال الغیب بہی آپ سے ہمکلام اور صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔

نقل ہے کہ خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ پنج وقتہ نماز مکہ معظمہ میں پڑہتے تھے اور نیز خانقاہ میں بہی فرض نماز کے وقت حاضر رہتے تھے۔ ایک روز ایک پیر مرد حضرت کے سامنے آیا اور زمین کو بوسہ دیکر حضرت کے ارشاد کے موافق آپ کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا کہ حضرت کو طواف کعبہ میں دیکہا ہے۔ حضرت نے فرمایا سچ ہے کعبہ میرے دروازہ کے سامنے ہے اگر مردان خدا چاہیں۔ تو طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک جاکر اپنی جگہہ پر واپس آسکتے ہیں اور یہ فرماتے ہوی اس پیر مرد کا ہاتہ پکڑ کر فرمایا کہ پلک مارو جب اسکی پلک جہپکی تو خود کو اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مشرق میں پایا اور پہر پلک جہپکی تو اپنے مقام پر پایا حضرت نے مکرر فرمایا کہ پہر پلک جہپک جب پلک جہپکی تو خود کو اور حضرت کو مغرب میں پایا پہر پلک جہپکی تو دونوں کو اپنے مقام پر پایا یہ دیکہکر پیر مرد نے اپنا سر زمین پر رکہدیا اور مرید ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ ایک روز نیپال کے جنگل میں نماز پڑہ رہے تھے۔ ایاک نعبدُ وایاک نستعین پر اسقدر تکرار فرمائی کہ صبح ہوگئی

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہم جو خدا کی عبادت کرتے ہیں محض اس کے حکم کی تعمیل کے لئے کرتے ہیں نہ اس لئے کہ وہ رزاق ہے اور نہ اس طمع پر کہ ہمکو بہشت ملے اور نہ اس ڈر سے کہ دوزخ میں رہیں گے۔ کیونکہ اگر بہشت و دوزخ نہوتے تو کیا عبادت نہیں کرتے۔ پس عبادت محض خدا کے لئے ہے نہ کہ کسی اور مصلحت یا فائدہ کے لئے ہے

مالک دو عالم نخواہد آنکہ خواہد یار را		در نظر جنت نیاید عاشق دیدار را
طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ	ہ	دوزخ میں ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے قالب مقدس سے ہر روز ایک صورت باہر آتی تھی۔ اور پانی لیکر وضو کرتی اور جو کچھہ وظایف ہوتے سب پڑھتی اس کے بعد حضرت اسپر اکتفا نہ کرکے خود اٹھتے اور وضو کرکے پھر تمام وظائف کو ادا کرتے تاکہ شریعت نبوی کی اتباع ہو۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ دہلی میں جس مکان میں رہا کرتے تھے وہ مکان نہایت تنگ و تاریک تھا مگر اسی تاریکی میں بیٹھکر آپ تہجد کا وقت پہچان لیتے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو ایسی قوت حاصل تھی کہ جس کسی سے آپ بغلگیر ہوتے تو اسکو یا نعمت دیتے یا اسکی نعمت سلب کر لیتے تھے۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کو انبیا و اولیا کی ارواح طیبہ سے ملاقات ہوتی تھی۔ چنانچہ روح مبارک افضل الاولیا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روز حضرت نے پوچھا کہ عرس مبارک عالی جناب کی کون تاریخ ہے تو آپ نے ۱۸ ماہ رمضان المبارک بتلائی تھی۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے خواجہ حبیب اللہ ابو المرشد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینیؒ کو قرآن شریف کی دس آیتوں کے معنی بتائے تھے تو اسوقت ایک ایک لفظ کے ہزار ہزار معنی بتلائے تھے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت دریا کے کنارے بیٹھے ہوے تہے ایک دانشمند بزرگ کچہہ سوال کرنے کی غرض سے کتاب ہاتہہ میں لے کر آپ کے پاس آئے اور آگے بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی حضرت نے اُن کے ہاتہہ سے وہ کتاب لے لی اور دریا میں ڈال دی۔ وہ بزرگ حیران ہوئے اور کہا کہ یا سید آپ نے یہ کیا کیا۔ یہ سنکر حضرت نے اپنا دست مبارک دریا میں ڈال کر اس کتاب کو نکالا اور جہٹک کر اون کے ہاتہہ میں دیدی۔ اور فرمایا کہ پوچھو کیا سوال ہے بزرگ نے جواب دیا کہ کس کا مقدور ہے جو حضرت سے سوال کر سکے۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ مجہہ کو معلوم ہے۔ تمہارا سوال یہ تہا اور جواب اسکا یہ ہے۔ غرضکہ اس طرح سے ان کی فہمایش کی کہ ایک ایک نقطہ کو ہزار طرح سے بتلایا۔ اُس بزرگ نے سر اپنا زمین پر رکہدیا۔ اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ۔ یہاں تمہاری قسمت میں مرید ہونا نہیں لکہا ہے۔ جیسا کہ سلطان احمد کو بہی فرمایا تہا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ دکن رحمتہ اللہ علیہ ایک روز حوض کے کنارے بیٹھے تہے ایک شخص آیا اور پوچہا کہ اے سید محمد تو نے خدا کو پہچانا یا نہیں۔ حضرت خاموش ہو گئے سایل کو کچہہ جواب نہیں دیا۔ سایل نے ہنسکر کہا خدا کو پہچانا ہے۔ یہ کہکر غائب ہو گیا۔ خواجہ ابو المرشد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اسوقت حضرت کا خاموش ہی رہنا اس سوال کا جواب تہا۔ ہاں یا نہ کہنا ممکن ہی نہ تہا۔ کیونکہ اگر وہ کہتے کہ پہچانا تو سایل پوچہتا۔ کیا پہچانا۔ اور اگر کہتے کہ نہیں پہچانا تو سایل کہتا کہ اتنی عمر ناحق ضایع کی۔ پس اس خیال سے خاموش رہے۔ سایل سمجہہ گیا کہ جواب اس سوال کا سکوت ہی ہے پس ہنسکر چلا گیا ؎

ہرگز دل من ز علم محروم نہ شد	کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نہ شد

نقل ہے کہ ایک روز عایشہ مادر ملک سلطان بی بی بتول دختر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں بحزن و گریہ التماس کیا کہ آپ حضرت سے دریافت کیجئے کہ سنا

گیا ہے کہ اس ضعیفہ کا بیٹا جو لشکر کے ہمراہ گیا تھا مارا گیا ہے آیا یہ خبر سچ ہے یا جھوٹ بی بی بتول نے حضرت سے مادر ملک کا حال بیان کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ وہ اپنے لڑکے کے لئے بہت غم واندوہ کرتی ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بی بی بتول اس ضعیفہ سے کہو وہ اپنے لڑکے کیلئے کیوں غم و اندوہ خواہ مخواہ کرتی ہے۔ اس کا لڑکا تو بہشت میں ہے اور وہاں کے میوہ جات کھاتا پھر رہا ہے۔ اسطرح کہکر اس ضعیفہ کو تسلی دلائی۔

نقل ہے کہ ایک روز مادر شیر خان کی زیارت کے لئے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ تشریف لے گئے۔ فاتحہ ختم کرتے ہی شیر خاں پہ گریہ وحزن آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کی تسلی فرمائی۔ اور بشارت دی کہ کیوں روتا اور رنج کرتا ہے مت رنج کر۔ تیری ماں اسوقت خدمت گاری میں حضرت فاطمہؓ کے مشغول ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ بیٹھے ہوے تھے۔ ہاتھ میں ایک نیم دانگ تھی اپنے پوتوں کو بتلا کر فرمایا کہ یہ نیم دانگ بادشاہ کے خزانہ کی ہے کس کو دینا چاہئے۔ سبھوں نے دیکھکر بھی کہا کہ مجھے دو۔ حضرت نے کسی کو نہیں دیا۔ میاں روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دی۔ آخر الامر میاں روح اللہؒ کو خطاب دولت خانی کا ملا اور وہ بادشاہ وقت کے دیوان ہوے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ جب دہلی سے آرہے اور گلبرگہ کے قریب پہنچے تو موضع چنچولی میں مقام فرمایا اور وہاں سے شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے گلبرگہ کے لوگ کیا شریف و کیا رذیل۔ کیا امیر و کیا غریب سب حضرت کی قدمبوسی سے مشرف ہونے کے لئے شہر سے باہر آکر استادہ تھے۔ بلکے پیٹھ کے لوگ چونکہ جنکو یہ خیال تھا کہ حضرت تک ان کی رسائی نہو سکے گی جنگل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں سے کما نگر لوگ سب اکٹھے ہوکر علحدہ مقام پر راہ میں کھڑے ہوے تھے۔ مولانا داؤد ان کما نگروں کے چودہری تھے۔ ان کے دل میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے مرید ہونیکا

بیحد شوق تھا۔ نہایت توجہ اور عقیدہ خالص سے انہوں نے ارادت کا مصمم ارادہ کرلیا تھا جبوقت حضرت کی پالکی اس راہ سے گذری تو حضرت سب کو دیکھتے ہوئے جارہے تھے۔ جب کمانگروں کے پاس سے سواری اشرف گذری تو کمانگر آکر قدمبوس ہوئے اسوقت حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے اُن کمانگروں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تم لوگوں میں جو فلاں جواں (یعنے مولانا داؤد کی طرف اشارہ کرکے) کھڑا ہے اسکو کہو کہ جب ہم یہاں سے جاکر جہاں کہیں قیام کرونگا تو وہاں آ۔ میں تجھہ کو اپنے زمرۂ مریدوں میں لونگا۔ یہ سنکر مولانا داؤد نے اپنا سر زمین پر رکھدیا اور نہایت معتقد ہوگئے۔ القصہ جب خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ وہاں سے چلکر گلبرگہ تشریف لائے۔ تو مولانا داؤد بھی حسب الارشاد حاضر خدمت ہوکر حضرت کے ارادتمندوں میں شریک ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے لگے حضرت نے اُن کو تلقین فکر و مراقبہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت جبکہ مولانا داؤد حسب الارشاد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کسی بزرگ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے تو وہاں دیکھا کہ ایک پیر مرد گودڑی پوش بڑی داڑھی والے دراز قامت ان کے پاس آئے اور چار سیب اور دو سو پان عمدہ ان کے ہاتھ میں دئے۔ اور فرمایا کہ یہ سید محمدؐ کو دیدینا اور یہ کہکر غائب ہوگئے۔ مولانا داؤد بہت متعجب ہوئے اور دل میں کہا کہ یہ کون شخص ہوں گے جو یہ سیب غیر ہنگام لائے ہیں۔ غرضکہ وہاں سے آکر تمام حال حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے بیان کیا اور پان اور سیب آپ کے آگے رکھ دئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے داؤد کیا تجھے معلوم ہے کہ وہ مرد بزرگ کون تھے اور جب داؤد نے لاعلمی ظاہر کی تو خود ہی فرمایا کہ وہ خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ جو اس سیب میں تجھے نظر آئے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ نے سلطان احمد شاہ بہمنی کو یہ نصیحت کی تھی کہ جو کچھہ میں نے تیرے حق میں کیا ہے وہ تو خوب جانتا ہے پس میرے لوگوں میں سے جو شریعت غرا کی پابندی کرے ان کی تو رعایت رکھہ اور رعیا اذا باللہ۔

اگر میرے فرزندوں میں سے کوئی شرع کا مخالف ہوجائے تو تو بھی اس کا مخالف ہوجا۔
نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بندۂ نواز قدس سرہٗ حالتِ ذوق میں تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا۔ فعل کما شئت۔ یعنی جو کرنا چاہتا ہے کر شرع تیرے مانع نہیں ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا۔ لیکن میں اپنے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں چھوڑونگا۔ اور اسی پر ثابت قدم رہونگا آنحضرت نے جو کچھ کیا اور فرمایا وہی بجالاؤں گا۔ اور جن امور کو منع فرمایا ان سے پرہیز کرونگا

مثنوی

محمد ابوالفتح گیسو دراز	بہ تیغ بنی گشتہ او سرفراز
انیس نبی ہم جلیس علیؑ	بسا سر نہاں از وشد جلی

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کو حضرت رب العالمین سے اجازت مل چکی تھی۔ کہ جب تک دنیا میں رہنا چاہتے ہیں اوسوقت تک رہئے۔ آخر الامر جب کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے ایک رات خدا سے موت طلب کی تو خواجہ حبیب اللہ ابو الرشد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسنی الحسینی قدس سرہٗ الحینی کو یہ حال فورًا معلوم ہوگیا۔ وہ آکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ قسم ہے آپ کو حضرت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کی! آپ اس ارادہ سے باز آئے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مرد جو کچھ اختیار کرتے ہیں اُس سے روگرداں نہیں ہوتے۔ تم نے کیسے سُن پایا۔ کیا کہیں میرے دل کے نزدیک تو کھڑے ہوئے نہیں تھے۔ خیر خود کو معلوم رہنے دو۔ دوسرے سے نہ کہو۔

کیفیت وصال حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اپنے انتقال کے پانچ روز پہلے مقبول الحضرت شاہ ید اللہ قدس سرہٗ کو اپنے پاس بلایا اور گودی میں لیا۔ اور فرمایا سید محمد حسینی فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور روح قالب سے باہر آئی اور مقبول الحضرت شاہ ید اللہ قدس سرہ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے نماز اپنی نعش پر پانچ تکبیروں کے ساتھ

ادا کی اس کے بعد آپنے فرمایا کہ اب تک کسی شخص نے مجہپر انا للہ و انا الیہ راجعون نہیں کہا ہے
میں کہتا ہوں۔ وہ ایسا کون ہے جو میری نماز پڑھے میں اپنی نماز آپ ادا کر چکا ہوں پس
عمر شریف آپ کی ۱۰۵ سال ۴ ماہ اور ۱۲ یوم کی ہوئی تہی۔ روز دوشنبہ ۱۶ ذیقعدہ سنہ ۸۲۵ھ
صبح کو آپ نے اپنے پاؤں بستر پر دراز کئے۔ اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھکر آنکھ حق بین کھلی
رکھی اور منتظر وقت تہے۔ جو سانس آتی ذکر کرتی ہوی آتی جو جاتی وہ ہی ذکر کناں جاتی تہی۔
اس کی آواز اچھی طرح سب کے سنائی دیتی تہی۔ مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ
آپ کے بستر کے پاس بیٹھے ہوے تہے۔ یکایک ایک صورت متجلی ہنستی ہوئی پیدا ہوئی اور
حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمتہ اللہ علیہ کے لب پر لب رکھا۔ اسوقت حضرت کی
آنکہوں سے پانی جاری ہوا اور منھ سے ہی پین (کف) نکلنے لگا۔ اسکو مقبول الحضرت
شاہ ید اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ نے حسب وصیت حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ
چوس لیا اور پی گئے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی جان شیرین واصل بحق
ہوگئی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ ید اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ
عجب صورت تہی تجلی۔ کبریائی چادر کندہے پر اور حلہ عصمت بدن میں۔ وہ حسن۔ وہ ناز۔
وہ ملاحت کہ ایک بوسہ میں نقد جان اس کی رونمائی ہوجائے۔ ملک الموت درمیان نہ تہے
ان کی مجال نہ تہی کہ آئیں۔ قبض روح بے واسطے ہوئی۔ **بیت**۔

در کوی تو عاشقان چنان جان بدہند	کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز۔

الغرض حضرت کی وصیت کے بموجب بہاء الدین امام نے غسل دیا اور مولانا سراج الدین
نے پانی ڈالا۔ روح مبارک تو عالم تجرید کی سیر میں مصروف ہی تہی جسم عنصری کو حسب رسومات زمانہ
زیر خاک دفن کر دیا۔ **ع**

محمد را فرو آرے چو در گور	زہے روح و زہے رحمت اسرار

وراثت و سجادگی حضرت نے اپنی زندگی ہی میں سب املاک و امتعہ کا مالک اپنے بڑے

صاحبزادے کے فرزند حضرت شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہٗ کو بنایا تھا لیکن تسبیح۔ مسواک۔ مصلے۔ اور گادی و عصا اور اپنی سجادگی اپنے چھوٹے صاحبزادہ شاہ محمد اصغر حسینی عرف شاہ لہرہ قدس سرہ کو دی اور اپنا روضہ شریف بھی اُن ہی کے حوالہ فرمایا۔ اور حضرت شاہ قبولا حسینی قدس سرہ سے فرمایا کہ سید محمد اصغرؒ بھی چند دن کے مہمان ہیں ان کے بعد ان سب کے تم ہی مالک ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی زیارت کے لئے گئے اور وہاں دیکھا حضرت مخدوم زادہ میاں محمد اصغر قدس سرہٗ حضرت کی قبر پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے اسکی وجہ استفسار کی حضرت مخدوم زادہ موصوف نے کہا کہ بابا نے گھر وغیرہ تو تمہیں دیدیا اور اپنی قبر مجھکو عطا فرمائی اس لئے میں قبر پکڑے بیٹھا ہوں۔ یہ سنکر شاہ سیف اللہ قدس سرہ نے کہا کہ مجھے قبر دے دو اور آپ گھر لے لو اتنا کہکر بے اختیار رونے لگے اور حضرت سید شاہ محمد اصغر حسینی قدس سرہ کو لیجا کر گھر میں بٹھایا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ عالم ظاہری سے عالم باطن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت کے چھوٹے صاحبزادے میاں لہرہ قدس سرہ نے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ تمام ملایک میں دھوم مچی ہوئی ہے کہ روح سید محمد قدس سرہ آرہی ہے۔

تاریخ وفات	تاریخ وفات حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ مخدوم دین و دنیا۔ ۸۲۵ھ

سے نکلتی ہے۔ علاوہ ازیں اس شعر میں ؎

سنش عادل تولد واشت جود ۷۲۰ھ ۱۰۵	وفاتش دان کہ تاج المرسلین بود ۸۲۵ھ

حضرت کی عمر مبارک و سنہ ولادت و تاریخ وفات ہر سہ برآمد ہوتے ہیں۔

تعمیر روضہ مبارک	حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی رحلت فرمانے کے دو سال

بعد گنبد مبارک کی تیاری احمد شاہ بہمنی نے زیر اہتمام و نگرانی حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینیؒ

آغاز کی جو سلطان علاء الدین فرزند سلطان احمد کے زمانہ میں ختم ہوئی۔ سات سال کی مدت میں گنبد مذکور معہ گلابہ اندرونی تیار ہوا اور ابراہیم قطب شاہ بادشاہ تلنگ نے بیرونی گلابہ کرایا۔ اور سلطان محمود عادل شاہ بیجاپوری نے ۱۰۵۵ھ میں قدیم کلس کو نکال کر آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت سید محمد اکبر حسینی قدس سرہ کے گنبد پر چڑھا کر نیا کلس آپ کے گنبد مبارک پر چڑھایا۔ اور افضل خان سپہ سالار بادشاہ بیجاپور نے دروازہ پائین و مسجد بیرون وسرائے تعمیر کرائی۔ اور عالمگیر بادشاہ نے مسجد اندرون درگاہ و سماع خانہ حجرے اور حوض مسجد تعمیر کرایا۔ مگر حوض مذکور مسجد کے مقابل تھا جسکو بعہد سجادگی حضرت سید شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ بند کرا کر جدید حوض جو اسوقت موجود ہے تیار کرایا گیا۔ جس کے اخراجات میں تقریباً دس ہزار روپیہ لگے۔

فصل دوم در ذکر فضائل و شمائل و ارشاد حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ

متابعت شریعت ورغبت سماع

حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ ارکان دین کے بہت پابند تھے شریعت کے خلاف کوئی فعل آپ سے سرزد نہیں ہوتا تھا۔ دائرہ سنت جماعت سے کبھی باہر قدم نہ دہرتے تھے۔ چنانچہ ضرب الامثال میں جو خود حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف منیف ہے اسطرح تحریر فرماتے ہیں "عقیدہ من عقیدہ اہل سنت وجماعت است۔ ہمہ می گویند حقیقت سراست۔ من کہ محمد حسینی ام میگویم شریعت سراست زیرا کہ حقیقت از زبان حیدریان وقلندران وملحدان و زندیقان شنیدہ ام بلکہ از زبان جوگیاں وبرہمنان ہم شنیدہ۔ اما شریعت سراست" لوگوں کے ساتھ آپ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ ریاضت وشغل میں آپ نہایت جفاکش تھے۔ طالبان حق کو ارکان دین کے مطابق آپ ہدایت فرماتے تمام دنیوی امور کو احکام وہدایات اولیا کے مطابق بجالاتے۔ مختلف مذاہب کے جھگڑوں سے آپ کو بالکل سروکار نہ تھا۔ کسی کام اور

نمبر (۲) نقشہ روضہ مقدس حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز واقعہ گلبرگہ شریف
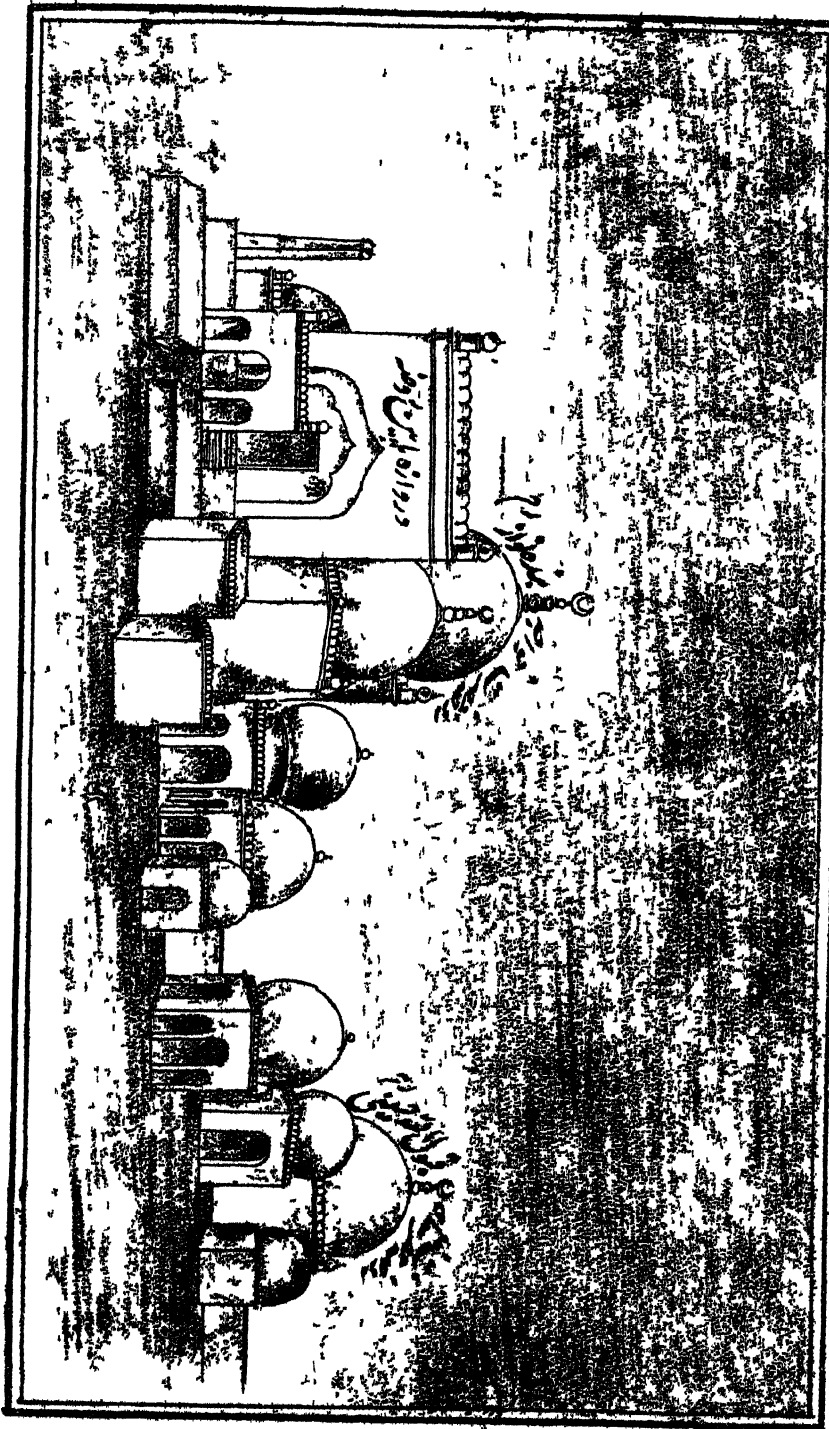
کسی بات میں شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہیں کرتے۔ پانچوں وقت برابر جماعت سے نماز ادا کرتے ہے کبھی تنہا نماز نہیں پڑہی۔ گلبرگہ میں مولانا بہاء الدین امامت کرتے اور مولانا قطب الدین اذان دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ ہر روز بلاناغہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد کا ورد رکہتے اور اپنے مریدوں کو بہی انہیں اوراد کے پڑہنے کی تاکید فرماتے۔ جب کبھی مولانا نور الدین تلقین ذکر کے لئے التماس کرتے تو یہی فرماتے کہ شیخ موصوف کے اوراد کا ہی ورد رکہو۔ ان اوراد کے علاوہ قرآن مجید کی تینتیس آیات ہر نماز صبح وعشا کے بعد پڑہتے تھے۔ اواخر عمر میں مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے بہ آواز بلند پڑہا کرتے نماز عصر کے بعد دعا استفتاح بلاناغہ پڑہتے مگر آخر عمر میں اسکو بہی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے سامنے مخدوم زادہ موصوف بآواز بلند پڑہا کرتے تھے۔ دعا ختم ہونے کے بعد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ کو بغل میں لیتے اسوقت اہل باطن کہتے ہیں کہ مقبول الحضرت پر دلی راز کا انکشاف ہوتا تہا۔ روزانہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق قرآن مجید کے ایک سپارے کی تلاوت کرکے اسکا ثواب آپ کی روح پاک کو بخشتے تھے۔ جب ایام ضعیفی میں آپ کو کہڑے رہنے کی طاقت نہ رہی تو فرض اور نفل رکعتیں سب بیٹھکر ادا کرتے۔ ہمیشہ دوپہر میں کسیقدر قیلولہ فرماتے اور یہ فرماتے تھے کہ وہ صوفی جو قیلولہ نہ کرے اسکو سمجہنا چاہئے کہ اس کی نیت شب بیداری کی نہیں ہے۔ تمام رات سونا چاہتا ہے تہجد کے بعد ذکر فرماتے تھے۔ ذکر اکثر حلقہ میں ہوا کرتا کثرت سے روزے رکہتے۔ جمعہ کا غسل فرماتے نماز جمعہ مسجد میں پڑہتے تھے۔ مسجد میں جاتے ہی پہلے ۲ رکعت نماز پڑہتے اور بعدہٗ مراقبہ فرماتے تہے۔ چشتیوں کے طریقہ پر سماع سے آپ کو بہت رغبت تہی بشتر سید نصیر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ برہان غریب قدس سرہ کے پاس جن سے آپکا قریبی رشتہ تہا سماع کے لئے جایا کرتے۔ دہلی میں جب آپ نے شروع شروع سماع جاری کیا تو مریدان واثق ومعتقدان راسخ جو آن

مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ سب کے سب وجد میں آکر بیخودی کی حالت میں سربسجود ہوجاتے
تھے۔ یہ حالت بعضوں کو ناپسند ہوئی۔ انہوں نے بادشاہ وقت سے شکایت کی کہ حضرت
کی مجلسوں میں شور وغُل بہت ہوتا ہے۔ اور خلاف شرع سجدہ کئے جاتے ہیں۔ چوں کہ
اس میں فساد کا اندیشہ تھا۔ لہذا فیروز شاہ نے حکم دیا کہ آیندہ سے سماع خلوت میں ہوا
کرے۔ چنانچہ اسوقت سے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ مخدوم زادوں اور یاروں کو لیکر
سماع حجرہ میں فرمانے لگے۔ اور یہی رواج ابتک جاری ہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ
کسی تقریب میں گانے بجانے کی مجلس ہوتی تو اس میں برابر شریک ہوتے تھے۔ جو لوگ
آپ کے پاس تحصیل علم کے لئے آتے تھے ان میں سے بعض کو صبح میں اور بعض کو بعد نماز ظہر
تلاوت قرآن شریف سے فارغ ہو کر درس دیتے۔ اکثر لوگ علوم حدیث و تفسیر و سلوک کی
تعلیم پاتے تھے۔ اور بعضے علم کلام اور فقہ پڑہتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد
اگر کوئی کتاب تصنیف کرنی ہوتی تو اسکو لکہتے۔ خانقاہ میں جب سماع ہوتا تو ہر دو مخدوم
زادے وہاں بیٹھے رہتے۔ اور حضرت بھی اپنے حجرہ سے باہر آکر سماع سنتے اور بعض وقت
جب وجد میں آجاتے تو مخدوم زادہ سید احمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت کو ادب و تعظیم کے ساتھ
سماع سے باز رکھتے اور حجرہ میں لیجاتے تھے۔ سوائے حضرت سید احمد قدس سرہ کے
اور کوئی شخص حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو سماع سے باز نہیں رکھہ سکتا تھا حالانکہ یہ امر
حضرت کے ناپسند خاطر تھا مگر سید احمد رحمتہ اللہ علیہ بخیال ضعف پیری و غلبۂ حال کے حضرت کو
سماع سے باز رکھتے تھے۔ تاکہ آپ پر کوئی صدمہ نہو۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ
جانوروں کی بولی بھی سمجھتے تھے۔

ذکر طعام | خانقاہ میں حضرت کے لئے ہمیشہ ایک سیر آٹے کی آٹھ روٹیاں پکر دسترخوان پر
آتی تھیں۔ حضرت روزانہ آدہی روٹی سے کبھی زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے اور پینے
کے لئے پانی ایک لوٹے میں رکھا جاتا تھا جو حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی

قدس سرہ کا مرحمت شدہ تہا۔ اُسی پانی سے ہاتہہ دہوتے۔ غرغرہ کرتے اور وہی پیتے تہے
اس سے زیادہ کبہی استعمال میں نہیں آیا۔ فواکہات میں خربزہ رغبت سے کہاتے تہے ایک
وقت لوگوں نے چاہا کہ دیکہیں کسقدر کہاتے ہیں مگر کبہی ربع یا نصف سے زیادہ نہیں کہایا۔
حضرت پان بہی کہاتے تہے مگر ماہ صیام میں مطلق ترک کر دیتے تہے اور فرماتے تہے کہ ماہ رمضان
میں میرے پیر مرشد پان نہیں کہاتے تہے اس لیئے میں بہی نہیں کہاتا ہوں۔

طریق بیعت حضرت خواجہ رکن رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت کا یہ طریق تہا کہ جو کوئی آپ کے
پاس بیعت کی غرض سے آتا تو اوس کے ہاتہہ پر آپ اپنا دست مبارک رکہتے اور
فرماتے کیا تو اقرار کرتا ہے اس ضعیف کے ساتہہ اور اس ضعیف کے خواجہ اور خواجۂ خواجہ
کے ساتہہ اور مشائخین طبقات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتہہ اپنی آنکہہ اور زبان کی
گواہی سے کہ شرع شریف کی راہ پر ثابت قدم رہیگا۔ کیا یہ تجہکو قبول ہے۔ وہ کہتا کہ میں نے
قبول کیا۔ جب اقرار اس سے لے لیتے تو فرماتے الحمد للہ۔ یہاں شکر اس بات کا ہے
کہ ایک شخص طریقہ خواجگان میں داخل ہوا۔ یہ فرماتے ہوے اپنا دست مبارک اٹہا
لیتے اس وقت مرید اپنے مرشد کے چہرہ کو بغور دیکہکر اپنے خیال میں اسکو جما لیتا۔ پہر
حضرت ممدوح تکبیر فرماتے ہوے مقراض ہاتہہ میں لیکر سیدہی جانب بناگوش کے اوپر کے
چند بال کترتے اور اس کے بعد بائیں جانب کے بہی چند بال کتر کر تکبیر فرماتے ہوے کلاہ اس کے
سر پر رکہتے۔ کلاہ پہننے کے بعد وہ وہاں سے جاکر دوگانہ نماز ادا کرتا۔ اس کے بعد دستار
یا عمامہ باندہکر واپس آکر حضرت کا قدمبوس ہوتا۔ زان بعد حضرت اسکو پانچ وقت نماز جماعت
سے پڑہنے کی تاکید فرماتے اور دوسری نمازیں وغیرہ پڑہنے کی اسکو ترکیبیں بتلاتے
اور ہر مہینہ ایام بیض کا روزہ رکہنے کے لئے فرماتے۔ اگر کوئی عورت مرید ہونا چاہتی تو
ایک پیالہ میں پانی بہر کر طلب کرتے اور اپنی شہادت کی انگلی کا کچہہ حصہ اس میں ڈبوتے اور
وہ عورت بہی دوسری جانب اسیطرح اپنی شہادت کی انگلی ڈبوتی پہر چہت کرا کر وہی پانی

اُس عورت کو پینے کے لئے دیتے۔ اس کے بعد رومال یا دامنی اس کے سر پر رکھتے۔ اگر عورت حضرت سے پردہ کرنے والی ہوتی تو درمیان میں چادر ڈالتے اور پانی کا پیالہ بیچ میں رکھدیتے یا کسی محرم کو اپنا وکیل بنا کر بطریق مذکور بیعت کراتے۔

بادشاہ کی تواضع | حضرت اقدس ہمیشہ نہالچہ پر نشست فرماتے اور کوئی شخص سوائے بادشاہ کے اسپر نہیں بیٹھتا۔ جب بادشاہ آنا چاہتا۔ تو قبل ازیں کہلا بھیجتا کہ میں فلاں روز حاضر خدمت ہوں گا۔ اس روز حضرت کے یہاں کھانا تیار کرایا جاتا۔ سلطان کھانا کھا کر واپس جاتا اور کچھ تبرکاً اٹھا رکھتا اور اپنے گھر لیجاتا۔

سالگرہ مبارک | مولانا محمد علی سامانی نے اپنی کتاب سیر محمدی میں جو ۸۳۱ھ میں تصنیف کی ہے لکھا ہے کہ ۸۱۵ھ میں ۴ ماہ رجب کو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے تمام یار و اصحاب قاضی راجہ شیخ زادہ شہاب الدین خواجہ احمد دبیر۔ مولانا ابوالفتح و قاضی سیف الدین وغیرہ نے دن کے آٹھ بجے حضرت کے آگے نذرانے پیش کئے جن میں سے بعض بنام صدقہ و بعض بنام مبارکباد تھے۔ محمد علی سامانی نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ روز حضرت کی سالگرہ کا تھا۔ اس سال حضرت کے سن شریف کے ۹۷ سال پورے ہوکر ۹۸ سال کا آغاز ہوا تھا۔ محمد علی سامانی نے دریافت کیا کہ سالگرہ کی ضیافت کون کرتے ہیں تو مولانا بہاء الدین امام و مولانا سراج الدین خادم و مولانا نور الدین و مولانا دانیال قدس سرہم وہاں موجود تھے اُنہوں نے کہا کہ قبل ازیں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی والدہ بی بی رانی بزرگ قدس سرہا آپ کی سالگرہ کی ضیافت کرتی تھیں۔ جب آپ نے رحلت فرمائی تو بی بی رضا خاتون قدس سرہا اس کام کو انجام دینے لگیں۔ جب آپ نے بھی رحلت کی تو اب حضرت کی صاحبزادی بی بی بتول قدس سرہا ضیافت فرمایا کرتی ہیں۔ یہ سنکر محمد علی سامانی نے بھی چند سکے چاندی کے رائج الوقت حضرت کی خدمت میں لیجاکر پیش کئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ صدقہ ہے یا مبارک باد۔ اُنہوں نے عرض کی

کہ یہ مبارکباد ہے۔ پس اس رقم کو حضرت نے الگ رکھہ دیا۔ جو رقم بطور صدقہ کے دیجاتی تہی اسکو الگ رکھہ کر فقرا کو دیتے تہے اور جو رقم بطور مبارکباد دیجاتی۔ اسکو الگ رکھکر خود صرف کرتے تہے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے مولانا محمد علی سامانی سے اسطرح مکالمہ فرمایا کہ مولانا لوگ یہ کہکر کہ فلاں شخص اتنے سال کا ہوا بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ درازی عمر میرے لئے ایک بلائے عظیم ہے۔ اگر طوالت عمر نیک ہوتی تو خدا تعالی اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت فرماتا آنحضرت کو دو چیزیں نہیں عطا ہوئیں۔ ایک کو بصراحت اور دوسرے کو بکنایہ فرمایا۔ جو صراحت سے فرمایا وہ یہ تہا۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ اور کنایتاً جو فرمایا وہ یہ تہا ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق یعنے جس کسی کو میں عمر دراز دیتا ہوں تو اس کو لوگوں میں خوار و ذلیل کرتا ہوں یا اسکو نقصان پہنچاتا ہوں۔ اور نہیں چاہتا ہوں کہ اپنے دوست کو لوگوں میں خوار کرکے پہراؤں یا اسکے قوتوں میں نقصان پہنچاؤں اور یہ بہی فرمایا۔ مولانا! میں نہیں سمجہہ سکتا ہوں کہ اسقدر بڑی عمر مجہے کس لئے عطا ہوئی ہے۔ میں نے کبہی خدائے تعالی سے سوائے ایک وقت کے درازی عمر کی درخواست نہیں کی تہی اور یہ بہی اسوقت کی جبکہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے اور رحلت فرمانیکے قبل اپنی خلافت مجہکو عطا کی مگر اسکا علم آپ کے ہمشیرہ زادے مولانا زین الدین قدس سرہٗ کو نہ تہا۔ اسلئے حضرت ممدوح کے وصال کے بعد انہوں نے خلافت کی نسبت مخالفت کی اور اُسوقت یہ کہا کہ جو کوئی حضرت شیخ الاسلام ممدوح کا خلیفہ ہوگا وہ شیخ موصوف کی مانند بڑی عمر پائیگا۔ اور انہیں کیطرح بندگان خدا کو تلقین وارشاد کریگا۔ اور سلسلہ مشائخ اس سے جاری رہیگا۔ جب یہ کلمات میں نے ان سے سنے تو البتہ اسوقت میرے دل میں گذرا کہ اگر خدا تعالی مجہے بڑی عمر دے تو بہتر ہوگا۔ تاکہ میری خلافت کا ثبوت ان لوگوں کو ملجائے حالانکہ انکا یہ کہنا بجائے خود درست نہ تہا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب

قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج کے روز میری عمر بھی حضرت شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہ کی عمر کے مساوی ہو چکی یعنے آپ کی عمر شریف ہنگام رحلت ۹۸ سال کی تھی۔

فاتحہ خوانی اکابر اسلام | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ بلا ناغہ بزرگوں کا عرس کرتے تھے۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو عرس حضرت سلطان صوفیان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم چودھویں ماہ مذکور کو عرس شریف حضرت شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ۔ اٹھارویں کو اپنے چھوٹے بھائی سید احمدؓ کا عرس کرتے تھے۔ جنکا بچپن ہی میں انتقال ہوا تھا۔ پندرہویں ربیع الاخر کو عرس مخدوم زادہ بزرگ حضرت محمد اکبر قدس سرہ۔ اٹھارہویں ماہ منہ کو عرس شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضؓ سلخ ربیع الاخر یا غرہ جمادی الاول کو اپنے بڑے بھائی سید نجم الدین حسینی عرف سید چندا رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کرتے ۳۰ [illegible] عرس حضرت خواجہ [illegible] قدس سرہ [illegible] ۲۲ رجب کو عرس حضرت بی بی فاطمہ عرف ستی بی بی دختر بزرگ ۲۴ ماہ رجب المرجب کو عرس حضرت امیر المومنین امام حسن علیہ السلام ۶ ماہ رمضان المبارک کو عرس شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ۔ ۱۸ ماہ رمضان کو عرس حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہ ۱۹۔ کو عرس امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰۔ کو عرس حضرت فاطمہ کبریٰ علیہا السلام ۵ ماہ شوال کو عرس اپنے والد ماجد حضرت سید یوسف عرف سید راجہ قدس سرہ کا فرماتے۔ ۱۳۔ ذیقعدہ کو اپنی والدہ بی بی رانی صاحبہ قدس سرہ کا عرس کرتے۔ ۵ ماہ محرم کی شب کو عرس حضرت شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ ۱۰۔ محرم کو عرس سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کرتے۔ ان کے علاوہ لیلۃ القدر شب برات اور عیدین کو بعد نماز اور آخری چہار شنبہ کے روز ہمیشہ کندوری کرتے تھے۔

فصل سوم در ذکر اولاد و احفاد حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ

مقدمہ اول۔ در ذکر اولاد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

اولاد حضرت۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ العزیز کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں

حالات فرزند اکبر بڑے فرزند زبدۂ اصحاب شریعت قدوۂ ارباب طریقت سعید دارین حضرت
سید شاہ حسین محمد حسنی الحسینی المعروف بہ سید محمد اکبر قدس اللہ سرہ العزیز جنکو میاں بڑے بھی کہتے ہیں
آپ کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ جب آپکا سن شریف سات سال کا تھا تو ایک دن حضرت
خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہ کے پاس گئے۔ اور عرض کی کہ صوفی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ
یہ دیکھا بس آپ مجھے بھی بتلائیے مجھے اس کا بہت شوق ہے۔ حضرت اُس روز سے مخدوم
زادۂ بزرگ کو سیر و سلوک ارشاد فرمانے لگے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ
نے مخدوم زادہ بزرگ سے پہلے پہل مراقبہ کرایا اُسوقت ان کی خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات
ہوئی۔ عند الملاقات خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا چاہو جو چاہتا ہے۔ مخدوم زادہ نے جواب دیا کہ
میری مطلوب وہ شئے نہیں ہے جو تم مجھے دے سکو۔ یہ فرماکر حق کے ساتھ مستغرق ہو گئے۔
خواجہ خضر علیہ السلام یہ دیکھکر مرحبا کہتے ہوئے چلے گئے۔ مخدوم زادۂ بزرگ کی عمر سولہ
سترہ برس کی ہوگی کہ ایک وقت آپ حضرت شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی
رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد مبارک میں تشریف لے گئے اور وہاں توجہ کی۔ حضرت شیخ رح
قبر سے باہر تشریف لاکر روبقبلہ بیٹھے تمام رات مخدوم زادہ موصوف حضرت افضل المشائخ کی
حضوری میں رہے۔ حالانکہ حضرت کا جلال ایسا تھا کہ آپ پر اسکا بہت کچھ رعب پڑتا تھا
مگر آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور بہت سی نعمتیں حاصل کیں۔ جب واپس ہونے لگے
تو حضرت نے فرمایا کہ ماشاء اللہ بہت مضبوط لڑکا ہے۔

ایک دن جاڑے کے موسم میں بعض یاران کبار مخدوم زادہ بزرگ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے انگیٹھی دھری تھی۔ سب کو یکساں گرمی پہنچ رہی تھی۔ مولانا علاء الدین گوالیری و مولانا بہاء الدین امام سے مخدوم زادہ بزرگ نے فرمایا کہ مجھے اپنے مقصود سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ میں جو وقت چاہتا ہوں اپنے مقصود کو دیکھ سکتا ہوں۔ اگر اعتبار نہ ہو تو تم بھی دیکھ لو۔ انہوں نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مخدوم زادہ بزرگ نے انہیں دکھا دیا۔ غرضکہ وہ بھی مستفید ہوئے۔

اوائل میں جب مخدوم زادہ کو راہ کشف حاصل ہوئی۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکو بیان کیا۔ حضرت سیر و سلوک و بعض کشوفات کو سمجھکر ان پر بہت مہربان ہوئے اور یہ فرماتے تھے کہ میری اتنی عمر ہوئی اب تک محمد اکبر سا صوفی میں نے کسیکو نہیں پایا اور نہ کوئی مرید اپنے پیر سے بہتر ہوا۔ الا بجز دو شخصوں کے۔ ایک شیخ الاسلام شیخ قطب الدین قدس سرہ اپنے پیر شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے دوسرے محمد اکبر میرے سے۔ جب آپ کو احوال و مقامات سے واقفیت ہوئی اور اسرار الہی معلوم ہوئے تو آپ نے بہت جلد مراتب اعلی حاصل کئے۔ قدیم سے جو لوگ محنت و مشقت کرتے تھے وہ لوگ آپ کو دیکھکر حسد کرتے تھے کہ انہیں اتنے جلد ایسے مقامات کسطرح حاصل ہو گئے

کیفیت وصال نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ ایک دن حجرہ میں تھے باہر سماع ہو رہا تھا۔ قوال یہ ابیات گانے لگے

اے باد بہار عنبرین بوئے — در پائے لطافت تو میرم
آنکس کہ بجز تو کس ندارد — در ہر دو جہان من آن فقیرم
اے مونس روزگار سعدی — رفتی و نہ رفتی از ضمیرم

اسوقت حضرت کفش پہنکر حجرہ کے باہر آئے اور بڑے ذوق سے سننے لگے اور سنتے سنتے استغراق محو ہوئے کہ بیہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ سیاہ پتلی آنکھ کی غائب ہو گئی۔ دیدے بالکل

سفید ہو گئے اور منہ سے پھین نکلنے لگا۔ اس حالت میں آپ نے پیراہن مبارک کا دامن لپیٹ کر پرواز کرنیکا قصد کیا۔ بقول بعضے آپ دو تین گز زمین سے بلند ہو گئے۔ وہاں خواجہ خضرؑ حاضر تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھکر مخدوم زادہ میاں بڑے سے فرمایا کہ ایسے ولی ہاتھ سے جائینگے تو یہ آہن گے نہیں یہ سنتے ہی مخدوم زادہ نے جھٹ حضرت کا دامن پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا۔ حضرت کو رکاوٹ معلوم ہوئی تو غضبناک ہو کر فرمایا کہ تو کون ہے جو میرے اور میرے دوست کے درمیان آیا۔ اس کے سنتے ہی میاں بڑے پر ہیبت طاری ہوی۔ خوف زدہ ہو کر کانپنے لگے اسیوقت درد شکم بھی شروع ہوا۔ اور اسی درد سے چند روز کے بعد چہارشنبہ کے روز بتاریخ ۱۵ ماہ ربیع الآخر ۸۱۲ھ میں اس جہان فانی سے دارالبقا کو سدہارے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے انہیں غسل دیا اور ان کی والدہ حضرت بی بی رضا خاتون قدس سرہا کے بازو میں دفن کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی عمر میں دو ہی شخصوں کو غسل دیا ہے ایک تو حضرت پیر و مرشد کو ان کی وصیت و حکم کے مطابق۔ دوسرا محمد اکبر کو۔ سوم کے بعد حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے ان قبر و نیز گنبد تعمیر کرنے کے لئے معماروں کو طلب کرکے گنبد کی بنا ڈالی۔ اور تعمیر شروع کرادی ہنگام تعمیر روزانہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ خود تشریف لیجا کر کام کی نگرانی فرماتے تھے اور جسوقت حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ مخدوم زادۂ عالیان کی زیارت کے لئے آتے تو دہلیز کو چوم کر قبر انور کا تین دفعہ طواف کرنے کے بعد قبر شریف کے پاس بیٹھتے اور ختم قرآن شریف کرکے دعا مانگتے۔ اور دعا سے فارغ ہو کر اکثر گنبد گرامی کے چوترے پر بیٹھکر مخدوم زادہ غریق رحمت کے فضائل بیان فرماتے تھے۔

مراتب علیہ | ایک دن سید کمال بہر دیچ و بعض خلفا نے حضرت سے پوچھا کہ یہ تو آپ کے فرزند ہیں۔ پھر کیوں ان کی اسقدر تعظیم کیجاتی ہے۔ حضرت نے اسوقت ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں سید محمد اکبر کی قبر کے آگے سر زمین پر رکھتا ہوں۔ اسکا سبب یہ نہیں ہے

کہ وہ میرا فرزند ہونے سے محبت پدری کے جوش میں مجھ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے نہیں بلکہ محمد اکبر مستحق اسی کے ہیں۔ کہ ان کی ایسی ہی تعظیم کیجائے۔ اگر میں بغیر استحقاق انکے اسقدر انکی تعظیم وتکریم کروں توفردائے قیامت میں تمام عرفاء اہل اللہ میرے دامن گیر ہوجائینگے۔ سچ تو یہ ہے کہ محمد اکبر کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے عرش کے نیچے سات شخص پہرہ دے رہے ہیں۔ اُن میں کا ایک محمد اکبر بھی ہے۔ علاوہ اس کے جو مقام کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہے اُدھر مقام علی کی دربانی حضرت سرور الاولیا امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کرتے ہیں اور محمد اکبر وہاں خدمت فراشی پر متعین ہیں غرضکہ محمد اکبر کے مراتب اسقدر بلند ہیں کہ میں اگر انکا باپ اور بزرگ نہوتا تو ان کی ابریق برداری کرتا۔

کشف وکرامات۔ جب مولانا ابوالفتح حضرت خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمہ کی قدمبوسی کے لئے گلبرگہ آئے اور مشرف ہوکر تیسرے دن عرض کی کہ اگر حکم ہو تو مخدوم زادہ بزرگ کی زیارت کروں۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا تم محمد اکبر کو جانتے ہو۔ جو وقت میں گوالیار میں آیا تھا اُسوقت تمہارا چچا سخت بیمار تھا اور تمہارے والد میرے پاس آئے تھے۔ کہ میں اسکی صحت کیلئے دعا کروں۔ میں نے کہدیا تھا کہ عمر اس کی تمام ہو چکی ہے۔ لیکن محمد اکبر نے اسوقت مجھ سے کہا کہ بیشک اس کی عمر تمام ہو چکی ہے۔ مگر محمد اکبر کو بیس تنکہ دیں تو دس سال کی عمر اسکی زیادہ ہو جائیگی۔ میں نے کہا کہ مولانا علاء الدین سے کہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کہتا ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ اگر انکا بھائی تندرست ہو جائے تو انہیں ضرور گمان ہوگا کہ یہ لوگ دہلی سے شکستہ حال آئے ہوئے ہیں۔ حرص سے یہ بات کہی۔ درحقیقت اس کو بیماری سے صحت حاصل ہوگی۔ اور مولانا سے یہ بھی آپ نے فرمایا کہ جس روز شیخو مردود نے جو پہلے خادم تھا اور آخر راندہ ہوا۔ میاں محمد اکبر پر سحر کرکے کوئی چیز محل میں دفن کردی تھی۔ جب میں محمد اکبر کے دیکھنے کو گیا اور دریافت کیا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے تو کچھ بیان نہیں کیا۔ بالآخر جب بہت اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھپر سحر کیا ہے اور فلاں محل کے فلاں مقام پر

دفن کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت لوگوں کو بہیجکر دیکھا گیا تو ویں سے وہ چیز بر آمد ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک دن مولانا ابو الفتح نے حضرت خواجہ بندہ نواز قبلہ ارانہ و نیاز قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی کہ آجکی رات میں نے مخدوم زادہ بزرگ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے یہ ذکر تلقین فرمایا (کوئی ہوگا) حضرت نے اس ذکر کو سنکر فرمایا کہ وہ تمپر نہایت مہربان ہیں۔ میں نے یہ ذکر سوائے ان کے کسیکو نہیں تبلایا تہا۔

تصانیف۔ مخدوم زادہ بزرگ نہایت عالم اور فاضل تہے۔ آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے مشہور معارف عربی۔ در علم نحو۔ شرح ملتقط رسالہ ایاجت سماع رسالہ ایاجت پوشیدن کفش در مسجد۔ مقامات صوفیاں عربی۔ تعریف ملکی۔ شرح سوانح۔ شرح مسئلہ رسالہ پارسی در علم صرف۔ جوامع الکلم۔

شادی مخدوم زادہ بزرگ کی شادی سلطان علاء الدین خلجی کے بہائی خاتم خان کے نواسہ ملک چہجو کی لڑکی سے ہوئی۔ ایک فرزند مخدوم زادہ میاں صفیر اللہ رحمتہ اللہ تہے جنکی شادی مخدوم زادہ خرد کی دختر بلند اختر سے ہوئی۔ اور ایک صاحبزادی تہیں۔ جو میاں کلمتہ اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ عرف شاہ کمتو حسینی سے بیاہی گیئں۔

حالاتہ فرزند اصغر (۲) چہوٹے صاحبزادہ شیخ اعظم مقتدا اکرم جمال الملت والدین سید یوسف المعروف سید محمد اصغر حسینی قدس سرہٗ جنکو میاں لہرہ بہی کہتے ہیں۔ آپ کے فضایل بہی حیز تحریر اور معرض تقریر سے متجاوز تہے۔ بعض صوفیون کا بیان ہے کہ جب آپ کی عمر سات سال کی تہی تو آپ اسوقت فرماتے تہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے مجھے خدا تعالی کو بتلایا اور میں نے خدا تعالی کو دیکہا ہے۔ اسی زمانہ میں مرید ہوئے آپکو کشف و تجلیات جلالی و جمالی ہر دو حاصل تہے۔ جب لوگ آپ کی کرامتوں کو دیکہتے تہے تو یک زبان ہوکر کہتے تہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے بعد مخدوم زادہ خرد ہی سجادہ نشین و مقتدا ہدایت ہونگے۔ اس کے لئے انہی کی ذات موزوں و مناسب ہے۔

ایک روز مولانا ابوالفتح نے آپ سے عرض کی کہ میرے والد علاء الدین گوالیری حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت و نیز مخدوم زادۂ بزرگ ان پر بہت لطف و شفقت فرماتے تھے۔ اگر اس بندۂ ناچیز پر جناب کا لطف و کرم ہو جائے اور وہ اسرار جو حضرت کو خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئے ہیں ان میں سے کچھ مرحمت ہوں تو بعید از بندہ نوازی نہ ہوگا۔ مخدوم زادہ خرد نے فرمایا کہ تم کو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے کسی سر معرفت کے بتلانے میں کوتاہی نہیں کی۔ جو کچھ آنجناب نے تمہیں بتلایا ہے کیا وہ کچھ کم ہے۔ خیر آج کے روز جماعت خانہ میں رہنا میں تم سے کچھ کہونگا۔ غرض کہ مولانا جماعت خانہ میں منتظر تھے۔ بعد از نماز عصر مخدوم زادۂ خرد گھر سے باہر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر ابوالفتح کو آواز دی۔ ابوالفتح دوڑے مخدوم زادۂ خرد نے ان کو اندر بلالیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بالاخانہ پر لے گئے۔ اور ہر ایک چیز کی حقیقت کشف کر کے ذکر تلقین فرمایا۔ جب آپ اسطرح مشغول تھے ناگاہ مخدوم زادہ میاں یمین الرحمن وہاں چلے گئے اور بچوں کی عادت کے مطابق کسی چیز سے کھیلنے لگے اور بہت شور کر رہے تھے۔ مخدوم زادۂ خرد کو تفرقہ ہوا۔ اسی وقت میاں یمین الرحمن کو پکڑ کر بالاخانہ سے زمین پر پٹک دیا۔ صحن خانہ میں ان کے گرتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ گھر میں جو لوگ تھے دوڑے اور میاں یمین الرحمن کو اٹھا لیا۔ اور دیکھا تو ان کو کوئی صدمہ یا چوٹ نہیں آئی تھی۔ شیخ ابوالغیاث خادم خانقاہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مخدوم زادہ میاں محمد اصغر قدس سرہ کے پاس ایک فقیر ہمیشہ شب میں کھانا مانگنے آتا تھا آپ بالاخانہ پر ہی رہتے تھے۔ وہیں سے بغیر بدرسی وغیرہ کے اپنے ہاتھ سے اس فقیر کو کھانے کی صحنک دیتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ فرماتے تھے کہ سیر سلوک میں کسی مقام کو پہنچنے کے لئے انہیں سات دن لگے تھے اسی مقام تک مخدوم زادۂ خرد نے سات گھنٹوں میں رسائی کی۔ مخدوم زادۂ خرد کو لوگوں کی صحبت سے بہت نفرت

تھی۔ تنہائی پسند تھے۔ پالکی یا گھوڑے پر کبھی سوار نہیں ہوتے تھے۔ جامع مسجد کو پیادہ پا
جاتے تھے اور دست بیعت کسی کو نہیں دیا۔ ہمیشہ مسجد میں یا حوض کے کنارہ تنہا بیٹھکر
ذکر و اشغال فرماتے تھے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے مریدوں میں سے صرف دو
شخص آپ کے مقرب تھے جو بہت خوش الحان تھے۔ مخدوم زادہ کے پیچھے جاکر یہ لوگ
دور بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھی مخدوم زادہ موصوف ان کو بلاکر راگ سنتے اور بعدہ پھر مشغول
بحق ہوجاتے تھے۔

شادی مخدوم زادہ خورد کی شادی سید علاء الدین سید اجل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی
سے ہوئی۔ آپ کے سات فرزند تھے۔ پسر بزرگ مقبول الحضرت المیاں ید اللہ حسینی قدس سرہ
دوسرے میاں یمین الرحمن رحمۃ۔ تیسرے میاں یمین اللہ رحمۃ چوتھے میاں للّٰہ رحمۃ پانچویں
میاں باللہ رحمۃ چھٹے میاں من اللہ رحمۃ۔ اور ساتویں میاں صبغۃ اللہ رحمۃ تھے۔ مقبول
الحضرت میاں ید اللہ قدس سرہ کی شادی میاں سالار قدس سرہ کی صاحبزادی سے
ہوئی میاں یمین الرحمن کی شادی دختر قاضی راجہ سے ہوئی۔ ان صاحبزادوں کے
علاوہ آپ کے ایک صاحبزادی بھی تھی جنکا بیاہ مخدوم زادہ میاں سیف اللہ حسینی قدس
سرہ فرزند حضرت سید شاہ محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔

وصال۔ مخدوم زادہ خورد نے ۲۱ ماہ محرم ۸۲۸ھ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی گنبد
شریف میں بائیں طرف ہے۔

ذکر حالات صاحبزادگان حضرت خواجہ صاحب رحمۃ نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے بڑے
صاحبزادے متولد ہوئے اسوقت تہنیت کے لئے ابدال
آئے تھے۔ یہ گروہ ایک شربہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ جس کا رس صاحبزادے کی گھٹی
میں ملاکر دیا گیا چھوٹے صاحبزادہ کو بھی یہی رس ہنگام تولد گھٹی میں دیا گیا تھا کہتے ہیں

کہ اس کے اثر سے تاریخ ولادت سے تاریخ وفات تک ہر دو صاحبزادوں سے کبھی کوئی فعل ناجائز سرزد نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی کوئی مسکر کی چیز نوش فرمائی۔ ہر دو صاحبزادے نہایت عاقل اور جمیع علوم میں کامل تھے۔ صاحبزادگان موصوف نے قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ و مخدوم خانجگی رحمۃ اللہ علیہ نحوی و مولانا نصیر الدین قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی تھی۔ علم سلوک و تلقین و ارشاد حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے حاصل کیا۔ ہر دو مخدوم زادہ نہایت دیندار و دین پرور تھے۔ علما صلحا صوفیہ و فقہا سے صحبت اور محبت رکھتے تھے۔ ہر دو صاحبزادوں کو علوم تفسیر و حدیث و اصول و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ کشاف۔ بزدوی۔ ہدایت وغیرہ کا درس مثل استاد ان اہل سند کے دیتے تھے۔ ہمیشہ سیر و سلوک میں رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب ہر دو مخدوم زادہ سماع فرماتے تو اسوقت واردات غیب کو بڑے تحمل سے برداشت کرتے اور جب غلبہ زیادہ ہوتا تو عاشقانہ و مستانہ اضطراب فرماتے۔ چنانچہ حضار مجلس یہ حالت دیکھکر متحیر و معترف ہوتے تھے کہ بیشک ہر دو صاحبزادے صاحب حال و مقامات علیا ہیں۔ غرضکہ ان بزرگواروں کی فضیلتیں و کشف و کرامات بے شمار ہیں۔ ان سب کو اس مختصر رسالہ میں درج کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔

ذکر صاحبزادی کلاں۔ (۳) حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ عرف بی بی ستی خاتون صاحبہ تھیں۔ حضرت کے بھائی حضرت سید چندا قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے ابن الرسول سے آپکا بیاہ ہوا تھا۔ ان کے کوئی فرزند نہوا۔ صرف چار لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی سید العابدین سے دوسری سید عبدالعلیم سے تیسری سید فضل اللہ سے اور چوتھی کسی قرابتدار ابن الرسول سے بیاہی گئیں

ذکر اولاد برادر حضرت خواجہ بندہ نواز رح۔ حضرت سید چندا قدس سرہ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑے فرزند سید احمد رح جنکے ایک فرزند تھے۔ سید اصغر حسینی رح

دوسرے لڑکے ابن الرسول رح جن سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی کا بیاہ ہوا تہا۔ ان سے ایک فرزند ہوا میاں مثال اللہ جن کی شادی نصیر خاں کی لڑکی سے ہوئی تہی تیسرے لڑکے سید پیر رسول اور چوتہے سید بعض رسول تہے سید چندا قدس سرہٗ کی ایک دختر جنکا بنت رسول نام تہا سید چلوں حق سے بیاہی گیئں۔ ان سے دو فرزند ہوے۔ ایک سید کبیر الدین۔ دوسرے سید فقیر الدین۔ یہ لوگ دہلی میں رہے۔ سید چندا قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی کا نام تاخاں خاتون تہا۔

ذکر صاحبزادی اوسط۔ (۲) منجلی صاحبزادی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی بی بی خجستہ بتول آغا خاتون تہیں جنکا بیاہ سید سالار لاہوری سے ہوا۔ ان کے دو فرزند تہے۔ ایک میاں کلمۃ اللہ عرف کتو حسینی رحمتہ اللہ علیہ جنکی کتخدائی مخدوم زادہ بزرگ کی صاحبزادی سے ہوئی دوسرے میاں روح اللہ تہے جنکو سلطان احمد شاہ بہمنی کی طرف سے دولت خوانی کا خطاب ملا تہا۔ ان دونوں بہائیوں کے نو فرزند تہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی کو تین صاحبزادیاں ہی تہیں۔ ایک کا نکاح شمس الدین سے اور دوسری کا میاں عبد اللہ پسر سید ابو المعالی رح سے ہوا تہا۔ سید ابو المعالی رح حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے سالے تہے۔ جب میاں عبد اللہ کے مکان میں تولد کے دن قریب آ ئے اور ایک دن دردِ زہ شروع ہوا تو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے بعض رفقا کو فرمایا کہ جاؤ۔ مشغول ہو اور دریافت کرو کہ آخر شب کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ ان لوگوں میں مولانا ابو الفتح رح بہی تہے۔ وہ بہی جاکر مشغول ہوئے۔ آخر شب میں آپ کو خواب میں کسی نے کہا کہ میاں عبد اللہ کے مکان میں لڑکا تولد ہوا۔ آپ اُسیوقت بیدار ہوئے اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے اس رویا کو بیان کیا۔ ابہی بیان ختم نہ ہونے پایا تہا کہ اتنے میں ایک شخص مکان سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ لڑکا تولد ہوا ہے یہ سنکر سب خوش ہوئے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے

اسوقت مولانا ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ پر بہت اشفاق والطاف فرمایا۔

ذکر صاحبزادی اصغر۔ | (۵) حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی تیسری صاحبزادی بی بی خونجہ ام الدین صاحبہ خاتونؒ نام میاں بعض رسولؒ پسر سید چندا قدس سرہ سے بیاہی گئیں۔ ان سے ایک لڑکی تولد ہوئی۔

مقدمۂ ثانی در ذکر احفاد امجاد حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ

(۱)

حالات حضرت شاہ سفیر اللہ حسینیؒ | حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ الشریف کے بڑے مخدوم زادہ کے فرزند حضرت سید شاہ سفیر اللہ حسینی قدس سرہ نے ایک دن حضرت سے فرمایا کہ داداصاحب! کیا میں سید ہوں۔ کیونکہ مدت تک تو سادات کشی ہوتی رہی ہے۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل فرمانے کے بعد جواب دیا کہ میرے انتقال کے بعد سوم کے دن میری قبر پر یہ سوال کرو۔ چنانچہ حضرت کی رحلت فرمانے کے بعد آپ نے اسی طرح عمل کیا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ اے سید شاہ سفیر اللہ حسینیؒ تیرے سادات ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے عرض کی کہ عین حیات جواب دینے میں کیوں تامل ہوا تھا۔ تو جواب ملا کہ اے وصی میرے! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت سید الشہداء و حضرت سید الساجدینؑ سے معلوم کرکے جواب دیا ہے۔ اس کے گواہ سید شہاب۔ امام شہر اللہ و سید سلیمان بن ہریرہ علوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سات شخص تھے۔ مزار مبارک حضرت سید شاہ سفیر اللہ حسینی قدس سرہ کا حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے گنبد انور میں سیدھے جانب واقع ہے۔

حالات حضرت شاہ ید اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ | مخدوم زادہ میاں شاہ ید اللہ حسینی الملقب مقبول

الحضرت و معروف بہ شاہ قبولا حسینی قدس سرہٗ فرزند میاں سید شاہ اصغر حسینی رحمۃ اللہ
علیہ کو بھی بچپن ہی سے ذکر و اذکار کا شوق تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ
خلوت میں آپ کو اذکار و مراقبات تلقین فرماتے اور کسی اوپر اسکا اظہار کرنے کے
لئے منع فرماتے تھے۔ ایک دن میاں ید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مولانا
ابوالفتح کچھ پوچھتے ہیں۔ کیا میں ان کو بتلاؤں حضرت نے فرمایا۔ کیا مضائقہ ہے۔
تمہارے والد اور محمد اکبر حسینی اس کے باپ علاء الدین گوالیری سے بہت محبت رکھتے تھے
اور ان سے کوئی بات چھپاتے نہیں تھے۔ تم بھی ابوالفتح سے کچھ مت چھپا رکھو۔

نقل ہے ایک دن صبح کو حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے حضور میں حضرت
شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ حاضر تھے۔ حضرت خواجۂ دکن نے فرمایا کہ آج کی رات میں نے
تمام فرزندوں کو رب العزت کے روبرو پیش کیا۔ سب کو واپسی کا حکم ہوا تجھکو قبول کیا گیا
اسی وجہ سے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ آپ کو قبولا فرماتے تھے اور اسیوقت سے
مقبول الحضرت آپکا لقب ہوا۔ بعض کتب میں یوں لکھا ہے کہ جب سلطان احمد شاہ
بہمنی نے اپنا دار الخلافہ بجائے گلبرگہ کے محمد آباد بیدر کو قرار دیا۔ اسیوقت حضرت
خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض رسا ہوا کہ چند بزرگواروں کو اپنے
ہمراہ دیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے اپنے رقعہ مبارک کے ساتھ
بہت لوگوں کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا اور بادشاہ نے انہیں معزز عہدہ دئے۔
جسوقت حضرت نے مقبول الہ شاہ ید اللہ قدس سرہ سے دریافت فرمایا کہ تم بھی
وہاں جانا چاہتے ہو اور تمہیں بھی رقعہ کی خواہش ہے تو انہوں نے مؤدبانہ استغاثہ کیا
یہ رباعی لکھکر گذران دی۔

رباعی

پائے من از در تو بر در دیگر نرود	گر مرا سر برود عشق تو از سر نرود
سر من گرچہ کہ پامال شود پیش کسادت	نقش پیشانی من ہرگز ازین نرود

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ اس رباعی کو ملاحظہ فرماکر بہت خوش ہوئے اور اسی روز سے آپ کو قبولا کا خطاب عطا ہوا۔

نقل ہے کہ سید حنیف قدس اللہ اسرارہٗ کا ایک مرید تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ پر اس کا اعتقاد اسقدر زیادہ تھا کہ اتنا اپنے پیر سے بھی نہ تھا کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں بار یاب بھی ہوتا رہتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو حضرت خواجہ بندہ نواز رضا نے اس کے سوم کی فاتحہ کے لئے حضرت مقبول الحضرت شاہ یداللہ حسینی قدس سرہ کو بھیجا اور ہنگام روانگی ان سے فرمایا کہ آج کام آنے کا دن ہے سید حنیف قدس اللہ سرالعزیز بھی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ قبر میں ایک سوراخ ہے اس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اور وہ مردہ جل رہا ہے۔ یہ دیکھکر حضرت سید شاہ یداللہ حسینی قدس سرہ نے جھٹ اپنی مبارک انگلی اُس سوراخ میں دے کر خدا سے دعا کی اور اسکو بخشایا اور عذاب سے نجات دلائی۔ جب وہاں سے فراغت پاکر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں کا سب ماجرا بیان کیا۔ حضرت یہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور گودی میں لیا۔ کہتے ہیں کہ اسوقت بہت سے غیوبات شاہ ممدوح کو حاصل ہوئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اسوقت فرمایا کہ جس شخص کو ایک گز بھر زمین کی خبر نہو اُسپر کسی کو مرید کرنا بالکل حرام ہے۔

وفات حضرت سید شاہ یداللہ حسینی رح حضرت شاہ یداللہ حسینی قدس سرہ نے ۲۳ ربیع الآخر ۸۵۲ھ میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات آپ کی تہہتاپقیقی سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا گنبد مبارک بھی نہایت وسیع مگر خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے قبہ مبارک سے کسیقدر چھوٹا اور اس سے کوئی چالیس پینتالیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے اور چھوٹے روضہ کے نام سے زبان زد خلایق ہے آپ کے وصال کے بعد آپ کے خسر شیخ محمود صاحب قدس سرہ نے جو تجارت پیشہ تھے آپ کے اس گنبد مبارک کو

تیار کرایا تہا۔

حضرت سید شاہ یداللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ یداللہ حسینی قدس سرہ کے دو محل تہے پہلے محل محترم سے شاہ ندیم اللہ حسینی نبیسہ بی بی بتول قدس سرہا اور دوسرے محل معظم سے شاہ احمد عزنتے شاہ تولد ہوئے۔

حالات حضرت سید شاہ ندیم اللہ حسینی رح

شاہ ندیم اللہ حسینی قدس سرہٗ نے بچپن ہی میں رحلت فرمائی۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکہا ہے کہ شاہ ندیم اللہ غالب کرامات تین سال کے ہتے۔ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی گودی میں بیٹہے ہوئے تہے انکے ہاتہ میں خربزہ تہا۔ اسکو حضرت خواصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لے لیا۔ آپ نے اسوقت کہا۔ دادا حضور نے اس زور سے مار دیا۔ بس اسی وقت بخار چڑہا اور رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات آپ کی شہنشاہ ندیم اللہ ہے۔ عام قول ہے اور تاریخ خورشید جاہی سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت کی عمر سات سال کی تہی ایک روز بچوں کے ساتہہ خانقاہ کے باہر بجانب غرب آپ جاکر کہیل رہے تہے ایک صاحب دل ولی شیر پر سوار بچہوؤں کا عنان دئے ہوئے سانپ کا کوڑا ہاتہ میں لئے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی ملاقات کے شوق میں آرہے تہے۔ لڑکے شیر کو دیکہکر دنگ رہ گئے۔ حضرت شاہ ندیم اللہ غالب کرامات نے دیکہکر فرمایا کہ یہ توسوار ہیں۔ کیا میں پیادہ رہوں۔ یہ کہکر ایک پرانی دیوار پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ چل۔ بفور حکم وہ دیوار چلنے لگی۔ جب یہ حالت راجہ شیر سوار نے دیکہی تو متعجب ہوئے اور فرمایا کہ جاندار پر تو کوئی بہی کسی ڈہب سے سوار ہوسکتا ہے۔ مگر یہ لڑکا بے جان شے پر عمل چلاتا ہے۔ یہ کہکر لڑکوں سے دریافت کیا کہ یہ عالیقدر لڑکا کون ہے۔ لڑکوں نے بیان کیا کہ یہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کے پرپوتے ہیں۔ راجہ شیر سوار یہ سنکر حیران رہے اور جانے کہ جب پرپوتے میں یہ کشف وکرامات ہیں تو اون کے جد امجد میں کیا کچہہ ہوں گے۔ پس عرہ میں سے کلیانی کی طرف واپس ہوگئے۔ بعد حضرت خواجہ صاحب

قدس سرہ سے نہیں ملے۔ جب یہ اتحاد روئداد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو معلوم ہوئی تو
شاہ ندیم اللہ حسینی قدس سرہ کی چشم نمائی کی۔ آپ کو مارے خوف کے اسیوقت بخار چڑھا
اور ۱۲ شعبان ۱۰۸۱ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی غالب
کرامات کا مزار فیض آثار حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے گنبد مبارک کے باہر
پائین میں ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے مزار مبارک پر کوئی گنبد وغیرہ
تعمیر نہیں کرایا گیا۔ ہر سال مزار مبارک پر نیا خیمہ استادہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے
کشف و کرامات ابتک جاری ہیں۔ لوگ درخواستیں تحریر کرکے مزار شریف پر تاڑ پیسے
باندہ دیتے ہیں۔ وہ دیوار جو حضرت کے حکم سے چلی تہی خانقاہ کے پاس ابتک اسی حالت
میں موجود ہے۔

حالات حضرت سید شاہ یداللہ شیر یزداں رحمہ

حضرت محمد اصغر صغیر عرف شاہ ننہے بادی قدس سرہ کے پرپوتے شاہ یداللہ
ثالث شیر یزداں قدس سرہ جب سجادہ نشین تہے۔ کہتے ہیں کہ
اسوقت ان سے دو خون ہوئے تہے۔ بادشاہ نے علما و قضاۃ کے مشورے سے
آپ کو بلا کر از روئے شرع شریف آپ پر خون ثابت کرکے قصاص کرنا چاہا اور آپ کو نہیں
بلایا۔ وہ نہیں آئے۔ دوبارہ بلایا۔ پہر بہی نہیں آئے تو تیسرے مرتبہ پہر طلب کیا۔
آپ پریشان ہوکر تمام شب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے گنبد میں مشغول
رہے۔ یکایک علی الصباح آواز آئی کہ جاؤ۔ ڈرو مت۔ اس کے سنتے ہی آپ فی الفور
باہر آئے اور میانہ میں سوار ہوکر روانہ ہوئے بادشاہ اپنے وزرا و امرا و قضاۃ و علما کے
ساتہہ دیوان عام میں بیٹہا ہوا تہا۔ جب بادشاہ کی نظر حضرت شاہ یداللہ ثالث پر
پڑی تو فوراً اٹہکر دوڑا گیا۔ آپکا قدمبوس ہوکر آپ کو اپنے ہمراہ لایا اور اپنی جگہہ پر
آپ کو بٹہاکر خود مودبانہ آپ کے روبرو بیٹہا۔ یہ دیکہکر قضاۃ و علما وزرا وغیرہ حاضرین
بہت متعجب ہوئے۔ بادشاہ نے بالآخر حضرت سے تکلیف دینے کی معافی چاہی

اور بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو واپس کیا۔ آپ کی واپسی کے بعد حاضرین دربار نے بادشاہ سے عرض کی کہ آپ کو کس غرض سے طلب کیا گیا تھا اور کیا کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں کیا کرتا۔ جب میری نظر حضرت موصوف پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو شیر چلے آرہے ہیں۔ پس انکا خوف مجھپر طاری ہوا۔ یہ امر مجبوری استقبال بجالاکر آپ کو بلالایا۔ اور جب میں آپ کے پاس بیٹھا تو دونوں شیر میرے دونوں جانب منہ کھولے ہوے اور زبان باہر نکالے ہوے کھڑے تھے اور اسقدر غضبناک ہو رہے تھے کہ کف ان کے منہہ سے نکلکر مجھہ پر گرتا تھا۔ اگر تم کو اعتبار نہو تو یہ دیکھو (حاضرین نے دیکھا تو واقعی ویسا ہی تھا) پس میں نے خوف زدہ ہوکر آپ کو واپس کیا تمام لوگ یہ واقعہ سنکر حیران رہے۔ مزار مبارک آپکا مقبول الحضرت سید شاہ یداللہ حسینی قدس سرہٗ کے گنبد مبارک میں داخل ہوتے وقت بید ہے جانب ہے۔

ذکر حضرت شاہ حسین عرف حسین شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

نقل ہے کہ جب سید شاہ سفیر اللہ ثانی مسند سجادگی پر متمکن تھے، تو اسوقت سلطان ابراہیم قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ نے آپ کی خدمت میں نوشتہ ارسال کیا کہ میں علیل ہوں حضرت تشریف لاکر مجھے اپنی بیعت میں لیں۔ یا اگر حضرت قدم رنجہ نہ فرما سکیں تو فرزند ولیعہد حضرت کو ادھر روانہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے ایک وصیت نامہ اپنے فرزند حسین شاہ ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھکر دیا اور حیدرآباد کو روانہ کیا۔ حضرت سید شاہ حسن عرف حسین شاہ ولی قدس سرہ اپنے والد کے ارشاد کے مطابق وصیت نامہ کو ہمراہ لیکر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ بادشاہ معز نے بیعت کی اور اپنی شاہزادی کو بھی حضرت ممدوح کا شرف زوجیت دلایا اور آپ کو اپنے پاس ہی رکھا۔ مزار [illegible] حضرت ممدوح حدود بلدہ حیدرآباد میں بڑی لنگم پلی کے پیدل شاہ راہ پر واقع ہے۔ سید شاہ سفیر اللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دنیز آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید شاہ سفیر اللہ حسینی عرف امام الملک

کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت خواجہ سید شاہ اسداللہ قدس سرہ گلبرگہ آکر مسند سجادگی پر تمکن
ہوئے رجب آپ کے خلف اشرف خواجہ سید شاہ سفیراللہ حسینی ہر دو درگاہ کے سجادہ ہوئے تو
حضرت سید حسین شاہ حسینی ثانی قدس اللہ سرہ کو روضہ حضرت حسین شاہ ولی صاحب کی
تولیت نیابتاً دیکر آپ مسند سجادگی درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز قبلہ ارباب نیاز رحمتہ اللہ
علیہ پر مسلط رہے اور اپنے بعد اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ سید شاہ حسین قدس
سرہ کو درگاہ حضرت خواجہ دکن صانہا اللہ عن الحوادث الزمن کا سجادہ نشین مقرر
فرمایا اور سب سے چھوٹے فرزند سید اکبر حسینی صاحب کو ہر دو جگہہ سے معاش مقرر کر دی

حالات حضرت سید شاہ سفیراللہ حسینی رح

حضرت سید شاہ سفیراللہ حسینی عرف سید شاہ اسداللہ حسینی
ثانی کے زمانہ سجادگی میں نواب مختارالامرا بہادر مرحوم و مغفور والی کلیانی حضرت خواجہ
بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ کی زیارت حاصل کرنے کے لئے رونق افروز گلبرگہ درگاہ
شریف ہوئے تھے۔ اور یہاں کے مراسم و مدارج کو ملاحظہ فرماکر اپنی دختر بلند اختر کو حضرت
سید شاہ اسداللہ حسینی ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیاہ دیا۔ حضرت موصوف سے بہت سی کرامات
ظاہر ہوے۔ چنانچہ ایک وقت آپ کے فرزند ولیعہد گردش زمانہ کی وجہ سے گلبرگہ میں
مقید ہوے تھے۔ عالم رویا میں انہوں نے دیکھا کہ آپ اپنے فرزند کو ہمراہ لیکر حضرت
خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہ کی زیارت کرکے آپ کے گنبد مبارک کے روبرو استادہ
تھے۔ فاتحہ خوان تبرکات کا طبق لایا۔ حضرت نے اسکو اپنے سر پر رکھا اور اپنے
فرزند کے حوالہ کیا اور فاتحہ خوان سے فرمایا کہ ولیعہد صاحب کے ہاتھہ سے خدمت لو۔
میں اب جاتا ہوں۔ غرضکہ آپ کے فرزند نے گلبرگہ سے رہائی پائی۔ اور جبکہ چادر
گھاٹ میں بھی نظر بند تھے تو اسوقت ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ میں بعد عید الضحیٰ پہر لیٹکے
خواب میں جاکر فرمایا۔ تو کیوں گھبراتا ہے۔ یہاں سے بھی تجھکو خلاصی دلاتا ہوں۔
غرضکہ بماہ صفر ۱۲۶۶ھ کو نظر بندی سے رہائی پاکر حسب الحکم عدالت بلدہ میں تھے

۱۸ ۱۰ اشوال ۱۲۶۷ھ سنہ کی شب میں پہر آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ہاتھ آپکا پکڑ کر زنانہ مکان میں لے گئے اور اپنے ہاتھ سے دو لقمے میٹھے کہانے کے کہلائے۔ اور فرمایا کہ تو کیوں گھبراتا ہے۔ بعد صحت مزاج میں تجھکو گھر لے جاؤنگا۔ غرضکہ ۲۷ ذالحجہ سنہ مذکور کو جب اعلحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی مکہ مسجد میں بخشی بیگم صاحبہ مرحومہ کی فاتحہ کے لئے تشریف لائے تو اسوقت نواب سراج الملک بہادر کے نام حکم اجرا فرمایا کہ حسین شاہ ولی ثانی کو اپنے مکان پر جانے دو۔ حضرت اسد اللہ ثانی کا مزار مبارک محاذی گنبد حضرت جناب مخدوم زادہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کستی کیطرف ہے۔ اور ابتک آپ کی ہی اولاد میں سجادگی قائم ہے۔

حالات حضرت سید شاہ فتح حسینی رح | حضرت شاہ قبول اللہ حسینی رح کے ساتوین پشت میں بزمانہ سجادگی شاہ ید اللہ حسینی بیجنی آپ کے فرزند سید شاہ فتح حسینی رح کو سیاحی کا شوق ہوا۔ اس شوق میں آپ دہلی پہونچکر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ مگر وہاں اپنے کو ظاہر نہیں کیا۔ بادشاہ کو خواب ہوا اور اوس میں حضرت خواجہ صاحب رح نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری اولاد سے ایک تیرے پاس پوشیدہ طور پر ملازم ہیں۔ پس بادشاہ اس خواب سے متفکر رہا اور جستجو شروع کی مگر پتہ نہ چلا۔ اتفاقاً جسوقت آپ ایک دن بادشاہ کے سلام کے لئے حاضر ہوے اور سلام کے قبل خدمتگار کو اپنی تلوار دینے کے لئے پیچھے ہاتھ کی اور تلوار دینا چاہا مگر وہان خدمتگار موجود نہ تہا۔ تلوار بہ تعمیل حکم معلق ٹہری رہی۔ بادشاہ اس کو دیکھکر آپ کو جان گیا۔ اور تنہائی میں بلاکر اصل واقعہ دریافت کیا اور کل حالات معلوم کرنے کے بعد نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ گلبرگہ بہیجدیا۔

حالات حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی رح | شاہ ید اللہ حسینی مفتی کے فرزند شاہ ندیم اللہ حسینی رح کے زمانہ سجادگی میں آپ کے چچازاد بہائی شاہ ید اللہ حسینی ہسم ممتاز الامراء نواب کلیانی کے داماد تھے۔ نواب صاحب کلیانی نے اپنے داماد کی نسبت نواب غفران مآب نظام علیخاں

بہادر سے عرض معروض کراکر سکہارام نامی سردار لشکر کو بارہ ہزار کی فوج کے ساتھ وندوتی بھیجا تاکہ شاہ ندیم اللہ صاحب کو معزول کر کے شاہ ید اللہ حسینی ہستی کو سجادہ روضہ خرد بنائے ۔ جبکہ سکہارام بہ تعمیل حکم ونڈوتی کا محاصرہ کیا تو شاہ ندیم اللہ حسینی رح اس کو بلاکر کہا کہ بادشاہوں سے لڑنا ہم فقیروں کا کام نہیں ہے ۔ خرچ سفر اور باربرداری کا انتظام کردیا جائے تو میں خود اپنے مریدوں کے پاس مدراس چلا جاتا ہوں ۔ سکہارام نے جواب دیا کہ باربرداری وغیرہ کا میں کچھ انتظام نہیں کرسکتا ۔ جس طرح بن سکے چلے جاؤ ۔ اس جواب سخت سے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ سادات کشتی کر لیجائے ۔ چنانچہ اس نے رات کو چڑہائی کر دینے کا منصوبہ ٹہانا اور توپخانہ تیار کرلیا اور بعد مغرب جب بڑہنے کا ارادہ کیا تو سوار و پیدل کا ایک ہجوم مقابلہ کے لئے بارہ بجے رات تک اسکو اور اسکے لشکر کو آمادہ نظر آتا رہا ۔ یہ دیکھکر سکہارام ہیبت زدہ ہوگیا اور اپنی جمعیت کو بڑہنے کا حکم نہ دیسکا ۔ دوپہر رات کو حضرت وظیفہ کے حجرہ میں داخل ہوئے ۔ اور حضرت کا سرتن سے جدا ہوگیا ۔ اور ادہر دو سوار نوجوان لشکر مخالف میں گھس آئے اور ایسا لشکر کو تباہ و برباد کیا کہ لشکر شاہی پریشان ہوکر دو چار کوس ہٹ گیا ۔ صبح دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کشتہ و زخمی تو کوئی نہ تہا ۔ مگر اسباب و ہتیار گھوڑے وغیرہ پر نشان پائے گئے ۔ پس جمعیت کی فراہمی میں دوپہر ہوگئی ۔ اور اس کے بعد مکرر لشکر تیار ہونے تک شام ہوگئی ۔ غرضکہ ہر روز یہی معرکہ رہا ۔ اور حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی رح کی طرف سے اس اثنا میں بندہ علی شاہ درویش جنکا مزار درگاہ شریف کے باہر قریب میں بجانب مشرق واقع ہے ایک دعا نامہ حضرت کی جانب سے لیکر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور وہاں فقراء کو جمع کر کے ان کے ساتھ در دولت پر بیٹھے رہے ۔ شب میں نواب غفرانماب نے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رح کو خواب میں دیکھا ۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری اولاد پر کیوں ظلم کر رہے ہے ۔ فقیر آیا ہے اس کے

واقعات کو سُن اور داد دے۔ چنانچہ نواب صاحب فوراً بیدار ہو کر فقیر کو طلب کرکے اسیوقت فرمان شاہی واپسی سکھارام کے لیئے لکھ بھیجا۔ اور جب نواب صاحب کا فرمان فقیر نے حضرت کی خدمت میں لادیا تو حضرت نے سکھارام کو طلب کرکے فرمان بھیجوا دیا اور وہ بہ تعمیل حکم مع لشکر واپس ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند سید شاہ حبیب اللہ حسینی رح سجادہ نشین ہوے۔ آپ بھی صاحب کرامات تھے اور ابتک آپ ہی کی خاندان میں سجادگی قایم ہے۔

فصل چہارم در ذکر خلفا طاہرین حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ

تذکرہ خلفا و حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے کل بارہ خلیفہ تھے آپکے اخیر زمانہ حیات میں اور بیترہ شخصوں کو خلافت ملی ان سب کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) شیخ علاء الدین گوالیری (۲) قاضی نور الدین اجودھنی (۳) معین الدین تو ہانی (۴) شیخ صدر الدین خوند پیر ایر چی ؒ۔ (۵) قاضی اسحاق احمد (۶) قاضی سلیمان محمد (۷) قاضی علم الدین شرف (۸) مخدوم زادہ بزرگ میاں محمد اکبر حسینی (۹) سید ابو المعالی (۱۰) خواجہ احمد دبیر (۱۱) شیخ ابو الفتح بن شیخ علاء الدین گوالیری (۱۲) مخدوم زادہ میاں کلمۃ اللہ حسینی (۱۳) سید یوسف حسینی المعروف سید محمد اصغر مخدوم زادہ خرد (۱۴) مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی (۱۵) مخدوم زادہ شاہ سیف اللہ حسینی (۱۶) میاں عبد[illegible] پسر حضرت ابو المعالی (۱۷) حضرت قاضی راجہ (۱۸) شیخ زادہ شہاب الدین (۱۹) مولانا بہاء الدین دہلوی۔ (۲۰) قاضی سراج الدین (۲۱) قاضی سیف الدین لکھنوی (۲۲)

واقعات کو سن اور داد دے۔ چنانچہ نواب صاحب فوراً بیدار ہو کر فقیر کو طلب کرکے اسیوقت فرمان شاہی واپسی سکھا رام کے لیے لکھ بھیجا۔ اور جب نواب صاحب کا فرمان فقیر نے حضرت کی خدمت میں لادیا تو حضرت نے سکھا رام کو طلب کرکے فرمان سمجھا دیا اور وہ بہ تعمیل حکم معہ لشکر واپس ہوگیا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند سید شاہ حبیب اللہ حسینی رح سجادہ نشین ہوئے۔ آپ ہی صاحب کرامات تھے اور ابتک آپ ہی کی خاندان میں سجادگی قایم ہے۔

فصل چہارم در ذکر خلفا طاہرین حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ

تذکرہ خلفا و حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ۔	حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے کل بارہ خلیفہ تھے آپکے اخیر زمانہ حیات میں اور تیرہ شخصوں کو خلافت ملی ان سب کے

اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) شیخ علاء الدین گوالیری (۲) قاضی نور الدین اجودھنی (۳) معین الدین توہانی (۴) شیخ صدر الدین خوندپیر ایرچی۔ (۵) قاضی اسحاق احمد (۶) قاضی سلیمان محمد (۷) قاضی علم الدین شرف (۸) مخدوم زادہ بزرگ میاں محمد اکبر حسینی (۹) سید ابو المعالی (۱۰) خواجہ احمد دبیر (۱۱) شیخ ابو الفتح بن شیخ علاء الدین گوالیری (۱۲) مخدوم زادہ میاں کلمۃ اللہ حسینی (۱۳) سید یوسف حسینی المعروف سید محمد اصغر مخدوم زادہ خرد (۱۴) مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی (۱۵) مخدوم زادہ شاہ سیف اللہ حسینی (۱۶) میاں عبد [illegible] پسر حضرت ابو المعالی (۱۷) حضرت قاضی راجہ (۱۸) شیخ زادہ شہاب الدین (۱۹) مولانا بہاء الدین دہلوی۔ (۲۰) قاضی سراج الدین (۲۱) قاضی سیف الدین لکھنوی (۲۲)

انہیں کشف قبور بتایا اور اسی وقت یہ بھی نصیحت فرمائی کہ بابا احمد تو ہر کہیں جاسکتا ہے لیکن اسطرف نہ جا جسطرف حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد سراج الدین قدس سرہٗ کا آستانہ ہے۔

نقل ہے کہ ایک شب خواجہ احمدؒ دبیر ہاتھ میں چھڑی لیکر حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہ مجذوب کے مزار مبارک پر پہنچے۔ اور چھڑی مزار پر مارکر توجہ کی چھڑی کے لگتے ہی ایک شعلۂ جوالہ نمودار ہوا۔ اسکو دیکھ کر یہ بہت گھبرائے اور ڈرکر چیختے ہوئے چلے آئے۔ اسوقت سے شب میں حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک کے پاس ٹیلے پر کوئی شخص نہیں جاتا ہے۔

نقل ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک دن حضرت شیخ منہاج الدین انصاری قدس سرہ کے مزار اقدس پر بھی آکر آپ نے چھڑی لگائی اور توجہ کی۔ حضرت کے مزار سے اسوقت ایک شیر نکلا۔ اسکو دیکھکر خواجہ احمدؒ دبیر ترساں ولرزاں بیہوش ہوکر گر پڑے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کو اس کی خبر ہوئی۔ حضرت نے ایک سری بکری کی شیر کے لئے بھیجدی شیر اس سری کو لیکر مزار مبارک کے قریب غائب ہوگیا۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایک دن خواجہ احمدؒ دبیر نے حضرت سید شاہ حسام الدین المعروف تیغ برہنہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر جاکر چھڑی ماری اور توجہ کی۔ قبر اشرف سے ایک برہنہ شمشیر برآمد ہوئی۔ خواجہ احمدؒ دبیر شمشیر کو دیکھتے ہی ڈرکر بھاگے شمشیر نے بھی آپکا پیچھا کیا بالآخر خواجہ احمدؒ دبیر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے پاس دوڑتے آئے اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی توجہ سے اسوقت بچ گئے۔ حضرت نے خواجہ احمدؒ دبیر کو اسوقت فرمایا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی اگر اسوقت میں نہوتا تو تمہارا کیا حال ہوتا۔

فصل پنجم در ذکر تصانیف حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز

تصانیف حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے کل ایک سو پانچ تصانیف ہیں جن میں سے مشہور ذیل میں درج ہیں ۔ پہلے وہ تصانیف درج ہوئی ہیں جو دہلی میں اور دہلی سے حسن آباد گلبرگہ آنے کے راستہ میں لکھی گئیں اور دوسرے وہ جو خاص گلبرگہ میں تیار کی گئیں ۔

تفصیل تصانیف دہلی وغیرہ

الف ۔ (۱) ملتقط تنبیہ قرآن در آداب سلوک (۲) تفسیر و دیگر جو ابھی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ حضرت نے دہلی سے حسن آباد گلبرگہ کی طرف نقل مقام فرمایا (۳) حواشی کشاف (۴) اشارات المشارق (۵) رسالہ در بیان رایت ربی فی احسن صورۃ (۶) شجرہ نسب جو ستر سے زیادہ رسالوں کا مطالعہ فرمانے کے بعد لکھا گیا تھا ۔ (۷) شرح رسالہ قشیری فارسی ۔ (۸) شرح عوارف جس کو معارف العوارف کہتے ہیں (۹) شرح فصوص الحکم (۱۰) خلافت نامہ اپنے خلفاء اور ارباب مجاز کے لئے لکھے تھے (۱۱) رسالہ در بیان بود وہست (۱۲) ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی (۱۳) استقامت الشریعۃ بطریقۃ الحقیقۃ (۱۴) خطایر القدس جسکو عشق نامہ کہتے ہیں کمبایت میں تحریر فرمایا تھا (۱۵) شرح تمہیدات (۱۶) ملفوظ اول (۱۷) ملفوظ ثانی ۔ یہ دونوں ملفوظات قدوۃ المشائخ حضرت مخدوم زادہ بزرگ نے جمع کئے ہیں اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے پہلا ملفوظ دہلی میں اور دوسرا گجرات میں تحریر فرمایا تھا ۔ (۱۸) وجود العاشقین (۱۹) تلاوت الوجود ۔ (۲۰) درّ الاسرار (۲۱) رسالہ عروج و نزول (۲۲) رسالہ رویت (۲۳) سبیل المحققین والمجذوبین ۔

تفصیل تصانیف شہر گلبرگہ

ب ۔ (۱) ترجمہ مشارق (۲) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) اوراد نامہ جو خاص مخدوم زادہ بزرگ کے لئے تحریر فرمایا تہا۔ (۴) شرح فقہ اکبر فارسی۔ یہ شرح فقہ عربی میں لکھہ رہے تہے۔ ہاتف نے ندا دی کہ فارسی میں لکھو اسوقت فارسی میں تحریر فرمایا (۵) شرح تعیدہ امالی (۶) شرح عقیدہ حافظیہ۔ افضائل خلفا ا الراشدین (۷) ضرب الامثال (۸) حواشی قوت القلوب (۹) عقیدہ چند ورقی۔ یہ تحریر فرما رہے تہے اتنے میں سنا کہ حضرت قدوۃ المشائخ عقیدہ لکھہ رہے ہیں تو خود لکہنا چہوڑ دیا۔ (۱۰) شرح رسالہ قشیری (۱۱) دوسری شرح عوارف بزبان فارسی (۱۲) شرح آداب المریدین ایک عربی اور دو فارسی جملہ چار کتب (۱۳) اسمار الاسرار۔ اس کتاب کی تعلیم ملک زادہ شہاب الدین پسر ملک قطب الدین کو خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ دیتے تہے۔ ہنگام تعلیم اس کے سننے کی صرف تین شخصوں کو اجازت تہی یعنی مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی و میاں عبد اللہ و قاضی بہار الدین قدس سرہم سن سکتے تہے۔ ان کے سوائے کسی خلیفہ یا مرید کو اسوقت وہاں رہنے اور سننے کی اجازت نہیں تہی۔ (۱۴) حدایق الانس (۱۵) خاتمہ رسالہ قشیری (۱۶) رسالہ دربیان آداب سلوک ظاہر (۱۷) رسالہ دربیان اشارات محبان حق (۱۸) رسالہ دربیان ذکر و مراقبہ بزبان فارسی (۱۹) رسالہ دربیان معرفت حضرت رب العزت جل جلالہٗ (۲۰) رسالہ در ایام سفر (۲۱) مکتوبات حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ جسکو بعد وفات حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ مولانا ابو الغیاث المعروف قاضی نور الدین خادم خانقاہ نے ترتیب دیا تہا (۲۲) دیوان جس کو مولانا عماد فتح آبادی نے مدون کیا تہا۔ بعض کا قول ہے۔ کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی بہت سی غزلیات تہیں اور آپ کے ملفوظات بہی بہت لوگوں نے فراہم کئے ہیں۔

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ بہت علامہ اور فاضل عصر تہے جسقدر کتابیں آپ نے تصنیف کیں تعجب ہے کہ کسی پر بہی نظر ثانی نہیں فرمائی۔ اور نہ کسی سے

کبھی پڑھ کر سنا اور نہ اسکو درست کیا۔ کوئی کتاب خواہ تفسیر میں ہو خواہ حدیث کی خواہ کلام کے متعلق ہو خواہ تصوف میں۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔ خواہ فارسی ہو خواہ عربی اکثر تو خود لکھکر کسی اور سے لکھاتے جاتے اور کبھی کبھی خود ہی تحریر فرماتے تھے اور کبھی ایک وقت لکھ دیتے یا لکھا دینے کے بعد اسکو پھر نظر ثانی نہیں فرماتے تھے۔ کیسا ہی عالم۔ فاضل شخص ہو کبھی نہ کبھی اسکو نظر ثانی کی ضرورت ہوتی ہی ہے۔ مگر حضرت کی یہی ایک کرامت تھی کہ انہوں نے اپنی تحریر کو کبھی نہیں بنایا۔ آپ فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانہ میں آپ سبق لینے کے بعد جب مکان کو آجاتے تو کتاب بالائے طاق دھر کر مشغول بحق ہو جایا کرتے۔ بقول اس کے کہ کتاب در طاق و دل بہ ستاں۔

ذیل میں ایک چھوٹے سے رسالہ وجود العاشقین کو جو خاص حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا مصنفہ ہے بغرض افادہ ناظرین تیمناً و تبرکاً نقل کر دیا جاتا ہے۔

وجود العاشقین

تصنیف خاص جناب قطب الآفاق رئیس العشاق استاد العارفین مرشد الواصلین عاشق شہباز بلند پرواز بندہ نواز گیسو دراز حضرت خواجہ سید محمد حسینی قدس اللہ سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بیحد و ستائش بیعد مر قادر مطلق برحق و جانان عاشقان و صاحب جملہ

جہاں را و درود بیقیاس مر احمد حق شناس را کہ محب درگاہ و محبوب شہنشاہ متقین العاشقین و معید المحققین و التابعین المقربین باد، علی آلہ الامجاد۔

سخنے چند از عشق بے پایاں ناک و لقوت جان پاک بہ عنایت یزدانی و بہ اشارت حبیبی اللہ در تسلم آوردہ می شود۔ تا جہان را محبت بیفزاید و دوستاں را راہ دوستی نماید۔ و درین باب امید الی اللہ۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

بداں اے عزیز دریں جا ہمیں سہ چیز است و را ئے ایں ہمہ ناچیز است۔ یعنی عشق و عاشق و معشوق۔ ہمیں ظاہر است و ہمیں ظہور است و ہمیں بطون۔ ظاہر عبادت خلق و باطن عبادت خالق۔ و ایں است دو مرتبہ۔ ذات یکے باشد اگرچہ مراتبات بسیار است چنانچہ احد۔ الف بمعنی عشق، حا بمعنی عاشق و دال بمعنی معشوق۔ و در جمع توحید ہر سہ یکے باشد۔ چنانچہ دریا و موج و کف۔ ہر سہ حقیقت دریاست و یکے ست۔ اکنوں کسے را کہ ایں در بکشاید۔ من و تو نماند۔ و دو یکے باشد کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ ای صفتنا واحدۃ یعنی محبت صفت و ذات مگر یکے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اَلْعِشْقُ نَارٌ اِذَا وَقَعَ فِی الْقَلْبِ یُحْرِقُ مَا سِوَی الْمَحْبُوْبِ۔ بمعنی چنیں باشد کہ عشق آتشے ست۔ چوں افروختہ شود در دل بسوزد ہر چہ غیر او۔ یعنی غیر دوست بود۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

جہاں عشق است و دیگر زرق سازی		ہمہ بازیست الا عشق بازی	

چوں ایں آتش ترا حاصل شود۔ ہیزم تن تو سوختہ گردد۔ آنکہ تو نمانی عشق ماند۔ تو ندانی عشق داند۔ چوں خود را خود باختی از خودی خود خدای یافتی۔ چنانچہ عشق و دل منزہ است از آب و گل۔ یعنے جائیکہ عشق سر افرازد۔ او چشم خود بخود وہمی مالد۔ و ایماہی نالد ؎

مجنون عشق را دگر امروز حالت است		کاسلام عشق لیلی و دیگر ضلالت است	

سر مجنوں مجنوں داند۔ اما عقل عاقل اینجا کور ماند۔ زیرا کہ عشق سہ حرف است عین عبارت از نفی

عقل ست وشین عبارت از نفی شرک ۔ شرم وقاف عبارت از نفی قالب ۔ یعنی چوں عشق آید
ایں ہر سہ چیز فراموش گرداند ۔ چنانچہ عاشق ہادی حضرت شیخ سعدیؒ می فرمایند ۔

چوں عشق آمد از عقل دیگر مگوی ؎ کہ در دست چوگاں اسیر ست گوی

ونیز عشق را پنج مرتبہ آوردہ اند ۔ اول شریعت ۔ یعنی شنیدن صفت جمال محبوب تا کہ شوق
پیدا آید ۔ دوم طریقت یعنی طلب کردن محبوب و رفتن در راہ محبوب ۔ سوم حقیقت
یعنی حضور بودن دایم در حسن محبوب ۔ چہارم معرفت یعنی محو کردن مراد خود را در مراد محبوب
پنجم وحدت یعنی وجود فانی خود را شکستن ہم در ظاہر ہم در باطن و موجود مطلق دانستن ہمیں
محبوب را ۔ چوں ایں مرتبہ تمام شود کار باتمام رسد ۔ آخر ہمیں محبوب عشق اند و دوئی
عاشق و معشوق در بحر عشق غرق شود چنانچہ بزرگے فرمایند الوجود بین العشقین
کالطہر بین الدمین ط یعنی وجود میان دو عشق است چنانچہ پاکی از آں عورت
میاں دو خوں است یعنی اول ہم عشق و آخر ہم عشق باشد زیرا کہ وجود یکہ ہست بیرون عشق نشدہ
است ۔ پس اول و آخر و ظاہر و باطن ہمیں عشق ست ؎

چیست آدم چیست حوا عشق بس ؎ گرچہ آیند صد ہزاراں پیش و پس

چوں بیاں عشق شنیدی و دریافتی اکنوں کمالات آں باہوش بشنو و دریاب بدانکہ اے
عزیز عشق مانند تخم ست و او را درختے ست کہ آں را وجود خوانند و قالب گویند و تن نامند و
ایں درخت را پنج بیخ است ۔ یکے عقل ۔ دوم وہم ۔ سوم روح ۔ چہارم علم ۔ پنجم جاں ۔ و
ایں پنج را حقیقت گویند ۔ و ازیں پنج بیخ پنج شاخ ظاہر شدہ است یعنی از عقل بینائی
و از وہم شنوائی و از روح گویائی و از علم دانائی و از جاں توانائی و ازیں پنج شاخ
پنج برگ آمدہ یعنی از بینائی حرص و از شنوائی کینہ و از گویائی غضب و از توانائی حسد
و از دانائی کبر و ایں ہر پنج بمعنی نفس است و آں پنج بمعنی دل ست و ایں ہر دو بمرتبہ
ذات باشد و ایں را شریعت گویند ۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

	مرد معنی را در ینجا کے شکے ست		نفس و روح و عقل و دل جملہ یکےست	

چوں بیخ با شاخ و شاخ با برگ شنیدی و دریافتی ۔ اکنوں گل با میوہ و میوہ با تخم با ہوش بشنو و دریاب ۔ بدانکہ اے عزیز ایں درخت را گلہاست یعنی طاعت و زہد و تلاوت و قناعت و سخاوت و ایں بیخ را بمعنی طریقت گویند و دریں گلہا میوہ ہست ۔ یعنی شفقت و محبت ۔ و رحمت ۔ و برکت ۔ و ہمت ۔ و ایں بیخ در معنی عشق یکے باشد کہ اور امعرفت گویند ۔ و در میوہ تخم است کہ آنرا وحدت گویند ۔ زیراکہ ہموں تخم اول ست کہ آں را عشق خوانند ۔ العشق ہو اللہ ۔ کہ از وہمہ ظاہر شدہ است بلکہ ہمونست کہ بدین خود را جلوہ دادہ است ۔ چوں بیخ با شاخ و شاخ با برگ و برگ با گل و گل با میوہ و میوہ با تخم یعنی شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و وحدت ۔ و چوں ایں جملہ شنیدی و دریافتی ۔ اکنوں با ہوش بشنو و دریاب کہ وجود ایں درخت را طبایع عناصر اربعہ نام ست یعنی حرارت و رطوبت و برودت و یبوست بہ معنی گرمی و سردی و تری و خشکی یعنے آب و خاک و آتش و باد و ایں ہشت بمعنی چہار ست ۔ بیروں ایں وجود درخت عالم است ۔ ہر چہ ہست ہمیں چہار ست و چوں ایں جملہ شنیدی و دریافتی ۔ اکنوں با ہوش باش بشنو و دریاب ۔ بدانکہ اے عزیز جنبش ایں درخت نیروے شہوت و قال و استوارئی ایں درخت خیال و وصال ۔ حیات ایں درخت بیداری و ہوش ۔ ممات ایں درخت خواب و فراموش ۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ حیات و ممات ایں درخت شنیدی و دریافتی ۔ اکنوں با ہوش بشنو و دریاب کہ بنا و ایں درخت در چیست یعنی بدانکہ اے عزیز بنا د ایں درخت و زمین فنا است کہ آنرا بقا گویند ۔ ذات اللہ خوانند کما قال اللہ تعالیٰ ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ و ایں فنا بمعنی بقا است و ایں درخت را درون و بیرون گرفتہ است ظاہر و باطن پیوستہ ۔ بلکہ عین درخت شدہ و یکے گشتہ و دو نماندہ ۔ اکنوں ببیں کہ

جملہ ایں درخت بقا است کہ آنرا عشق گویند ۔ وایں عشق لاحد و لاغایت ۔ لامثل و لانہایت خود بخود شکل و صورت صد ہزاراں و رنگہائے بے شمار دارد ۔ وحدہٗ لاشریک لہ ۔ ایں جملہ چوں شنیدی و دریافتی اکنوں کمالات آں باہوش بشنو و دریاب ؎

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا ۔۔۔ چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد

بدانکہ اے عزیز ایں درخت وجود تو و شکل ایں درخت ہمیں افعال و اوصاف تو کما قال علیہ السلام ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اَیْ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰن ۔ اکنوں بیں کہ تو عین بقائی بلکہ عین عشقی و مطلق و مقیدی خبر تو کسے نیست ۔ فی الجملہ توئی کہ خود را بخود گم کردہ ای و دوئی و جدائی نیست ؎

وجود سے ندارد کسے جز خدا ۔۔۔ ہمیشہ ہمو ہست قائم بجائے

چوں نفس خود را بشناختی عین بقا گشتی کما قال علیہ السلام ۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ بِالْمَحْوِ وَالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْقُدْرَۃِ وَالْبَقَاءِ ۔ چوں نفس خود را شناختی بقا یافتی ۔ چوں فنا فی اللہ شدی باقی باللہ گشتی ۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

ہر چند کہ پر دردی کے محرم ما گردی ۔۔۔ فانی شو فانی شو تا ہمدم ما گردی

چنانچہ آمدہ ۔ درویشی الی فنا را نہا شدہ ۔ جزو بجزو ۔ یعنی مجرد شو ۔ محو شو با ہمہ سوئے او لم او نیست زہے مقام حیرت کہ در عیش و در حیرت ما چنانچہ در خبر است الحادث اِذَا قَرَنَ بِالْقَدِیْمِ لَیْسَ لَہٗ اَثَرٌ یعنی نمک در آب انداز ند جملہ آب شود و اثر او نماند ۔ اکنوں تو نماند عشق ماند و تو ندانی عشق داند

دریائے کہن چو برزند موجے نو ۔۔۔ موجش خوانند و در حقیقت دریاست

و در ینجا جا نہ عالم شود کہ گفتگوئے و جستجوئے نماند کما قال علیہ السلام مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ ۔ چنانچہ آں عاشق ہادی حضرت شیخ سعدی شیرازی می فرماید ؎

چو بلبل روئے گل بیند زبانش در نوا آید ۔۔۔ مرا از دیدن رویت فرو بست ست گویائی

اما اینجا گفتہ می شود بہ اعتبار کمال شوق دوست یعنی مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہٗ چنانچہ باد صبا آید ۔ آنچہ بستہ است در حال بکشاید ۔ و ایں بیت بر سر زبان نیز آید ؎

عجب این است کہ من واصل و سرگردانم		عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست

چوں ایں جملہ تمام فہم کردی اکنوں با ہوش بشنو و نگہدار۔ بدانکہ اے عزیز در وجود تو سہ مقام است۔ اول و اوسط و اسفل۔ یعنے ناف کہ مرتبۂ نفس و ایں اسفل است۔ تعلق بہ دوزخ دارد۔ دیو و پری و مار کژدم و آتش و سردی و آنچہ لوازمہ دوزخ است از اجناس سفر دریں مقام است۔ و دریں مقام ظہور ابلیس است یعنی نفس۔ مقام اوسط دل است تعلق بہ بہشت دارد یعنی زین بہشت مقام حور و قصور و اشجار و انہار و ناز و نعمت و آنچہ لوازمہ بہشت دریں مقام است و شاہ عشق دریں جا بنام محمد ظہور است۔ مقام اول کہ درمیان دل است تعلق بحق دارد کہ احد است یعنے دریں مقام ملایک و عرش و کرسی و لوح و قلم و آسمان و زمین و آفتاب و مہتاب و ستارگان و آنچہ لوازمہ نور نور حق است۔ و دریں مقام است۔ و شاہ عشق دریں جا بہ وصف اللہ ظہور است یعنے روح۔ و این کمال میوۂ عشق است و وصف عشق است بلکہ ہمونست کہ خود بخود بدین طریق است اما ہر مقام نام دیگر است قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَا فِی الْوَرَاءِ الْعَرْشِ اَحَدٌ وَ فِی السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ وَفِی التَّحْتِ الثَّرٰی مَحْمُوْدٌ۔

یعنی ہمساں احمد در ہر مقام نامے دیگر احد احمد محمد محمود یافت۔ چوں ایں مقام شنیدی و دریافتی۔ اکنوں با ہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز آدم و عالم جملہ عشق است و قدم اول و آخر ندارد۔

	در بہ معنیٰ نظر کنی ہمہ اوست		ایں جہاں صورت است معنی دوست	

ظاہر مکن باکس مگو خوش بردہ برد از ما		نقشے نمودم من عیاں صورت انسان نہاں

ونہ آمدہ است ونخواہد رفت۔ بلکہ دایم و قایم است کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَمْ یَلِدْ اَیْ لَمْ یُخْلَقْ ونہ آفریدہ است ونہ آفریدہ شدہ است۔ ہمچناں است حی ہو ہو ہو انچہ فہم

چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

عشق مشاطہ بود در دو جہاں	عقل را دخلے نباشد اندراں

زیراکہ ایں دریا است خونخوار و بے قعر و بے کنار۔ ہی ہی ایں را ایاں تواں گفت واگر کسی سوال کند کہ ایں ہی ہی ضمیر مونث است۔ پس ضمیر مونث را چگونہ مشابہت باحق تعالیٰ۔ تواں کرد۔ جواب اینست کہ در شب معراج تجلیات حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خواجہ عالم را محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بصورت مونث ہم شدہ بود۔ چوں جملہ شنیدی و دریافتی اکنوں باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ایں ماندن تو در چہا ست و در چہ ماندۂ۔ چنانچہ بیروں محبت ماندن۔ یعنی محبت در محبت ماندہ است کہ آنرا عشق خوانند۔ زیراکہ بیروں محبت ماندن ممکن نیست۔ ہر کرا دوست داری بہرِ حصۂ کے روا ری آنکس نیز توئی کہ خود را بخود دوست داشتہ باشی و ہر چیزے را کہ بینی و محبت داری آن نیز توئی کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رایت ربی یعنی بدیدم خدائے را بخدائی و حدیث دیگر رأیت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ امرد شاب و قطط یعنی پیغمبر فرمودہ است علیہ وآلہ وسلم۔ و دیدم پروردگار خود را در شب معراج بخوب ترین صورت چوں زلف او پیچ در پیچ بود۔ اما محمد علیہ السلام خدائے عزوجل را در خود دید۔ چنانچہ آیت کریمہ شاہدست۔ کما قال اللہ تعالیٰ وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی من درذات ہائے شمایم ونمی بینید شما۔ دیگر قول شاہدست ما رایت شیئا الا و رایت اللہ فیہ ندیدم من ہیچ چیز را مگر دیدم خدائے را دراں چیز قول دیگر شاہد انا واللہ فی الواحدۃ یعنی من و خداوند تعالیٰ در وحدت یکے ام ؎

احد است اینجا احد اے مرد کار	دائما در عشق باشد بقرار

پس اے عزیز دائم خود بخود نگر انست۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

اے خدا چوں توئی غم و شادی	ہمت ما تو چہ نہادی

ہم تو لیلیٰ و ہم تو مجنونی۔	ہم تو شیرین و ہم تو فرہادی

و بزرگے دیگر فرمودہ است شاہد ترست ؎

خدا بود عاشق بخود ای گدا	بود عاشق خود بخود اے گدا
جہاں کرد آئینہ خود را نمود	تماشائے خود را بخود وا نمود
ہمہ عاشق و عشق و معشوق بود	چو آتش ہمہ شعلہ و سوز و دود

چوں ایں محبت را شنیدی و دریافتی۔ اکنون باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ایں محبت را آب حیات گویند و جائے ایں در ظلمات است یعنی درون چشم۔ زیراکہ محبت از چشم پدید آمدہ است۔ اکنون چشم خود را بشناس کہ کیست۔ و چیست۔ کہ صاحب وجود تو مالک تن تو ہماں تخم اول است کہ جملۂ ظہور است چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ در مناجات خود میفرمایند" الٰہی ہستی وجود خود چہ نازم۔ مرا دیدۂ دیدہ کہ ایں نذر تو سازم" ایں را دایم و قایم نگاہ دار و خود را بخود ببین و خود را بخود جلوہ کن و خود را بدین بسیار دلباز۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

چشمی دارم ہمہ پر از صورت دوست	یا دیدہ مرا خوش است چوں دو در وست
از دیدۂ دوست فرق کردن نہ نکواست	یا اوست بجائے دیدہ یا دیدہ ہم اوست

رباعی

اے دوست ترا بہر مکانی جستم	ہر دم خبرت زایں و آں می جستم
دیدم ترا بتو خویش با تو خود من بودی	خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم

چون صفت چشم شنیدی و دریافتی اکنون باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز

ؔ اس محل پر کاتب نے اصل نسخہ میں بیاض چھوڑدی ہے لہذا یہ مصرع اس مؤلف عفی عنہ نے اپنی طرف سے لکھا ہے۔

این نور حقیقت ریح است کہ آنرا روح گویند الآ انا واحد مرکب من البائع یعنی دم نقدم آمیختہ و یکے گشتہ است چنانچہ بوے در گل و مسکہ در شیر و بندہ با حق ہمچو شیر و روغن است آمیختہ و این ہمہ شیر است و روغن ہم تو ئی لا تبصرون اما حقیقت آدم است کہ آنرا روح گویند و نور نامند۔ کما قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض این ذرہ نور و روح را بہ عبارت و اشارت گفتہ شد۔ اما حقیقت نام و نشان ندارد۔ و حد و اسم نیز ندارد و ذاتیت نامحدود نامتناہی و بحریت بے پایاں و بیکراں ذات نور علی الدوام در تجلی خویش است چنانچہ بزرگے فرمودہ است۔

تا جمال خویش را بینی عیاں	بے نشان شو از رہ نام و نشان

پس کلام ما ہمیں است جملہ عالم خاک و باد	ظاہرا صورت چہ بینی ہر چہ بینی یاد باد

چون این شنیدی و دریافتی۔ اکنون با ہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ہمیں دم نقدم آمیختہ یعنی روح را ریح خوانند۔ خدا و رسول گویند۔ ظلمت و نور خوانند جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل نامند۔ بہشت و دوزخ و آسمان و زمین آفتاب و مہتاب۔ شب و روز جن و انس وحش و طیور گویند۔ کفر و اسلام خوانند و دین و دنیا گویند۔ کعبہ و بتخانہ گویند۔

مسجد و دیر تو ئی کعبہ و بتخانہ یکے است	ہر کجا گوش نہادم ہمہ غوغاے تو بود

و این حقیقت عشق است کہ خود بخود چنین است ظاہر و باطن خود است۔ ہر چہ شد شدن تو اند واللہ علی کل شیءٍ قدیر۔

عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز	کہ حقیقت کند برنگ مجاز

مثنوی

عشق می باز و خدا با خویشتن	شد بہانہ درمیان مرد و زن

عشق گوہر بے بہا و بے نشان
بہر عشق ہر دم شوی تو جانفشاں

عشق پنج و ہفت باشد عشق چار
عشق نور و عشق نار و عشق دال

عشق باد و عشق آتش آب و خاک
در حقیقت عشق باشد جان پاک

عشق اول عشق آخر جا و دال
باخودی خود عشق باشد در وبال

عشق شاہ و عشق ماہ و عشق راہ
بر سر خود عشق پوشد چوں کلاہ

عشق عرش و عشق کرسی راز داں
ہم قلم ہم لوح ہم محفوظ دال

عشق شمس و عشق چرخ و ہم زمین
ہم فرشتہ در شمار و ہم مکیں

عشق روشن ہم نجوم و ہم بروج
باخودی خود نزول و ہم عروج

عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل
عشق میوہ عشق تخم و عشق مل

عشق در صورت جمال خود نمود
جملہ اشیا در حقیقت عشق بود

ایں مختصر را جود العاشقین نام نہادہ شد۔ واللہ اعلم باسرار الخفیات ۔

نثر شریف کے علاوہ ذیل میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی نظم کے چند نمونے بھی درج کر دئے جاتے ہیں۔

غزل

نمی دانم کہ آں شوخ بر ایں دل تا چہ می بازد
سوارے مست می آید سمند حسن می تازد

غبار از سینہ می خیزد جاں از درد می سوزد
نگر آں شہسوار من بمیدان گوئی می بازد

ہمہ عالم نظر دارد بجاہ و مال خود آخر
چہ عیبست ایں جواں من بحسن خویش می نازد

تعالی اللہ نگارے ماچناں حسن و زیبائے
تواند جز خدای من چنیں نقش دگر سازد

لب لعل و سیاہ خال و حبش با روم یکجا شد
زہے مسکین دل بیدل دلشکر یکطرف تازد

اجازت بوسہ گر یابد محمد عاشق بیدل
ہمی عذر میدارش زمستی گر لبش گازد

دیگر

دوستان می دہند پند مرا
دشمنان طعنہ ہا رسند مرا

پیر گشتی و عشق میبازی
اجتہاد از سرشت چند مرا

منکہ مخلوق عشق یار ہستم
کے بود پند سود مند مرا

منکہ آزاد سر فرازستم
زلف او گشت پاے بند مرا

خانماں و دلم پریشان شد
جعد او در بلا فگند مرا

گریہ و آہ چیست ہر نفسے
دوستی کرد دردمند مرا

سوزش شمع رخ فزون باید
گر ببو زند چون سپند مرا

آتش عشق آبرویم ریخت
خاک باد او جود بہند مرا

تا بہ عشق گرم تر بکنند
چون کبابے بران نہند مرا

پر و بالست گر محمد سوخت
بیخ و بنیاد عشق کند مرا

دیگر

دیدم بکلبۂ بکارے
از درد کشی شراب خوارے

بدبن خمرے خراب سکلے
دیوانہ وشے نزار و زارے

گفت از سر وقت خویش حالے
بنشین و شراب نوش بارے

دانگہ بصفا میٔ بخمہ کن
بیں عکس جمال روئے یارے

بر لوح وجود نیست نقشے
جز نسخہ بصورت نگارے

مجنوں چہ کس است چیست لیلی
گل چیست کجاست زخم خارے

خسرو کہ بد و کدام فرہاد
شیرین بچہ گشت خوش گوارے

بہر چہ زن عزیز مصر ست
ارکردۂ یک غلام خوارے

از چہ سبب است ایں گرفتار
خود چاکر بندہ چرا شد
زیں حال کسے خبر ندارد

یعقوب کہ بود رستگارے
محمود کہ بود شہریارے
جز بیخبرے شراب خوارے

بیشک بخدا محمد انجاست
چوں احمد پاک حق گذارے

دیگرا

باز آدم چوں عہد تو تا قفل زندان لبشکنم
گر پاسباں گوید کسے بروے بریزم جام مے
ہرگز من بدست را در خانۂ خود رہ دہی

این چرخ مردم خوارہ را پہلو و دندان بشکنم
دستم اگر دربان کشد من دست و دربان بشکنم
بس میتوانی اینقدر این بشکنم آن بشکنم

دیگر

دولت عشق را نہایت نیست
ہرکہ را حل شدست مشکل عشق
عشق را بو حنیفہ درس نگفت
عشق جنی ست از برون بشر
بوالعجب صورتیست صورت عشق

عاشقاں را بجز ہدایت نیست
او بداند کہ جز ہدایت نیست
شافعی را در و روایت نیست
آب و گل را درو کفایت نیست
چار مصحف از و یک آیت نیست

رباعی

میل خلق جملہ عالم تا ابد
جز ترا چوں دوست تواں داشتن

گر بناشد و بیاشد سوئے تست
دوستی دیگراں بر بوئے تست

رباعی

یارے دارم کہ جسم و جان صورت اوست
ہر معنی خوب و صورت پاکیزہ

چہ جسم و چہ جان جملہ جہاں صورت اوست
اندر نظر تو آید آں صورت اوست

رباعی

یک عین متفق که جز او ذره نبود	چون گشت ظاهر این همه اغیار آمد
ای ظاهر تو عاشق و معشوق و طلبت	مطلوب را که دیده طلبگار آمده

رباعی

چون جمالش صد هزاران روی داشت	بود در هر ذره دیده ای دگر
لاجرم هر ذره بنمود یار	تا بود هر دم گرفتار دگر

رباعی

آفتاب در هزاران آبگینه تافته	پس برنگ هر یکی تابعیان انداخته
جمله یک نور است لیکن رنگهای مختلف	اختلاف این وآن را در میان انداخته

رباعی

مرا پیشم پیدا آمد از من هر چه می جستم	کنون در عین این معنی حسینی کیست حیرانم
مرا یاریست در خاطر اگر گویم کدام است او	جهانی مبتلا گردد بلای خاص و عام اوست

رباعی

نصیحت سهل است جان ای برادر	که اوقات ضایع مکن تا توانی
چنان مهری ساکنان خواب سحر	همی ترسم از کاروان بازمانی

ابیات

دولی راحت راه در حضرت تو	همه عالم توئی و قدرت تو
احد خواهد کرد بر من دو رگیتی زمین ودکار	دست او در گردنم یا خون من در گردنش
اگر پائی کند قبولت	خود را بستم بزلف او بند
دریاب گر تو عاقلی شتاب اگر صاحب دلی	باشد که نتوان یافتن دیگر چنین ایام را

ذیل کی نظم و نثر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصانیف سے منتخب کی گئی ہے

	رباعی	
جب گھل گیا نمک تو ترک بولنا کیسے جب گھل گئی خودی تو خدا بن کہنا سے	رباعی	پانی میں نمک ڈال مزا دیکھیا لیے یوں گھولے خودی اپنی خدا سا ہتہ مصطفٰے

نثر اردو

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ - یعنی اوسکا معنی یوں ہی اوسلطان اپنی ذات کی دریا میں گنج مخفی کوں چھپا کر کہا تہا۔ بقا کے موتیاں سون بہر کر اس حال میں آ دیکھ عاشق ہوا ہور مصلحت میں ہور تجویز میں آیا کی اپنے راز کے موتی چھپا کر رکہنا خوب نہیں بلکہ عشق کے بازار میں ظاہر کرنا بہلا ہی - وہی بغیر اوس موتیاں کا قدر نا ہوسے یو تجویز و نیج آپس میں آپیں کیا ہور جوہری کون ظاہر بنی میں لانیکو منگایا۔ تب اوس ذات کی دریا میں غوطہ کہایا۔۔ جیون اپنی تجویز نیج کیا تہا تیون ہوا ہور جوہری کون عشق کے بازار میں لا کہیا۔ بعد اوس ذات کی دریا میں غوطہ کہایا ہوا اور بقا کی موتیاں کون اوپر لیا ہوا اور موتیاں تمام اوس جوہری کے ہاتہ میں دیا۔ تب جوہری نے کمالیت کی نظر سون اوسب موتیاں کون دیکہا ہور بہوت پسند کیا۔ ہور صفت اوس موتیاں کا جون جوں تہا سو سچہ اوس موتیاں کا مول ظاہر کیا۔ سالکاں کو بانٹ دینے کے واسطے عشق کے بازار میں او موتیاں تمام ظاہر کیا۔ یعنی اے بہائی ای مقصود تجہے معلوم نہیں ہوا تو یہاں کہول کہتا ہوں۔ خوب سن - اول جو بیخودی کا حال تہا سو سچہ ذات کا دریا ہے۔ ہور اوس حال کا راز ہی سو سچہ بقا کی موتیاں ہے - ہور خاتم النبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں سو سچہ جوہری ہیں۔ ہور ای تمام جہاں ہے - سو سچہ عشق کا بازار ہی ہور معنی کہولی ہے سو سچہ موتیاں کا مول ہے

نظم اردو

نام لے اللہ محمد کا اول — کسب کا سب کو کہوں در ہر محل
گوش جاں سوں تم سنو جب یقین — کیا کتا ہے نظم میں شاہ صدرالدین
اولاً با نفس و دل قلب و مثال — خواہش دانائی کا تو سیکھ حال
روح کیا ہے دیکھ اے دانا راز — ہستی مطلق سہی وہ شاہ باز
کاسباں کو یاں ہے راہ وصال — راہ بین الاتصال و انفصال
علم مطلق ہے کہ جس ہستی منی — اس علم کو واں تو احدیت گنی
پھر علم مجمل ہو وہاں بولیا انا — اوس انا کی علم کو وحدت گنا
جز علم مجمل سکے یہ میں کی صدا — کیوں کی ہو صادر انا لفظ ادا
او انا روشن ہوا جس علم میں — اوس علم کو نور کہتے ہیں ہمیں
پھر علم شاہد ہو بر نور وجود — اوس انا میں بوجہہ بوجہا شہود
جاں پن ہو ایک پنا میں پائی — اس سبب یوں میں پنا برزخ کرآئی
احدیت میں علم مطلق یک پنا — ذات وحدت میں علم مجمل انا
واحدیت علم تفصیلی ہے جان — ذات سوں چار اعتبارات اپنا پچھان
غیب ہویت میں ہی غیب الغیب ذات — نا ملاحظہ ذات نہ علم و صفات

جب ملاحظہ علم میں پیدا ہوا
او انا خود آپ ہویدا ہوا ہے

دُوسرا باب

تذکرہ قطب الانام غوث الاسلام رکن الحق والدین بندگی مخدوم حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ جناب سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں جن کا نسبِ گرامی حضرت سلم بن عبد المنات جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتا ہے -

شجرہ نسب شجرہ نسب آپ کا یہ ہے - حضرت مخدوم محمد رکن الدین بن ابو المظفر محمد سراج الدین بن شیخ شرف الدین ملک داود بن شیخ حمید الدین بن شیخ سعید الدین بن شیخ منار الدین بن شیخ عبد الرحمن سلمی بن ابو سعید بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ ابو محمد جنیدی بن شعار الدین نجید بن سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی بن ابو محمد عمران کبیر بن ابو عبد اللہ نباجی بن ابو سفیان شعبان الراعی بن حبیب سلم الراعی بن عبد الرحمن سلمی بن ابو سلم حبیب ابو عبد اللہ بن ابو عبد اللہ حبیب بن ابو حبیب سلم الثانی بن سلم بن عبد المناف جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

حضرت کی والدہ اور بھائیوں کا حال - آپ کی یعنی حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی والدہ ماجدہ بی بی مسعودہ بنت سلطان عبد اللہ قشوری (پشاوری) تھیں - جب حضرت شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد ابو المظفر محمد سراج الدین قدس سرہ بغداد شریف سے روانہ ہو کر قشور پہنچے تو

عبداللہ بادشاہ فنشور کے فرزند نے حضرت ممدوح سے ملاقات کر کے اپنی بہن بی بی مسطورہ کو آپ کے نکاح میں دیا۔ ان بی بی سے چار فرزند شرف ولادت پائے۔ اول سالار عثمان دوم شیخ احمد سوم شیخ تاج الدین۔ چہارم حضرت شیخ محمدؒ رکن الدین قدس سرہم۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد میں اپنے والد ماجد کے نام سے ہی یعنی بنام شیخ محمدؒ سراج الدین مشہور ہوئے۔ درحقیقت آپکا اصلی نام شیخ محمدؒ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ولادت و پرورش | حضرت شیخ محمدؒ رکن الدین المعروف بہ شیخ محمدؒ سراج الدین جنیدی قدس سرہ ۷۱۰ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد کی رحلت کے وقت آپ بہت کم عمر تھے۔ آپ کے ماموں یعنی سلطان فنشور نے جو آپ سے بہت محبت رکھتے تھے آپ کی تعلیم و تربیت کی۔ سلطان فنشور کا قاعدہ تھا کہ جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھتے تو اپنے چاروں ہمشیرہ زادوں کو بھی اپنے برابر اسی تخت پر اپنے دہنے بائیں بٹھا لیتے۔

تلاش مرشد۔ حصول ارادت و خلافت۔ | ایک روز ایک بھانڈ جو بہت سے ممالک کی سیر کرتا ہوا اس مقام پر وارد ہوا تھا بادشاہ فنشور کے پاس حاضر ہوا۔ دیکھا کہ تخت سلطانی پر چار پانچ شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ اہل دربار وغیرہ سے دریافت کیا کہ ان میں بادشاہ کون اور دوسرے لوگ کون ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب کے بیچ میں سلطان متمکن ہے اور دونوں طرف ان کے ہمشیر زادے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھانڈ یہ معلوم کرنیکے بعد تخت سلطانی کے قریب پہنچکر پہلے تو بادشاہ کی ثنا و صفت کی اور اخیر میں یہ کہا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر چلے۔ تاکہ خاندان کی حرمت قائم رہے۔ یہ فقرہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے دل پر نہایت اثر کر گیا۔ آپ نے والدہ کی خدمت میں جا کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ اور اپنے پدر و جد بزرگوار کے حالات دریافت کرنے کے بعد والدہ سے چند روز کے لئے سفر اختیار کرنے کی اجازت چاہی۔ جب یہ کیفیت آپ کے ماموں سلطان فنشور نے سن پائی تو آپ کے

سفر کے بہت مانع ہوئے اور والدہ ماجدہ نے بھی منع کیا بلکہ رو دیں مگر اس سے کچھ فائدہ نہوا۔ حضرت ان کی ممانعت پر توجہ نہ کر کے چلنے پر آمادہ ہوئے بالآخر بامر مجبوری حضرت کی والدہ مع دیگر صاحبزادوں کے آپکے ہمراہ چلنے کے لئے مستعد ہوگئیں۔ اور شاہ کشور نے بھی چارو ناچار انکا سامان سفر تیار کیا۔ ایک پینس (میانہ) اپنی ہمشیر کے لئے اور چار عمدہ ترکی گھوڑے اپنے ہمشیرزادوں کے لئے اور چار اونٹ روپیوں سے لدے ہوئے و دیگر سامان ضروری اور چارسو غلامان زنگی و ترکی نیز چارسو سوار مع انکے اخراجات کے ہمراہ کر کے انہیں رخصت کیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنی والدہ اور بھائیوں کو ساتھ لے کر شہر سے وہاں سے چلے اور منزل منزل طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک روز آپ کا گذر ایسے مقام پر ہوا کہ آپ حالانکہ صبح سے سہ پہر تک چلے مگر کہیں آبادی کا نام و نشان نظر نہیں آیا۔ بہت سے قریئے ملے جو بالکل ویران تھے۔ ان میں کوئی آدمی نہ تھا۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حالت دیکھ کر بہت متحیر ہوئے اور عصر کے وقت ایک دریا کے کنارے پر پہنچے وہاں چند کشتی بان آپ کو نظر پڑے۔ آپ نے ان سے اِن دیہات کی ویرانی اور تاراجی کا سبب دریافت کیا۔ کشتی بانوں نے بیان کیا کہ یہاں سے قریب اس جنگل میں ایک خونخوار و قوی ہیکل بیل رہتا ہے جس نے کئی ایک آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور جس کی دہشت سے لوگ اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے مواضع اطراف و اکناف کے بالکل تباہ و تاراج ہو گئے ہیں۔ جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہ کیفیت سنی تو اپنے غلاموں اور ہمراہیوں کو اسی مقام پر ٹھیرا کر آپ تنہا اپنے تینوں بھائیوں کو ہمراہ لیکر اس بیل کے مسکن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بڑھیا آپ کو ملی۔ اُس نے کہا کہ اس طرف ایک بیل رہتا ہے۔ جو انسان کی بو پاتے ہی

اُس پر جھپٹ کر مار ڈالتا ہے اُسی کی وجہ سے یہاں کی تمام بستیاں ویران ہو گئی
ہیں۔ آپ لوگ اس طرف جانیکا قصد نہ فرمائیں۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے
اس بڑھیا کو جواب دیا کہ ہم اُسی بیل کے شکار کو جاتے ہیں۔ اُس کے رہنے کی جگہ کا
پتہ بتا۔ بڑھیا نے کہا وہ جگہ یہاں سے بالکل قریب ہے۔ وہ دریا کے کنارے ہی رہتا ہے
حضرت نے یہ سنکر دریا کی راہ لی اور کنارے پہنچکر حضرت کے بڑے بھائی حضرت
سالار عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریا میں غسل فرمانے کے لئے اُترے اور دوسرے
بھائی بیل کی تلاش میں آگے بڑھے۔ ناگاہ بیل آدمی کی بو پاکر بے چین ہوا اور پھر کر
حضرت سالار عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہی قریب آکر اپنے سینگ جناب ممدوح کے سر پر
لاکر آپ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت آپ نے دونوں ہاتھوں سے اس کے
دونوں سینگ پکڑکر اس زور سے زمین پر دے مارا کہ اس کے صدمہ سے بیل کی
پسلیاں پہلو چیر کر باہر نکل آئیں۔ اور وہ دم توڑنے لگا۔ استنے میں آپ کے
دوسرے بھائی بھی وہیں آگئے۔ اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو
آگاہ کیا کہ بیل شکار ہو چکا ہے۔ آؤ۔ اِس کا گوشت کھاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی خوشی
وہاں پہنچکر اس کو ذبح کرکے درست بنایا۔ اور کباب لگاکر کھایا۔ حضرت اس جگہ
پر صرف ایک مقام فرماکر آگے روانہ ہوئے۔ چونکہ آپ کو مرشد کامل کی جستجو تھی۔
لہٰذا منزل منزل طے کرتے ہوئے جب شہر دولت آباد میں تشریف لائے تو وہاں
اس وقت حضرت سید السادات مدار العلوم بندگی مخدوم سید خوندمیر علاء الدین
جوہری قدس سرہٗ تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دیکھ کر
بہت خوش ہوئے۔ اور عقیدت مندوں کی طرح رات دن خدمتگزاری کرکے
مرید ہوئے اور بالآخر نعمت خلافت و اجازت سے مشرف ہوکر دہلی کو روانہ ہوئے

حضرت کے پیر و مرشد کا حال | حضرت مخدوم سید خوندمیر علاء الدین جوہری قدس سرہٗ ولی زمانہ

وقطب الوقت تھے۔ حضرت قوام الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ طریقت میں مجتہد الوقت تھے۔ دکن میں آپ کے خلفا میں سے شیخ العالم عین الدین گنج العلوم رحمۃ اللہ علیہ و شیخ منہاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ مخدوم سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اولیائے کبار آئے ہیں۔ حضرت کا قیام گاہ دولت آباد تھا۔ مرقد انور بھی آپکا وہیں ہے۔ آپ کا وصال شب جمعہ ۲۸ شعبان ۷۳۱ھ میں ہوا۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ آپ کے فرزند دفن کے بعد آپ کا تابوت آپ کے مزار سے نکال کر دہلی لے گئے۔ اور قبر اشرف آپ کی دہلی میں ہے۔

ورود دہلی۔ حضرت کا راجہ ورنگل کو گرفتار کرنا بادشاہ کی بدگمانی و واپسی دولت آباد۔

جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہ اپنی پیر کی اجازت حاصل کرکے دہلی میں آئے تو بادشاہ وقت سلطان غیاث الدین تغلق بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی سواری مبارک کو دیکھ کر اپنے آدمی کو خبر لینے کے لئے بھیجا کہ آیا یہ سپاہی ہیں یا تاجر۔ چنانچہ بادشاہ کے ہرکارہ نے حضرت سے آکر استفسار کیا آپ نے فرمایا کہ کہدو ہم سپاہی بے روزگار ہیں۔ چنانچہ جب حقیقت وکیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے آپ کو اپنے محل کے قریب ایک مکان میں ٹھیرایا اور جس مکان میں کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ رونق فرما تھے۔ وہاں خود آکر آپ سے ملاقات کی اور آپ کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد عرض کی کہ آپ بزرگوار ہیں۔ چند روز یہیں اقامت فرمائے۔ باہم صحبت رہیگی اور اس کا میں بہت ممنون ہونگا۔ حضرت نے بادشاہ کی اس استدعا کو منظور کیا اور آپ نے وہاں قیام کیا۔ چند روز میں ہی آپس میں اتحاد بڑھ گیا۔ بادشاہ ہر امر میں حضرت کی رائے کو مقدم رکھتا تھا اور جو کچھ حضرت فرماتے اس پر عمل کرتا۔ امرا ارکان دولت کے ناگوار خاطر ہوا۔ انہوں نے آپ کو یہاں سے ٹالنے کی فکر کی۔ ایک روز وزیر پر تدبیر نے موقع پاکر

بادشاہ سے عرض کی کہ پرتاب رُودرا نام نے جو ورنگل کا راجہ ہے شاہی فوج کو شکست فاش دی ہے اس لئے اب دوسری مہم بہ سرکردگی شاہزادہ محمد تغلق اس کی سرکوبی کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ لیکن سنا جاتا ہے کہ راجہ کے پاس فوج کثیر ہے ایسا نہ ہو کہ سلمانوں کو پھر بھی شکست ملے۔ اس لئے اب کی دفعہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو بھی شاہزادے کے ہمراہ مہم پر بھیجنا چاہیئے۔ آپ مرد صالح و مستجاب الدعوٰۃ ہیں آپ کی دعا سے ضرور اہل اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔ سلطان غیاث الدین تغلق حضرت سے بہت محبت رکھتا تھا۔ آپ کی جدائی اس کو ہرگز منظور نہیں تھی مگر جب شاہزادہ محمد تغلق نے بھی حضرت کا بہت معتقد تھا اور حضرت کی ہمراہی باعث برکت سمجھتا تھا اس بارہ میں مصر ہوا تو سلطان نے بالآخر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن بیان کیا کہ مملکت اہل ہنود میرے ملک سے ملی ہوئی ہے۔ وہاں کا راجہ ظلم پر کمر بستہ ہے۔ اس لئے فوج شاہی اسکی سرکوبی کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ بھی اس فوج کے ہمراہ ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی موجودگی و دعا کی برکت سے ہم کو ضرور فتح حاصل ہوگی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بادشاہ کی اس درخواست کو مان لیا اور لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے آپ کے ساتھ آپکے تینوں بھائی بھی ہمراہ ہوئے۔ جب لشکر اسلام راجہ کے حدود ملک کے قریب پہنچا تو پرتاب رودرا کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ راجہ اپنی بے انتہا فوج کیساتھ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا۔ طرفین میں جنگ شروع ہوئی۔ شہزادہ محمد تغلق نے داد شجاعت دی۔ بڑی مستعدی و دلیری سے مقابلہ کیا۔ مگر فوج شاہی بہت کم تھی مقابلہ کی تاب نہ لاسکی۔ قریب تھا کہ سلمانوں کے پیر جو جمے ہوئے تھے اکھڑ جائیں کہ ایسے میں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ میدان کارزار میں بنفس نفیس تشریف لائے اور اپنے جانب کے اہل لشکر کی ہمتیں بڑھائیں اور ڈھارس بندھا دی۔ اہل اسلام پھر تو سر توڑ کوشش کے ساتھ ہندوؤں پر پل پڑے ہندو دکن کے دست بازو لڑتے لڑتے شل ہوگئے

تھے۔ کسی سے کچھ بن نہ پڑا۔ پسپا ہو کر فرار ہوئے
پرتاب رودرا پر یہ حالت دیکھ کر ایک تحیر کا عالم طاری تھا۔ اپنی جگہ سے ہل چل نہیں سکا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس کے قریب پہنچے اور اس کے گھوڑے کی باگیں تھام کر اس کو اپنی فرودگاہ کی طرف لے آنے لگے۔ پرتاب رودرا اس وقت کہیں چونکا۔ اور حضرت سے پوچھنے لگا کہ آپ مجھے کہاں لئے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو سلطان دہلی کے پاس لے جاؤنگا اس نے حضرت کی بڑی منت وسماجت کی اور عرض کی کہ میں مسلمان ہو جاتا ہوں مجھے چھوڑ دیجئے سلطان کے پاس نہ لیجائیے۔ اس اثناء میں حضرت اس کو لے کر فرودگاہ میں پہنچ چکے تھے۔ پرتاب رودرا کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور شاہزادہ محمد تغلق کے اتفاق سے راجہ کو رہائی دی۔ اور اس کا ملک اسی کو بخشدیا۔ اور اس سے اس امر کا اقرار کرا لیا کہ پھر کبھی وہ سلطان دہلی کی اطاعت سے منحرف نہ ہوگا اور مقررہ خراج برابر ادا کرتا رہیگا۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد تغلق اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اور ان کے بھائی وغیرہ تین دن تک شہر ورنگل میں راجہ رودرا کے یہاں مدعو رہے۔ چوتھے دن اس سے رخصت ہو کر اپنے برادروں اور لشکر شاہی کے ساتھ دہلی کو مراجعت فرمائی۔ جب دہلی میں آئے تو شہزادہ محمد تغلق نے اپنے باپ سے جنگ کے کل واقعات من وعن بیان کئے۔ بادشاہ اس کیفیت کو سُنکر دل میں بہت ہراساں ہوا اور سمجھا کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے پرتاب رودرا کو اس کے لشکر سمیت اسطرح زیر کیا تو کیا عجب ہے کہ اگر وہ چاہیں تو کسی روز میری سلطنت بھی اسی طرح چھین لیں۔ پس وہاں سے رخصت ہو کر اپنے محل میں آیا اور اپنے وزیروں کو طلب کر کے اس خصوص میں مشورہ کیا۔ اور حضرت کو اپنے پاس سے ٹالنے کی کوئی تجویز پوچھی۔ وزیر نے کہا حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کو لوگ بہت عزیز رکھتے ہیں۔ علانیہ طور پر آپ کے نکلوانے میں فساد و بدنامی کا اندیشہ ہے

میں ایک ایسی تدبیر عمل میں لاتا ہوں کہ وہ خود بخود یہاں سے چلے جائینگے۔ چنانچہ
چند روز گزار کر وزیر نے ایک روز حضرت سے عرض کی کہ حضرت کی سواری جب
دربار شاہی میں آتی ہے تو حرم سلطانی بالا خانہ پر سے آپ کو دیکھا کرتے ہیں۔
لہذا جب آپ تشریف لائیں تو منہ پر نقاب چھوڑ کر آیا کیجئے۔ حضرت شیخ صاحب
قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہے تو میں اس دربار میں اب آؤنگا ہی نہیں۔
پھر مجھے برقعہ اوڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پس آپ وہاں سے اپنے بھائیوں
کو ہمراہ لیکر اپنے مرشد کے پاس واپس آنے کے قصد سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں
حضرت سالار عثمان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے بھائی نے ۱۷ ماہ رمضان المبارک ۷۲۳ھ
میں رحلت فرمائی، اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے اور شیخ احمد صلاح الدینؒ آپ کے منجھلے
بھائی بنگال کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بیشمار لوگوں کو فیض پہنچا کر چھ سال تک
زندہ رہنے کے بعد ۹ ماہ رجب ۷۲۹ھ میں قضا کی اور شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ جو
حضرت کے منجھلے بھائی تھے۔ حضرت کے ہمراہ رہے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ
اپنے منجھلے بھائی اور والدہ کے ہمراہ اپنے پیر و مرشد کے پاس آئے اور وہاں چند سال
رہے۔ اس اثنا میں ایک رات حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے شیخ
سراج الدین دکن میں اسلام ہنوز نہیں پھیلا ہے تم وہاں جاکر اشاعت اسلام کرو۔
تمہارے ہاتھوں ولایت دکن مذہب اسلام سے منور ہوگی۔ اس بشارت کے بعد
ایک اور خواب بھی آپ نے دیکھا کہ چاندی کا گنبد جس کا کلس خالص سونے کا ہے
تھرا رہا ہے۔ حضرت شیخ صاحب نےؒ یہ دیکھکر زبان مبارک سے بسم اللہ کہتے
ہوئے اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ چھوتے ہی گنبد مذکور ساکن ہوگیا۔ اس
خواب کی تعبیر اپنے مرشد سے دریافت کی۔ مرشد نے جواب دیا کہ ضرور دکن میں

تمہارے ہاتھ سے اشاعت اسلام ہوگی اور بادشاہ دکن بھی تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا۔ تم دکن میں جاؤ۔ اور دریائے کرشنا کے کنارے ایک موضع جس کا نام کوڑچی ہے وہاں اپنا مقام کرو۔

موضع کوڑچی میں سکونت اختیار فرمانا۔ حسب فرمان جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ونیز اپنے مرشد کی اجازت سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اس موضع کی تلاش میں دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں جس وقت بیجاپور پہنچے حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی والدہ ماجدہ بیمار ہوگئیں اور بتاریخ ۱۲ ہر شعبان ۸۳۰ھ آپ واصل بحق ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو ابوالحسن وزیر کے مکان میں دفن کیا اور اس کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز وہاں سے روانہ ہوکر موضع کوڑچی میں فائز ہوئے۔ موضع کوڑچی دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ اس موضع سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بہت گھنا بن املیوں کا ہے۔ حضرت نے انہیں املیوں میں اپنا قیام اختیار فرمایا۔ موضع کوڑچی برہمنوں کی بستی ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا۔ یہ مقام ہندوؤں کے پاس نہایت متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ بہت سے برہمن اطراف سے یہاں پوجا کے لئے آیا کرتے تھے۔ جب حضرت نے یہاں اقامت اختیار کی اور آپ کی کرامات لوگوں پر ظاہر ہونے لگیں تو لوگ بھی یہاں کے حضرت کے معتقد ہونے لگے۔

کشف و کرامات اس اثناء میں ایک جوگی نے بہت کچھ تپسیا اس بت خانہ میں کی تھی اور اس کے تین چار سو چیلے بھی تھے۔ ایک روز بت خانہ کے باہر آکر بیٹھا۔ اس کے سر پر ایک کمل معلق سایہ کئے ہوئے تھا۔ اس کرشمہ کو دیکھ لوگ گرویدہ ہوگئے۔ اور جوق جوق اس کی طرف جانے اور معتقد ہونے لگے ایک دن یہ حال حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کو معلوم ہوا۔ غیرت اسلام نے جوش کھایا۔ اپنی جوتی پر نظر کی۔ جوتی وہاں سے

سیدھی اس جوگی کے پاس گئی اور اس کمل کو جو معلق تھا مار مار کر زمین پر گرادیا۔ جوگی اس حالت کو دیکھکر بہت حیران ہوا۔ بہتیرے منتر وغیرہ پڑھے اور بہت کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر پریشان حال ہوکر حضرت کی خدمت میں آپہنچا اور کفر سے توبہ کی اور مشرف باسلام ہوا۔ نام اس کا بابا محمدؒ رکھا گیا۔ اس کے گیٔ بھگتی اور چیلے بھی حضرت پر ایمان لائے۔ اور شرف اسلام حاصل کیا۔ اس دن سے یہاں مذہب اسلام کی ترقی چاروں طرف ہونے لگی۔

نقل ہے کہ ایک روز بابا محمدؒ نے ایک کمان حضرت کے نذر کرکے عرض کی کہ یہ بہت کام کی چیز ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ اس کمان سے کیا کام نکلتا ہے۔ بابا محمدؒ نے جواب دیا کہ جدھر کے رُخ اس کمان کو کھینچیگا اس طرف کے تمام دفاین و املاک کھینچنے والے کو نظر آئینگے۔ حضرت نے اس کمان کو بابا محمدؒ سے لیکر دہکتے ہوئے انگاروں کی انگیٹھی میں جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھی ڈال دیا۔ کمان فوراً جلکر راکھ ہوگئی۔ بابا محمدؒ نے اس کمان کو اپنے مواجہ میں جلتی دیکھکر بہت افسوس کیا اور کہا کہ کئی سال میں نے اپنے پر محنت و مشقت گوارا کرکے بڑی ریاضت و خدمت سے حاصل کی تھی۔ ایک لمحہ میں میری تمام محنت برباد ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیروں کو ان چیزوں کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر تجھ کو مال و زر کی ضرورت ہے تو لے۔ یہ فرماکر اپنا مصلیٰ لوٹا۔ اس نے دیکھا کہ بہت بیش قیمت جواہر بے تعداد پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بابا محمدؒ سے فرمایا کہ ان میں سے چند جواہر لے کر تو اپنی محنت حاصل کرلے۔ بابا محمدؒ نے اپنے پیر مرشد کے فرمانے کے مطابق تھوڑے سے جواہرات لیکر سوداگری کا پیشہ اختیار کیا۔ اور سمندر کی راہ سے دُور دراز ملکوں کا سفر کرکے ان مقاموں پر اپنے قیمتی جواہر فروخت کئے اور اس رقم سے عمدہ عمدہ گھوڑے اور دیگر اسباب تجارت خرید کرکے وہاں سے اپنے وطن کی جانب روانہ ہوا۔ وطن پہنچکر ایک عرصہ تک سوداگری

کرتا رہا ان گھوڑوں میں سے ایک بچھیرا جو نہایت ہی عمدہ تھا بابا محمدؐ نے دل میں اپنے پیر کی نذر کر چکا تھا۔ جب وطن سے پیر و مرشد کی قدمبوسی حاصل کرنے کی غرض سے چلا۔ اثنا سفر میں ایک روز اس کے دل میں آیا کہ یہ گھوڑا نہایت ہی عمدہ اور بیش قیمت ہے اس کو اپنے پاس رکھکر اس کے معاوضہ میں کوئی اور گھوڑا پیر و مرشد کو دینا چاہیے جب یہ خیال اس کے دل میں سمایا تو اسی دم سمندر میں طوفان اٹھا اور جہاز کا قریب تھا کہ غرق ہو جائے۔ ایسے میں وہ اپنے منصوبہ پر آگاہ ہوا اور توبہ کی اور حضرت پیر و مرشد سے مدد و دستگیری چاہی۔ اس وقت حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ السامی کوڑچی کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ لمبے کئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے خادموں کی طرف اشارہ کرکے انہیں بلایا۔ جب خادم لوگ دیکھتے ہوئے تو ان کے سامنے آپ نے اپنی آستین نچوڑی۔ اس میں سے پانی نکلنے لگا۔ خادموں نے اس پانی کو چکھ کر عرض کی کہ یہ سمندر کا پانی ہے۔ بعدہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ فلاں شخص بابا محمدؐ نام ایک گھوڑا جس کا رنگ روپ اس طرح کا ہے میری نذر کر چکا تھا۔ اب اس کو میرے پاس لانیکی غرض سے جہاز چڑھایا ہے۔ چونکہ وہ بہت خاصا گھوڑا ہے اس لئے بابا محمدؐ کے دل میں سمایا کہ اس گھوڑے کو خود لے کر کوئی اور گھوڑا میری نذر کرے۔ اس خیال کے گزرتے ہی سمندر میں طوفان اٹھا اور اس کا جہاز ڈوبا چاہتا تھا کہ ایسے میں وہ اپنی ڈانواں ڈول نیت پر متنبہ ہوا توبہ کی اور میری مدد چاہی۔ اس لئے میں نے اس کے ڈگمگاتی کشتی کو طوفان سے بچا کر اس کا بیڑا پار لگایا۔ اور وہ سلامت رہا۔ جب خادموں نے یہ کیفیت سنی اور پانی کو دیکھا تو حضرت کے بیانات کی تصدیق کے لئے اس بات کی تاریخ و مہینہ لکھکر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ چند ہی روز کے بعد بابا محمد سفر طے کرکے سلامت بصد مسرت کوڑچی کے ابھی متصل پہنچا تھا۔ کہ پھر دوسری دفعہ اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ گھوڑا بہت ہی بے مثل و نایاب ہے۔ اگر

مرشد کے نذر کرونگا تو وہ کچھ اپنے ہی پاس اس کو رکھنے سے رہے۔ کسی کو بھی بلند دیدینگے پس اس کو خود ہی کیوں نہ رکھ لوں اور اس کے معاوضہ میں کوئی دوسرا گھوڑا حضرت کی نذر کر دیا جائیگا۔ چنانچہ یہ پورا پورا ٹھان لیکر دریائے کرشنا کے کنارے پہنچا اور گھوڑوں کو وہیں چھوڑ کر اپنا نقد اسباب وغیرہ جو ملک ملک کا لایا تھا ساتھ لے کر دریا پار ہونے کی غرض سے ناؤ پر چڑھا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ ناؤ ابھی منجدھار کے ادھر ساحل کے ہی قریب تھی کہ یکایک ایک بھنور میں پہنچی اور تمام اسباب سمیت غرقاب ہوگئی صرف بابا محمد اپنے مرشد کی توجہات سے زندہ بچ اور بڑی مصیبتوں سے ڈوبتا ابھرتا کنارے پر پہنچا اور وہاں سے سیدھے حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی اور اپنے اسباب کی تباہی اور تاراجی بیان کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر دوسری دفعہ بھی تو نے ہماری ہی نذر میں تصرف کرنا چاہا تھا۔ بابا محمد نہایت کھسیانا ہوا اور بہت معذرت کی اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ اسی وقت اس کے ہمراہ روانہ ہوئے اور دریا کے کنارے کھڑے ہوکر اس سے دریافت کیا کہ تیری ناؤ کہاں ڈوبی ہے بابا محمد نے عرض کی کہ اسی بت خانہ کے مقابل غرق ہوئی ہے۔ حضرت نے یہ سنکر اپنا عصا پانی پر مارا۔ دریا کا پانی فوراً پھٹ گیا سوکھی زمین نظر آنے لگی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اے بابا محمد اس جگہ جس قدر تیرا مال ومتاع ہے وہی لے لے۔ اس سے زیادہ کی حرص نہ کر اور کسی دوسری چیز کو چھونا نہیں چنانچہ بابا محمد نے حضرت کے حکم کے بموجب دریا میں جاکر اپنا تمام مال ہنسی خوشی اٹھا لیا۔ اور اس کے بعد موضع کوڑچی میں آکر اپنے گھوڑے طلب کرکے وہی گھوڑا مع دیگر تحائف وغیرہ کے حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے نذر کیا۔ حضرت نے ان ہدایا کو اسی وقت اپنے خدام و فقراء وغیرہ میں تقسیم کر دیا۔ بابا محمد عرصہ تک حضرت کی خدمت میں رہکر اپنے وطن کو واپس ہوا کہتے ہیں کہ اب تک بھی اس جگہ پانی پر ایک خط نمایاں

رہتا ہے جہاں حضرت کے عصا کے اثر سے دریا پھٹ گیا تھا۔
نقل ہے کہ ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نماز ظہر سے فارغ ہونے
کے بعد اپنا عصا ہاتھ میں لے کر اپنے قیام گاہ سے بجانب جنوب روانہ ہوئے۔ خادموں
میں سے کسی کو بھی اس روز ہمراہی کے لئے یاد نہ فرمایا۔ تنہا دور تک چہل قدمی فرماتے
ہوئے چلے گئے۔ جب نماز عصر کا وقت قریب آیا تو وضو کے لئے پانی تلاش کیا
وہاں کی زمین بالکل پتھریلی و ریتلی تھی۔ کہیں پانی کا نام و نشان نہ پایا۔ نہایت
متردد ہوئے اور بالآخر جناب باری میں التجا کی۔ دعا کے ساتھ ہی قدرت نے ایک
بجلی گرا کر زمین پھاڑ دی۔ اور وہاں میٹھے پانی کا ایک خاصا چشمہ نکل آیا جو اب تک
وہاں موجود ہے۔ یہاں کے لوگ اس چشمہ کو "سٹر بامین" یعنی بجلی کا چشمہ کہتے ہیں۔
اس چشمہ سے کوئی چالیس قدم کے فصلہ پر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا
چلہ بعد میں بنا ہے اور موجود ہے۔ غرض کہ حضرت اس پانی سے وضو کر کے نماز عصر
سے فارغ ہوئے اور مناجات میں تھے کہ اتنے میں دور سے ایک دیبی گھوڑے پر سوار
ڈپٹا کر آپ کی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ دیبی اہل اسلام کی دشمن تھی ہمیشہ مسلمانوں
کو ہلاک کرتی اور کھاتی تھی۔ اس روز بھی اپنی عادت کے موافق شکار کی تلاش میں
نکلی تھی۔ دور سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو دیکھ کر آپ کو ہلاک کرنے
کی غرض سے چل کر آ رہی تھی۔ حضرت کا روشن قلب اس امر سے آگاہ ہو چکا تھا۔
پس جبکہ اس نے قریب آ کر آپ کے مار ڈالنے کا قصد کیا تو حضرت نے اپنا عصا
اٹھا کر اس پر مارا۔ عصا کے لگتے ہی وہ تڑپ کر جاتی ہوئی وہاں سے بھاگی اور کچھ دور
جا کر گر پڑی۔ جسم اس کا پتھر کا ہو گیا۔ اس دیبی کو مہا کالی کہتے ہیں۔ موضع بجلی میں
کوٹچی سے دو تین کوس کے فاصلہ پر اس کی دیول ہے۔ یہ دیبی اس کے اطراف کے
مقامات مثل کولاپور۔ مرج۔ بلگام۔ بیجاپور وغیرہ میں مشہور ہے بندہ نوٹ

اس کی جاترا بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں۔
نقل ہے اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے ایک روز اس طرف کی سیر کا قصد فرمایا۔ جس طرف کچھ دیو رہتے تھے جو لوگوں کو اذیت دیتے تھے اور لوگ ان کے نام کے بت خانے بنا کر پوجا پاٹ میں گمراہ ہو رہے تھے آپ کے ہمراہ اس وقت چند خادم بھی چلنے کے لئے تیار ہوئے۔ غرضکہ خادموں کو ہمراہ لیکر حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ کوکن اور راجہ پور کے گھاٹ کی طرف بجانب جنوب روانہ ہوئے۔ کوڑچی سے کوئی چار پانچ کوس کے فاصلہ پر موضع یڈور دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ اس جگہ میں ایر بھدر یا جو بہت بڑا صاحب استدراج تھا پانی پر کمل بچھا کر اور اس پر آپ بیٹھکر دریا پار ہوتا تھا۔ بہت لوگ اس کے معتقد تھے اور اس کی خدمت گزاری کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو وہاں مقام کیا اور خود اپنے ورد وظائف میں مشغول ہوئے۔ خادموں نے یہاں بعض بیل بہت موٹے تازے دیکھے۔ لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ایر بھدریا کے معتقد لوگ ان بیلوں کو اس کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ زراعت وغیرہ کے کاموں میں نہیں لگائے جاتے بلکہ برعکس اسکے جس کھیت میں یہ گھس کر کھاتے ہیں وہاں سے ان کو نکالتے نہیں۔ ان کا کھیت میں گھس کر کھانا لوگ باعث برکت سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اس قدر سانڈ ہیں۔ اس کیفیت کو دریافت کرنے کے بعد حضرت کے خدام وفقرا نے ایک فربہ بیل کو پکڑ کر ذبح کیا اور اس کا گوشت دیگ میں پکا کر رکھا تھا۔ ایسے میں ایر بھدریا اس امر سے آگاہ ہو کر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھو آپکے خادم لوگ میرے پوجا کے بیل کو ذبح کر کے کھانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے خادموں کو طلب کر کے دریافت کیا اور گوشت جو پک چکا تھا۔ اپنے روبرو منگایا۔ خادم لوگ گوشت کو

طبق میں رکھ کر اسپر سرپوش ڈھانک کر حضرت کی خدمت میں لائے۔ حضرت شیخ
صاحب قدس سرہٗ اپنی زبانِ مبارک سے بسم اللہ کہکر اپنے ہاتھ سے اس سرپوش کو اٹھاکر
الگ کیا۔ ایر بھدر پا اور اس کے پیروؤں نے دیکھا کہ طبق جس میں بیل کا گوشت تھا۔ خوشبودار
پھولوں سے پر ہے۔ یہ دیکھکر متعجب ہوئے اور عرض کی کہ ہم اپنے پوجہ کا بیل چاہتے ہیں
اپنے تفضلات سے عنایت فرمائیے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے خادموں سے
فرمایا کہ بیل کا چمڑا سری پائے جو کچھ موجود ہوں لے آو۔ خادموں نے عرض کی کہ چمڑا وغیرہ
سب کچھ ہم نے دریا میں ڈالدیا اب کچھ موجود نہیں ہے۔ صرف پکا ہوا گوشت تھا جو
خدمت میں حاضر کردیا گیا۔ حضرت نے خادموں سے یہ جواب پاکر اسی پکے ہوئے
گوشت پر جو طبق میں دھرا ہوا تھا۔ بسم اللہ کے بعد قم باذن اللہ زبان فیض ترجمان سے
فرماتے ہوئے اپنا دستِ مبارک رکھ دیا۔ فی الفور زندہ بیل اس مجلس میں اٹھ کر
چلنے لگا۔ ایر بھدر پا اور اس کے ہمراہی اس کرامت کو دیکھ کر حضرت کے مرید
ہوئے اور ایر بھدر پا نے اپنے مٹھ کی چھت پر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا تکیہ تعمیر کرایا اور بعد فوت ہونے کے اسی مٹھ میں دفن کیا گیا۔ اس امر میں اختلاف
ہے کہ بعض تو ایر بھدر پا کو مسلمان ہوکر مرا کہتے ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ کافر
ہی رہا۔ غرضکہ ابتک اس دیول پر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا تکیہ موجود ہے
بخلاف دیگر بت خانوں کے اس مندر میں بجائے گوگل کے عود جلایا جاتا ہے۔ اہل ہنود
ایر بھدر پا کی وصیت کے مطابق پہلے چھت پر جاکر تکیہ میں جو عودوان رکھا ہوا ہے
اس میں عود جلاتے ہیں اور وہاں سے دین دین کہتے ہوئے دیو کے پاس آکر
اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس مندر کی جاترا بڑے دھوم سے ہوتی ہے۔ دور دور
سے لوگ اس جاترا کو آتے ہیں۔ یہاں پر جاترا میں جو دوکانیں لگتی ہیں ان دوکانوں سے
جو ٹیکس وصول ہوتا ہے اس کا چوتھا حصہ اب تک کوہیچی میں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ

جانشینوں کے پاس بھیجدیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہاں سے روانہ ہوکر راجہ پور میں مقام کیا۔ یہاں بھی حضرت کا چلہ بنا ہوا ہے اور عرس بھی بڑے تکلف سے ہوتا ہے اس جگہ پر بھی بہت سے کرامات حضرت سے ظہور میں آئے لیکن راقم کو ان کی تفصیل نہیں ملی۔

یہاں سے نکلکر قصبہ پھلوری کے متصل موضع کرویش میں سواری اشرف پہنچی یہاں بہت بڑا بتخانہ تھا۔ اس بتخانہ میں ایک پتھر کے بیل (بسونا) کی پوجا ہوتی تھی حضرت کے ہمراہ جو بیگار کرآئے تھے سامان کو اس بتخانہ میں رکھکر واپس ہوگئے۔ حضرت کے ہمراہیوں نے وہاں سے جدید بیگار نکالنا چاہا۔ مگر نہیں مل سکے تو انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یہاں کے لوگ بیگار نہیں دیتے ہیں۔ سامان لیجانے کا کس طرح انتظام کیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ پرواہ نہیں۔ کل اسباب اس بسونا پر لادکر لیچلو۔ آپ کے حکم کے بموجب خادموں نے تمام اسباب اس گاؤسنگ پر لادا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بسم اللہ کہکر اپنا دست مبارک اس کی پشت پر پھیرا۔ فوراً بیل مذکور نے جنبش کی اور حضرت کے ہمراہ ہولیا۔ دو میل تک گیا ہوگا کہ اتنے میں کیفیت موضع میں منتشر ہوگئی۔ پٹیل کو بھی اطلاع ہوئی کہ کوئی سلمان بزرگ آئے ہوئے تھے ان کا سامان لیجانے کے لئے جب کوئی بیگار نہیں دیگئی تو وہ بسونا پر سب اپنا اسباب لادکر بتخانہ سے اس کو اپنے ہمراہ لے گئے ہیں۔ پٹیل اس خبر کے سنتے ہی دوڑا اور اس کے ساتھ موضع کے بہت سے لوگ بھی دوڑے۔ تقریباً دو میل کے قریب جاکر وہاں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو پایا۔ قریب جاکر سب نے اپنے سروں کو حضرت کے قدموں پر رکھدیا۔ اور عرض کی کہ بسونا ہمارا دیو ہے اس کی موجودگی کو ہم اپنے موضع کی برکت کا باعث سمجھتے ہیں اگر حضرت اسکو یہاں سے لے چلے تو ہمارا موضع ویران ہوجائیگا۔ براہ کرم اسی مقام پر اس کو

چھوڑ دیجئے اس کے عوض ہم لوگ دس بیل دیتے ہیں۔ اگر بیگاری کی ضرورت ہے تو وہ بھی موجود ہے۔ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اس ہمارے دیو کو رہا فرما دیجئے۔ حضرت کو ان کی آہ وزاری پر رحم آیا ان کا قصور معاف فرما کر اُن سے بیگار لیکر اس گاؤ سنگ کو وہیں چھوڑ کر آگے روانہ ہوئے۔ موضع کردیش وقصبہ چکوری کے درمیان وہ گاؤ سنگ اب تک موجود ہے۔ یہاں کی جاترا بڑے تکلف سے ہوتی ہے۔ یہاں ایک چھوٹا سا گنبد نما دیول ہے جس میں یہ گاؤ سنگ رکھا ہوا ہے لیکن اس دیول پر بخلاف اور دیولوں کے ہمیشہ سفیدی کی جاتی ہے۔ گیرو کے پٹے جیسا کہ ہندوؤں کا عام دستور ہے اس پر نہیں کھینچے ہیں۔

یہاں سے روانہ ہو کر قصبہ چکوری کے متصل موضع کوتلی میں حضرت نے مقام فرمایا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی حضرت کا تکیہ بنایا ہے۔ سالانہ عرس کے ایام میں یہاں بھی بہت گھما گھمی رہتی ہے اہل ہنود بھی عرس کے دنوں بہت سی رقم صرف کر کے آتشبازی وغیرہ کا سامان کرتے ہیں۔ اس موضع سے نکلکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کوڑچی میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔

طریق عبادت و اوقات مبارک | ہر روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی عادت تھی کہ تین گھنٹے شب باقی رہی آپ غسل فرما کر تہجد ادا کرتے بعدہ درود و وظائف ذکر و اشغال میں نماز صبح تک مصروف رہتے۔ بعد نماز صبح پھر مراقبہ و مکاشفہ میں مصروف ہو جاتے۔ قریب نو بجے دن کے حجرہ کا دروازہ کھولکر باہر تشریف لاتے خدام صبح ہی سے گیارہ مٹکے پانی سے بھر کر حجرے کے بائیں جانب رکھ چھوڑتے جب باہر نکلنے کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی نظر جلال ان مٹکوں پر پڑتی تو سب مٹکوں کے پانی کو یکدم جوش آتا اور سب مٹکے ٹوٹ جاتے اس کے بعد جب دہنی جانب دیکھتے تو وہاں سب قسم کے مریض جمع رہتے۔ جن جن پر نظر جمالی آپ کی پڑتی وہ سب شفا پاتے۔ اسی طرح سے روزانہ ہزارہا

مخلوق صحت یاب ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ لنگڑے لولے بھی اپنی مراد کو پہنچتے اور شفا پاتے تھے یہ کیفیت اطراف و اکناف کے مقاموں میں پھیل گئی۔ جوق جوق لوگ آکر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے لگے۔

حصول ارادت خاندان علاءالدین حسن گانگوئے بہمنی۔

انہی ایام میں حضرت اشرف جہاں المشہور ماں صاحب بی بی قدس سرہا مادر سلطان علاءالدین حسن گانگوئے بہمنی جو اپنی برادری کے فساد کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑکر بہت خستہ حالی سے وارد دکن ہوئی تھیں۔ کوڑچی کے متصل موضع سرگاپور (سرگور) میں رہتی تھیں۔ ایک دن آپ نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے مشورہ کیا کہ موضع کوڑچی میں ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ سنتی ہوں کہ اُن کی دعا سے ہر ایک کی مراد برآتی ہے ہم بھی پریشان حال ہیں۔ وہاں چل کر حضرت کی خدمت گذاری کرینگے۔ شاید حق تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ہمیں سرفراز کردے چنانچہ باہم مشورہ کرکے علاءالدین کی والدہ اپنے فرزند اور دونوں دختر اور اپنی بہو کو ہمراہ لے کر کوڑچی آئیں۔ اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ سے ملاقات کیں اور پانچوں نے بھی حضرت کے مرید ہوکر آپ کی تابعداری میں رہنا شروع کیا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے خادموں میں سے مولانا قاصدان اور محمد لاغری سے حضرت بہت محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی شہر نشور سے حضرت کے ہمراہ رکاب ہوکر ہمیشہ خدمت گذاری میں حاضر و سرگرم رہتے تھے اور مرید ہونے کے بعد خلعت خلافت سے بھی مشرف ہوکر اسی طرح اپنے مرشد کی تابعداری کرتے تھے۔ یہ لوگ نہایت مفلس و نادار تھے ان کی سکونت کے لئے کوئی مکان تک نہ تھا۔ ایک روز مقدم پٹواری موضع کوڑچی نے جس کا نام کانگو پنڈت تھا۔ موضع کے اور لوگوں کے ہمراہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ علم نجوم و رمل سے معلوم ہوا ہے کہ امسال بارش بالکل نہیں ہوگی۔ ملک میں قحط سالی رہیگی امید ہے کہ

جناب باری کی درگاہ میں اگر آپ دعا کریں تو مقبول ہو کر ضرور بارش خاطر خواہ ہوگی اور قحط سالی رفع ہوگی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ مولانا قاصان کے رہنے کے لئے تو کوئی مکان ہے نہیں اگر بارش ہوگی تو انہیں بہت تکلیف ہوگی۔ تم لوگ پہلے ان کے لئے ایک مکان بنادو۔ اور جملہ اہل اسلام کو نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کرادو تو بفضل خدا بارش ہوگی۔ اور تمہارا تردد بھی جاتا رہیگا۔ یہ سنکر اہل موضع فوراً تعمیر مسجد و مکان کے لئے آمادہ ہوئے اور کار تعمیر شروع ہوگیا۔ گانگو پنڈت اس موضع کا پٹواری یعنی حاکم تھا۔ اس کے حکم کو اس موضع کے لوگ مانتے تھے۔ سب لوگوں نے تعمیر مسجد و مکان کے لئے پنڈت کو بڑی مدد دی۔ اور خود پنڈت نے اپنی ذات سے تیاری مسجد و مکان کے لئے مستعد ہوا۔ تاکہ ان کی تیاری جلد ہو جائے۔

کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے جب دیکھا کہ علاء الدین حسن بالکل ابتر حالت میں ہے تو گانگو پنڈت کو بلا کر فرمایا کہ مسجد کی تعمیر اہل ہنود نہیں جانتے ہیں۔ علاء الدین کو اپنے نزدیک نوکر رکھو اور اس کے بتائے بموجب مسجد کی تعمیر کراؤ۔ بموجب فرمان حضرت شیخ صاحب قدس سرہ پنڈت مذکور نے علاء الدین حسن سے کہا کہ آج کی تاریخ سے تم میری ملازمت میں داخل ہو چکے۔ دو وقت میرے مکان پر آکر تم کھانا کھالیا کرو۔ کھانے کے علاوہ فی ماہ کچھ روپیہ بھی بطور ماہوار دیا کرونگا۔ علاء الدین حسن اس کو قبول کر کے تیاری مسجد میں مصروف ہوا۔ چونکہ بارش کے دن سر پر تھے۔ لہذا لوگوں نے پہلے مکان تیار کر دیا۔ جس وقت اپنا سامان اور لوگوں کو لے کر مولانا قاصان اس مکان میں تشریف لے گئے۔ اسی وقت باران رحمت کا نزول ہوا۔ اور خوب بارش ہوئی اس کے بعد مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ علاء الدین حسن مزدوروں پر نگرانی رکھتا تھا اور تجویز و حکمت عملی سے ان لوگوں سے کام لیتا تھا۔ ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کو خیال ہوا کہ خود جا کر دیکھوں کہ مسجد کی تعمیر کس ڈھنگ پر ہو رہی ہے۔ پس قیام گاہ سے تنہا

اس طرف تشریف لیگئے۔ دن کے بارہ بج گئے تھے۔ مزدور کام بند کرکے روٹی کھانے کے
لئے گئے ہوئے تھے۔ لیکن علاءالدین کو چونکہ روٹی گانگو پنڈت کے یہاں دیر سے ملتی تھی۔
اس وجہ سے کہ برہمنوں کا کھانا ہی عموماً دن کے ایک بجے ڈیڑھ بجے ہوا کرتا ہے اس لئے
وہ وہیں ٹھیرا رہا۔ اور چونکہ اس دن مزدوروں کے ہمراہ رہ کر مٹی اور پتھر خود اٹھا کر
دیا اور دھوپ میں کام کی نگرانی کرتا رہا۔ اور اس وقت تمازت آفتاب بھی بلا کی
تھی۔ لہذا ایک جگہ پر دہب کے پھاوڑے۔ کدالوں اور ٹوکروں کو آمرا کرکے اس کے
سایہ میں آرام لینے کی غرض سے پڑ کر سو رہا۔ ہاتھ اور پاؤں اسی طرح گرد آلود تھے۔ حضرت
شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز مسجد کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں علاءالدین سو رہا
تھا۔ علاءالدین کو اس ہیئت سے سوتا ہوا دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا کہ "بادشاہ دکن
کیسا بے خبر سو رہا ہے۔ یہ چتر اس کے سر پر کیسا زیب دے رہا ہے" یہ فرماتے ہوئے
قیام گاہ پر واپس تشریف لائے۔ حضرت کے تشریف لیجانے کے بعد ایک کالا سانپ
(ناگ) بانبی میں سے نکلا اور منہ میں گھانس کے تنکے لیکر علاءالدین کے سرہانے آ کر مگس رانی
کرنے لگا۔ چند لڑکے پاس ہی کھیل رہے تھے۔ جب ان کی نگاہ سانپ سے لڑی تو چیختے ہوئے
دوڑے اور گانگو پنڈت سے بیان کیا کہ علاءالدین کو کالا سانپ (ناگ) سونگھ گیا اور وہ
وہیں پڑا ہوا ہے۔ پنڈت یہ کیفیت سنکر دوڑتا ہوا آیا۔ ناگ اس کو آتا دیکھکر اپنی بانبی
میں چلا گیا۔ پنڈت نے آ کر علاءالدین حسن کو جگایا اور پوچھا کہ مزاج کیسا ہے اور کیا
حال ہے اور کیا بیتا۔ چونکہ علاءالدین ان باتوں سے محض لاعلم تھا۔ اس نے اپنی ناواقفیت
ظاہر کی۔ پنڈت مذکور نے اس کو اپنے گھر لے جا کر کھانا دیا۔ اور آپ علم نجوم کے ذریعہ سے
علاءالدین حسن کا طالع دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اس کے طالع میں بادشاہت ہے خواہ مخواہ
ایک دن یہ بادشاہ ہوگا۔ یہ بات معلوم کرنے کے بعد گانگو پنڈت نے علاءالدین حسن کے
روبرو جا کر دست بستہ کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ پذیرا ہو۔ علاءالدین حسن

اپنے آقا کو اس طرح دست بستہ اپنے رو برو کھڑا دیکھکر بہت متحیر ہوا اور نہایت نرمی کے ساتھ پوچھا کہ کیوں آپ اس طرح میرے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں آپ کا تابعدار اور آپ میرے مالک ہیں۔ اگر کوئی امر مجھ سے آپ کے خلاف مرضی ہوا ہے یا آپ میری ملازمت سے ناراض ہوئے ہیں تو مجھے باعزت نکال دیجئے۔ اس طرح مجھے کیوں بنایا جاتا ہے اور مذاق کی سوجھی ہے۔ گانگو پنڈت نے کہا کہ بھگوان کی قسم۔ میں مذاق نہیں کرتا ہوں عرصۂ قلیل ہی میں تمکو دکن کی بادشاہت ملنے والی ہے۔ جب تم بادشاہ ہنو گے تو اقرار کرو کہ مجھے کیا دو گے۔ علاء الدین نے جواب دیا کہ بادشاہت تمہیں کرو۔ میں تمہارا تابعدار ہی ہونگا۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں جس کی قسمت میں ہے وہی بادشاہی کریگا۔ پس کہو کہ اس وقت مجھ کو کیا دو گے۔ علاء الدین نے کہا نصف یا ربع حصہ ملک کا نہیں دیدیا جائیگا۔ پنڈت نے اس کو بھی نامنظور کیا۔ علاء الدین نے اسوقت اس سے کہا کہ فرمائیے جو کچھ آپ فرمائینگے میں قبول کرونگا۔ گانگو پنڈت نے کہا کہ مہر سلطانی میں نصف نام اپنا اور نصف میرا بطور یادگار رکھے رکھا جائے اور شاہی دفتر میرے اور میری اولاد کے تفویض رہے علاء الدین حسن نے اس شرط کو قبول کیا۔ اس کے بعد چند دن میں مسجد تیار ہو چکی۔ اس لئے پنڈت کی خدمت سے علحدہ ہو کر علاء الدین حسن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ علاء الدین حسن ایک برہمن کا نوکر تھا۔ جو شاہزادہ محمد تغلق کے پاس ملازم تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی پیشینگوئی کی وجہ سے دکن میں آکر بادشاہت حاصل کی۔ لیکن تذکرۃ الملوک و سیر محمدی میں لکھا ہے کہ علاء الدین حسن حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں تھا۔ آپ کے تفضلات و عنایات کی وجہ سے اس کو دکن کی بادشاہت ملی۔ تاریخ فرشتہ و تذکرۃ الملوک دونوں تواریخ ایک ہی زمانہ کی لکھی ہیں۔ اسقدر

توصیح ہے کہ علاءالدین حسن کی والدہ جن کا اسم گرامی اشرف جہاں ماں صاحبہ بی بی تھا حضرت کی مرید تھیں اور حضرت ہی کے قیام گاہ پر رہتی تھیں اور وہیں موضع کوڑچی میں رحلت فرمائی۔ آپ کا روضہ مبارک موضع کوڑچی ہی میں ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ وضو کر رہے تھے علاءالدین حسن خدمت عالی میں حاضر تھا۔ سر کا مسح کرنے کے لئے آپ نے اپنا عمامہ اس کے ہاتھ میں دیا۔ علاءالدین نے یہ خیال کر کے کہ حضرت نے اپنا عمامہ اسی کو دیدیا ہے جھٹ اُسے اپنے سر پر رکھ کر حضرت کے قدمبوس ہوا۔ حضرت نے علاءالدین حسن کی طرف دیکھکر فرمایا کہ جلدی و اضطرابی مت کر۔ وہ دن بہت قریب آچکے ہیں کہ تیرے سر پر تاج شاہی رکھا جائیگا۔

آغاز سلطنت بہمنیہ

نقل ہے کہ ایک روز علاءالدین حسن نے اپنی تکالیف کا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو اظہار کیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چند آدمی اپنے ہمراہ لیکر فلاں جنگل کی طرف جس کا نام نرگندھ ہے جا اور وہاں فلاں مقام پر ایک بنی کا درخت ہے اس کے نیچے دفینہ ہے۔ وہاں کھود کر دفینہ نکال لے اور اس سے ایک فوج مرتب کر کے میرے پاس آ۔ چنانچہ علاءالدین نے اسی طرح عمل کیا۔ اور جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فوج فراہم شدہ کے ہمراہ جا کر سب سے پہلے قلعہ مرج کو فتح کر۔ علاءالدین بموجب حکم حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے اپنی فوج کے ساتھ مرج کی طرف روانہ ہوا۔ یہ دن اہل ہنود کی ہولی کے تھے۔ پندرہ یوم تک قلعہ کے اندر ناچ رنگ رہتا تھا۔ حاکم قلعہ راے درگا تینا قلعہ کے اندر رہتا تھا۔ ان دنوں کسی کو [illegible] داخل ہونیکی ممانعت نہ تھی۔ کوئی بھی ہو داخل قلعہ ہو سکتا تھا۔ پس علاءالدین بلا روک ٹوک [illegible] داخل ہوا اور یکے بعد دیگرے اس کی فوج کے لوگ بھی داخل قلعہ ہوئے [illegible] داخل ہوتے ہی علاءالدین نے پہلے

رائے درگا تینا کو اسیر کر کے قتل کیا اور خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔ قلعہ مرج فتح ہونے کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اطلاع کی۔ جس کا جواب حضرت نے بذریعہ تحریر اتنا ہی دیا "مبارک باد" جس وقت قاصد علاء الدین کے پاس حضرت کا کرامت نامہ لایا تو اس نے پہلے خط کو اپنے سر پر رکھا۔ اس کے بعد کھول کر پڑھا تو اس میں صرف "مبارک باد" لکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر علاء الدین نے قلعہ مرج کا نام "مبارک آباد" رکھدیا۔ اس کے بعد قلعہ پنا لاگڑھ کا قصد کیا جو قلعہ مرج سے قریب ہے۔ یہاں کے حاکم کا نام گلھروچند تھا۔ علاء الدین نے اس قلعہ کو بھی فتح کیا اور اس کے قریب کے چند قلعے فتح کرنے کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب قلعہ گلبرگہ کو فتح کرو۔ اور امیران صدہ کو جو بادشاہ دہلی کے مخالف ہو گئے ہیں مدد دو۔ ان کے ذریعہ سے تمہیں دکن کی بادشاہت ملیگی۔ چنانچہ علاء الدین حسن اپنی فوج کے ساتھ قلعہ گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت گلبرگہ کا حاکم رائے بھیمن تھا۔ جو محمد تغلق بادشاہ دہلی کا باجگذار تھا۔ قلعہ گلبرگہ سے تین میل کے فاصلہ پر موضع ساوگلی میں ایک دیبی رہتی تھی۔ رائے بھیمن بدھ کے دن اس کی پوجا کے لئے قلعہ گلبرگہ سے ساوگلی گیا ہوا تھا۔ علاء الدین نے یکایک قلعہ میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ جب راجہ کو اطلاع ملی تو ساوگلی سے آکر خوب مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر تیر سے چھد گیا۔ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے دروازہ کے سامنے گاڑ دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد علاء الدین نے امیران صدہ کو جو بادشاہ دہلی کے مخالف تھے اور جن کی سرکوبی کے لئے عساکر سلطانی آئے ہوئے تھے مدد دی۔ جب علاء الدین کی مدد سے امیران صدہ کو شاہی فوج پر فتح مبین حاصل ہوئی تو سبھوں نے اتفاق کر کے علاء الدین حسن کو اپنا بادشاہ بنایا اور ۷۴۸ھ میں علاء الدین حسن گلبرگہ میں تخت نشین ہوا۔ اور گلبرگہ کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا اور اس کا نام اپنے نام پر حسن آباد رکھا۔ اپنے محسن کے یادگار کے واسطے حسب وعدہ "کانگو" سے ہمنی"

اپنی کیفیت مقرر کی تمام کاغذات شاہی میں وہ خود کو "کمترین بندہ حضرت سبحانی علاء الدین حسن گنگوئے بہمنی" لکھا کرتا تھا۔

حضرت کا گلبرگہ تشریف لانا

نقل ہے کہ سلطان علاء الدین حسن گلبرگہ سے ہر سال کوڑچی کو حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی قدمبوسی کے لئے بلا ناغہ جایا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ کے عہد میں بھی کئی سال تک اسی طرح علدر آمد رہا۔ اس اثنا میں متعدد قلعے فتح ہو کر سلطنت بہمنیہ کے قبضہ میں آگئے۔ سلطان کا لشکر بھی موروملخ سا تھا۔ راستہ میں گلبرگہ سے کوڑچی کو جانے کے لئے بادشاہ کو سات منزل طے کرنی پڑتی تھیں جسکی وجہ سے سخت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ایک سال سلطان محمد شاہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا۔ حضرت نے سلطان سے فرمایا کہ تمہارے آنے سے خلق اللہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تمہیں میری صحبت کا ایسا ہی شوق ہے تو میں خود گلبرگہ آجاتا ہوں۔ سلطان یہ سنکر بیحد خوش ہوا اور ان تمام مواضعات کے اسناد جو موضع کوڑچی سے گلبرگہ تک واقع تھے لکھکر حضرت کے روبرو پیش کیں اور عرض رسا ہوا کہ حضرت کا گذر جس راہ سے ہوگا اس راہ کے قصبات وحصۂ ملک کو اپنے قبضۂ تصرف میں رکھنا سراسر بے ادبی سمجھتا ہوں۔ حضرت نے اس درخواست کو نا منظور کیا اور فرمایا کہ یہ تمام دیہات میں اپنے تصرف میں رکھونگا تو میں بھی تیرے برابر امیر ہو جاؤنگا۔ مجھے فقیر کون کہیگا۔ اور میری اولاد میں طمع نفسانی پیدا ہوجائیگی۔ پس سلطان نے مجبور ہو کر صرف ان مواضعات کے اسناد جہاں حضرت نے راہ میں قیام فرمایا تھا لکھکر پیش کئے اور اس کے قبول کرنے کے لئے مصر ہوا۔ حضرت نے صاف جواب دیدیا کہ مجھکو معاش کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سنکر سلطان بہت رنجیدہ ہوا۔ حضرت نے جب اسکو آزردہ دیکھا تو شفقت سے فرمایا کہ خیر رنج مت کر میری بات سن۔ میں تیری نذر قبول کرتا ہوں۔ صرف یہی موضع کوڑچی مجھے دیدے

یہ سنکر سلطان بہت خوش ہوا۔ سات مواضعات جو کوڑچی کے متصل تھے ان کو شکست کر کے کوڑچی میں شامل کئے۔ اور سند سلطانی اسطرح لکھدی کہ "یہ تمام ملک حضرت قطب الاقطاب بندگی مخدوم رکن الدین جنیدی قدس اللہ سرہ الشریف کا تھا۔ حضرت نے سب ملک مجھے عنایت فرمایا فقط ایک موضع کنجی (کوڑچی) اپنے تصرف میں رکھ لیا ہے"۔ چنانچہ یہ سند اب تک موضع کوڑچی کے مخدوم زادوں کے پاس موجود ہے۔

اوصاف والدہ سلطان علاءالدین حسن | اسی سال یعنی ۱۰ ماہ رجب ۷۴۸ھ میں حضرت اشرف جہاں ماں صاحبہ بی بی والدہ سلطان علاءالدین حسن کا انتقال ہوا۔ آپ کو کوڑچی کے بیرونی دروازہ کے پاس دفن کیا ہے۔ آپکا روضہ نہایت شاندار قابل دید ہے۔ آپ کے بہت سے اوصاف حمیدہ تھے۔ سلطان علاءالدین بادشاہ دکن آپ کا بطنی فرزند تھا۔ مگر آپ کبھی اس سے ایک پیسہ بھی لیکر اپنے ذاتی تصرف میں نہیں لائیں خود اپنی ذات سے محنت کر کے اپنی موت تک گذر اوقات فرماتی رہیں۔ قطب الاقطاب حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر نعمت دینی سے مستفید ہوئی تھیں۔ آپ کی کرامتیں اب تک جاری ہیں۔ آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اس عرس کے زمانہ میں ہر جہت کے فقراء جمع ہوتے ہیں اور جو فقیر کہ اس وقت آپ کے دربار سے سرگروہ مقرر ہوتا ہے وہ کل فقراء و مشائخین کا سردار مانا جاتا ہے۔ تمام فقراء و مشائخین اس کی متابعت کرتے ہیں ورنہ وہ ملزم قرار دئے جاتے ہیں۔ بس جائے غور ہے کہ حضرت کی ذات منبع فیض تھی۔ بیٹے نے دنیا کی سلطنت چاہی تو انکو بادشاہی دی جو کئی پشت تک قائم رہی اور ماں نے دین کی شاہی طلب کی تو وہ نعمت انہیں عطا ہوئی۔ جو ابد تک ان کا جلوۂ فیض قائم رہیگا۔

تقسیم حصص جاگیر موضع کوڑچی | غرض کے جب سلطان نے سند مذکور حضرت کی خدمت میں گزرانی تو آپنے اسمیں سے کر اس کی آمدنی کے حصے مقرر فرما دئے۔ اس میں سے

کچھ تو اپنے دونوں صاحبزادوں اور تینوں دختروں کو دیا۔ اور باقی حصوں میں بارہ حصے قاضی خطیب موذن۔ مجاور۔ لوہار۔ تجار۔ دھوبی۔ حجام وغیرہ کے لئے کئے۔ اور کچھ حصے لنگر کے فقراء کے لئے و نیز ان کی آمد و رفت کے اخراجات کے لئے الگ کر دئے۔ اور اپنا جانشین وہاں اپنے بڑے صاحبزادے شیخ الشیوخ شیخ علاء الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرما کر چھوٹے صاحبزادے شیخ المشائخ شیخ قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہمراہ لیکر ۸۰۲ھ میں گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ موضع کوڑچی میں دریائے کرشنا کے کنارہ جہاں حضرت کی نشست گاہ تھی وہاں ایک گنبد تیار کیا گیا ہے۔ یہاں سے آدھے میل تک املی کے بڑے بڑے درختوں کا بن چلا گیا ہے۔ عرس شریف کے دنوں میں ایک ہفتہ تک انہیں درختوں میں دس بیس کوس تک کے لوگ آکر جمع ہوتے ہیں اس مقام میں حضرت موصوف بنام محمد سرائج مشہور ہیں۔ یہ مقام اگرچہ موضع کوڑچی سے ایک کوس پر واقع ہے اور یہاں کوئی مکان وغیرہ بھی نہیں ہے۔ مگر عقیدت مند لوگ عرس کے دنوں میں رات بھی اسی جنگل ہی میں بسر کرتے ہیں۔ ان دنوں یہاں بڑی رونق رہتی ہے۔ نظارہ قابل دید و نہایت متبرک ہے۔

دریائے کرشنا کا ہمراہ آنا نقل ہے کہ جب تک کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کوڑچی میں مقیم تھے۔ دریائے کرشنا کا پانی آپ کے غسل و پنجوقتہ وضو کے لئے کام میں آتا تھا جب آپ وہاں سے جانب گلبرگہ روانہ ہونے لگے تو دریا نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی مفارقت شاق گزرتی ہے۔ اجازت ہو تو میں بھی ہمراہ رکاب چلوں حضرت نے جواب دیا کہ بہتر ہے اگر یوں آئیگا تو بے شمار دیہات تباہ ہو جائینگے۔ اس لئے زمین کے اندر سے آ۔ چنانچہ حسب فرمان حضرت ممدوح دریائے کرشنا مخفی طور پر ہمراہ آیا۔ اور حضرت کے قیام گاہ کے متصل ایک کنواں کھدوا گیا۔ اس میں سے میٹھا پانی دریائے کرشنا کا نکلا۔ یہ کنواں روضۂ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب اب تک موجود ہے۔ اس میں دریا کی ریت موجود ہے اور سیپ بھی برآمد ہوتی رہتی ہیں۔ جسوقت دریائے کرشنا میں نیا پانی آتا ہے تو اس کنویں میں

پانی کا رنگ مٹیالہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت جب عالمگیر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو وہ متحیر ہوا اور اس کی تحقیقات کی غرض سے دریائے کرشنا کا پانی طلب کر کے اس پانی کے ساتھ وزن کیا تو دونوں پانی کو ہموزن اور برابر پایا۔ اس کے علاوہ اور مبصروں نے بھی حال میں کیمیائی تحقیقات سے اسکی تصدیق کی ہے۔ حضرت کی اس کرامت کا ظہور اب تک یہاں بدستور ہے۔

مقام سکونت گلبرگہ شریف۔ قصہ مختصر۔ جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ بادشاہ کے ہمراہ فائز گلبرگہ ہوئے تو اس وقت حضرت سے بادشاہ نے پوچھا کہ آیا آپ قلعہ کے اندر سکونت اختیار فرمائینگے یا باہر۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے میں جائے تو ملاحظہ کروں۔ پس عصا ہاتھ میں لے کر اپنے قیام کے لئے جائے کی تلاش کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں آپکا روضۂ اقدس ہے۔ یہاں پر اسوقت صرف ببول تھے۔ حضرت نے اس مقام کو دیکھکر فرمایا کہ یہاں پر بغداد شریف کی بو آتی ہے اسی جگہ میں اپنا قیام کرونگا۔ بادشاہ نے اس بات کے سنتے ہی تمام درختوں کو کٹا کر جگہ درست کروائی۔ اور ایک چھوٹا سا مکان حضرت کی اقامت کیلئے تیار کرا دیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اس مکان میں رونق افروز ہوئے۔ آپ ہمیشہ حسب عادت درود و وظائف مراقبہ و مشاہدہ الٰہی میں رہا کرتے تھے اور بادشاہ ہر روز علی الصباح حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتا تھا اور لنگر کا خرچ وغیرہ فقراء کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا تھا۔

مراسم تخت نشینی سلاطین بہمنیہ۔ جب محمد شاہ اول بہمنی کا انتقال ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا مجاہد شاہ بہمنی اس کا جانشین ہوا۔ تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کے قبل حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ایک کھادی منگا کر اس کا ایک پیرہن ایک دستار اور ایک کمربند اس کے زیب بدن کیا اور اس کے بعد اس کے حق میں دعا کی۔ مجاہد شاہ یہ پارچہ جات پہنکر حضرت کا قدمبوس ہوا اور وہاں سے رخصت ہو کر اپنے محل میں آیا اور لباس فاخرہ سے ملبس ہو کر سریر سلطانی پر جلوہ آرا ہوا۔ اس کے بعد سے ہمیشہ یہی قاعدہ جاری رہا کہ جو بادشاہ یہاں کے تخت سلطنت پر متمکن ہوتا وہ پہلے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ یا آپکی اولاد موجودہ کی

خدمت میں حاضر ہو کر یہی نعتیری پارچہ یعنی کھادی کے تین کپڑے پہنکر اپنے مقام پر جاتا اور وہاں دوسرا لباس بدل کر جلوس فرماتا۔

مسواک کا درخت بن جانا

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ منورہ میں ایک چبوترہ آدھ گز اونچا ایک گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا۔ حضرت اسی چبوترہ پر بیٹھکر پنجوقتہ وضو فرمایا کرتے تھے کتاب گلدستہ موجودات میں مفصل لکھا ہوا ہے یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نماز ظہر کے لئے وضو فرمارہے تھے۔ مسواک سے دانت مانجھنے کے بعد مسواک بازو میں رکھکر وضو کرنے لگے۔ مسواک حضرت کے پیرہن مبارک کا دھکا لگ جانے سے پانی میں گر پڑی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے مسواک کو دیکھکر زبان سے فرمایا کہ سوکھی لکڑی پھر ہری ہونا چاہتی ہے۔ خادم خدمت میں حاضر تھا اس کو اشارہ کیا کہ اس کو زمین میں لگادے۔ اس نے اسی جگہ جہاں آپ کے وضو کا پانی بہا تھا۔ اس مسواک کو نصب کردیا۔ نماز عصر کے وقت تک مسواک مذکور درخت بن کر ہری بھری ہوگئی۔ یہ درخت ارک جس کو یہاں کے لوگ پیلو کا درخت کہتے ہیں۔ اب تک حضرت شیخ صاحبؒ کے روضہ اشرف میں موجود ہے۔ جو اندنوں زمانہ کے صدموں سے سب کرم خوردہ ہو کو اس کی ایک ٹہنی دیوار پر پڑی ہوئی ہنوز سرسبز موجود ہے جس کو دیکھنا منظور ہو دیکھ لے۔

مجاہد شاہ بہمنی کی شرارت اور اس کی موت۔

سیر محمدی میں لکھا ہے کہ ایک روز سلطان مجاہد شاہ بہمنی نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو قلعہ ادھونی پر چڑھائی کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بسم اللہ جا انشاء اللہ فتح ہوگی۔ اس کے بعد یہاں سے رخصت ہو کر سلطان مذکور حضرت شیخ زین الدین شیخ برہان الدین قدس سرہا دولت آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے بھی قلعہ ادھونی کے فتح کی دعا طلب کی اور وہاں سے آکر تیاری جنگ میں مصروف ہوا۔ بادشاہ کے ملازموں میں سے ایک نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ قلعہ ادھونی کی فتح

آیا حضرت کی دعا کی وجہ سے ہوگی یا شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کے باعث ہونگے
حضرت نے فرمایا کہ اس سے کیا مطلب بادشاہ کو ضرور فتح ہوگی ۔ ملازم مذکور نے بار دوم
عرض کی کہ یہ فتح آپ سے منسوب ہوگی یا حضرت شیخ زین الدین قدس سرہٗ کی دعا کی برکت
سے حاصل ہوگی ۔ کیونکہ سلطان مجاہد شاہ نے وہاں بھی جاکر ان سے بھی استعانت کی ہے
جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہ بات سنی تو ایک رقعہ سلطان مجاہد شاہ کے نام
لکھا کہ اس قلعہ کی فتح کا باعث میں ہونگا ۔ اگر تو میری اجازت سے قلعہ لینا چاہتا ہے
تو میں تجھ کو اجازت دیتا ہوں ۔ اگر کسی اور کی مدد سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اسکی
اجازت نہیں دونگا ۔ حضرت نے یہ لکھکر رقعہ اپنے خادم کے ہاتھ سلطان کے پاس
بھیجا ۔ خادم نے رقعہ پہنچادیا ۔ بادشاہ رقعہ کا مضمون دیکھکر غضبناک ہوا اور کہا کہ شیخ صاحب
اس طرح فرماتے ہیں تو خیر ۔ فی الحال ایک بہت بڑا لشکر اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بھیج چکا
ہوں ۔ اور میں بھی اب جارہا ہوں ۔ دیکھوں کہ کسطرح قلعہ فتح نہیں ہوتا ۔ غرض کہ یہ کہتا ہوا
اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے لشکر میں جو پہلے سے روانہ ہوچکا تھا جاملا ۔ اور ادھونی
پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کرکے آپ جنگ میں مصروف تھا ایک مدت تک محاصرہ رہا قلعہ کے
اندر جس قدر پانی تھا موسم گرما کی شدت سے سب خرچ ہوگیا ۔ پانی میسر نہ آنے کی وجہ سے
قلعہ کے لوگ پریشان حال ہوگئے تھے اور وہ ایسے پست ہمت ہوگئے تھے کہ قریب تھا کہ قلعہ کو
غنیم کے حوالہ کردیں ۔ اتنے میں خدا کے فضل اور شیخ صاحب قدس سرہٗ کے فیضان معنوی سے
ایک لکۂ ابر قلعہ پر چھایا اور اس قدر بارش ہوئی کہ قلعہ کے سب کنٹے اور کنویں لبالب
ہوگئے ۔ اس بارش سے محصورین کو تقویت تازہ حاصل ہوئی ۔ اور ہمتیں بڑھیں ۔
انہوں نے قلعہ سے باہر آکر اچانک سلطانی فوج پر حملہ کردیا ۔ لشکر شاہی کو شکست نصیب
ہوئی ۔ بادشاہ کو اس کے ہمراہیوں نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا فرمانا یاد دلایا
بادشاہ اور بھی برہم ہوا ۔ اس نے قسم کھائی اور کہا کہ جس وقت گلبرگہ کو جاؤنگا تو پہلے

شیخ کو قتل کر کے اپنے قلعہ میں داخل ہونگا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے خادموں نے یہ ارادہ سلطانی حضرت پر ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلطان مجاہد شہر میں پہنچنے ہی نہ پائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان قلعہ ادھونی سے ہزیمت اٹھا کر شہر گلبرگہ کے مضافات میں پہنچا اور چاہتا تھا کہ داخل شہر ہو اتنے میں اس کے گھوڑے کا پیر جو بگٹٹ چلا آتا تھا رپٹ گیا سلطان مجاہد صدر زین سے جُدا ہو کر زمین پہ گر پڑا۔ اور اسی وقت سر پھٹ کر جاں بحق ہوا۔ اس موقع پر اختلاف ہے۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ جب سلطان مجاہد شاہ قلعہ ادھونی سے پسپا ہو کر واپس ہوا تو متصل شہر گلبرگہ کسی حبشی غلام نے اس کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور زخم کاری ہونے سے وہ اسی وقت یعنی ۷۸۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور بعض دیگر تواریخ میں اور ہی وجوہ درج ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت کے چھوٹے صاحبزادہ کا حال | حضرت قطب الاقطاب شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ المشائخ شیخ قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ جو شب پنجشنبہ ذیقعدہ ۷۳۲ھ میں بمقام ہیروال تولد ہوئے تھے ۴۶ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۷۷۸ھ ہجری رحلت فرمائی اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے گنبد پر نور میں شرق کیطرف اپنی والدہ ماجدہ کے بائیں جانب دفن ہوئے۔

نبیرہ حضرت کی سجادگی | حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے جب دیکھا کہ اپنی رحلت کے دن قریب آچکے ہیں تو آپ نے اپنے پوتے خواجہ شیخ ابوالفضل بن شیخ قطب الدین جنیدیؒ کو نعمت خلافت و اجازت مرحمت فرما کر ایک وصیت نامہ لکھدیا کہ گلبرگہ کی سجادگی و وطن داری میں کسی اور بھائی کا ساجھا نہیں ہے۔ جس کسی کو حصہ لینا منظور ہو وہ اپنا اپنا حصہ موضع کوڑچی میں جا کر حاصل کریں۔

حضرت کی وصیت دا مانت خواجہ بندہ نواز کے لئے | اسکے بعد ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے

خادموں کو بازار سے عمدہ چانول اور دال لینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ خادموں نے تعمیل کی۔ اور جب دال اور چانول لائے تو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے اسکی کھچڑی تیار کرائی اور دو بڑی سینیاں منگا کر اپنے ہاتھ سے ان کو کھچڑی سے چلٹی وار بھرا۔ یہ کھچڑی کل پانچ سیر کی تھی۔ غرضکہ ہر دو سینیاں اور گیارہ فلوس اور ایک تسبیح اعلیٰ قسم کی اس میں رکھکر خواجہ ابوالفضلؒ سے جو آپ کے جانشین اور پوتے تھے فرمایا کہ میری رحلت کے دن قریب آپہنچے ہیں۔ میرے بعد تقریباً بائیس سال گزرنے پر میرے ایک دوست سید محمد حسینی نامی دہلی سے تشریف لائینگے یہ ان کی امانت ہے۔ نام ونشان دریافت کرنے کے بعد انکو یہ دیدینا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی دوست اپنے دوست کے پاس آئے تو اس کے لئے چار چیزیں مہیا کردینا ضرور ہے۔ اول اسکو کھانا کھلانا۔ اس لئے یہ کھچڑی موجود ہے دوم اس کی عبادت کا سامان کردینا۔ چنانچہ یہ تسبیح میں نے رکھ دی ہے۔ سوم خرچ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس لئے گیارہ فلوس میں نے رکھ چھوڑے۔ چہارم قیام گاہ کی تجویز اگر وہ قیام کرنے کیلئے پاتعام دریافت کرینگے تو کہدینا کہ میں شہر پناہ کے مغرب میں ہوں آپ مشرق میں اقامت فرمائیں۔ غرض کہ اسی طرح وصیت فرمانے کے بعد اپنے خاص حجرہ میں جو کتب دان تھا۔ اس کو خالی کرواکر کھچڑی کی دونوں سینیں اور تسبیح اور فلوس اس میں رکھکر اس کا دروازہ بند کرکے قفل لگا دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص سید محمد حسینی نامی آوے اسکو کہدو کہ بسم اللہ کہکر ہاتھ اس قفل کو لگا دے۔ اگر نعمت اس کے نصیب میں ہوگی تو قفل از خود کھل جائیگا۔ جبکہ کیفیت اس نعمت کی جو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے رکھ چھوڑی تھی۔ دور و دراز مقامات تک منتشر ہوگئی۔ تو بہتیرا لوگوں نے جن کا نام سید محمد حسینی تھا نعمت کی لالچ سے آکر قفل کو بسم اللہ کہکر ہاتھ لگایا مگر انکی قسمت میں نہ تھا قفل حسب دستور اسوقت تک بند رہا۔ جب تک کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اس کو ہاتھ نہ لگایا اس کی مفصل کیفیت ذرا آگے چل کر ایک مناسب موقع پر ناظرین کے مطالعہ میں آئیگی۔

شیخ صاحب قدس سرہ کی وفات

حضرت شیخ صاحب قدس سرہ جب سے گلبرگہ شریف میں
تشریف فرما ہوئے تو بہت سے اولیا - غوث - قطب - ابدال وغیرہ بڑے شوق سے آپکی
ملاقات کے لئے آتے تھے اور ملاقات سے مشرف ہونے کے بعد اپنی اقامت کے لئے عرض
کرتے - اس وقت حضرت شیخ صاحب قدس سرہ ان کے قیام کرنے کے لئے جگہ بتلا دیتے جنکو
گلبرگہ ہی میں رہنے کا حکم ہوتا وہ تو یہیں رہتے اور جن کو دیگر مقامات میں رہنے کا حکم ہوتا
وہ وہاں جاکر اپنا مقام کرتے - چنانچہ اس موقع پر تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ شیخ المشائخ
شیخ علاء الدین عرف لاڑلے مشائخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ
کی ملاقات کے لئے گلبرگہ آئے مگر ملاقات سے مشرف نہ ہوسکے - واپس جاکر دوسری
مرتبہ پھر حاضر ہوئے - اس مرتبہ بھی بے نیل مرام مراجعت کی - تیسری مرتبہ بعد نماز جمعہ
شیرینی لیکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور خادم کے ہاتھ
شیرینی بھیجکر اس کی معرفت اپنا پیام حضرت کی خدمت میں پہنچایا - حضرت شیخ صاحب
قدس سرہ نے جوابًا کہلا بھیجا کہ دنیا کے فائدہ کی ملاقات چاہتے ہو یا عقبیٰ کے مراتب کی
دنیا دو روزہ ہے یہاں کے ملاقات کی ضرورت نہیں - بدھ کے دن میرے سفر آخرت
کا سامان مہیا کرکے آؤ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر کہیں ٹھیرنے کی خواہش ہو تو یہاں سے بجانب
غرب دس کوس پر قصبہ آلند ہے وہاں اپنا مقام کرو - حضرت کے فرمانے کے بموجب لاڑلے
مشائخ انصاری نے موضع آلند میں جاکر اپنا ٹھکانا کیا - اور آپ کے ارشاد کے مطابق یوم معینہ
یعنی بدھ کے دن اونٹ پر سوار ہوکر ایک مشک پانی سے بھری ہوئی اور پارچہ دیگر
سامان لیکر صبح کے دس بجتے بجتے گلبرگہ میں آکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے قیامگاہ
پر پہنچے - حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کے نو دس بجے اپنے
عبادت خانہ کا دروازہ کھولکر باہر تشریف لاتے - اس روز بھی حسب معمول عبادت خانہ
کا دروازہ بند تھا - حضرت خواجہ شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ اور خادموں کو اس کی مطلق

خبر نہ تھی۔ کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ جب حضرت لاڈلے مشائخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لا کر حضرت خواجہ شیخ ابوالفضلؒ [illegible] ماں حضرت کو آپکی رحلت کی خبر دی اور خواجہ ابوالفضلؒ کو جو حضرت ایشاں کے خاص پوتے تھے اور سجادہ نشین تجویز ہو چکے تھے بلا کر عبادت خانہ کا دروازہ جو بند تھا کھلوایا اور دکھلایا تو اسوقت سب لوگ آگاہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت لاڈلے مشائخ انصاری اور حضرت خواجہ ابوالفضلؒ اور خادمان حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ آپکی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے اور بعد غسل و نماز جنازہ اسی حجرہ میں جس جگہ آپکا طائر روح قفس عنصری سے عالم قدس کی طرف پرواز کر گیا تھا دفن کیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی رحلت کے وقت سلطان محمود شاہ بہمنی سلطنت کرتا تھا۔ یہ بادشاہ بخلاف سلطان مجاہد شاہ کے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ کی بیماری کے زمانہ میں عیادت کے لئے ہمیشہ جایا کرتا اور جب آپ کا وصال ہو چکا تو سوم کے روز فاتحہ خوانی کے بعد خیرات بھی بہت کی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے ۷۸۱ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔ عمر شریف آپکی ایک سو گیارہ سال کی تھی۔ چنانچہ ع

قطب دوراں ابن محمدؐ سراج

میں قطب کی جمل (۱۱۱) سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی عمر گرامی اور دوران ابن سراج کی جمل (۶۷۰) میں حضرت کا سنہ ولادت اور کل مصرع سے حضرت کا سنہ وصال (۷۸۱) نکلتا ہے

(دیکھو نقشہ گنبد مبارک حضرت موصوف نمبر ۵ صفحہ ۱۵۸)

حضرت شیخ صاحبؒ کی اولاد

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بی بی تھیں۔ جن سے تین فرزند اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے ایک مخدوم زادہ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ بڑے صاحبزادہ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین مقرر فرما کے کوڑچی میں چھوڑ آئے تھے۔ آپکے ان صاحبزادہ کی اولاد اب تک وہیں ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جنھیں حضرت ایشاں گلبرگہ لائے تھے وہ یہیں رہے اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق

نمبر (۵) نقشہ روضہ مبارک حضرت بندگی مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ واقع گلبرگہ
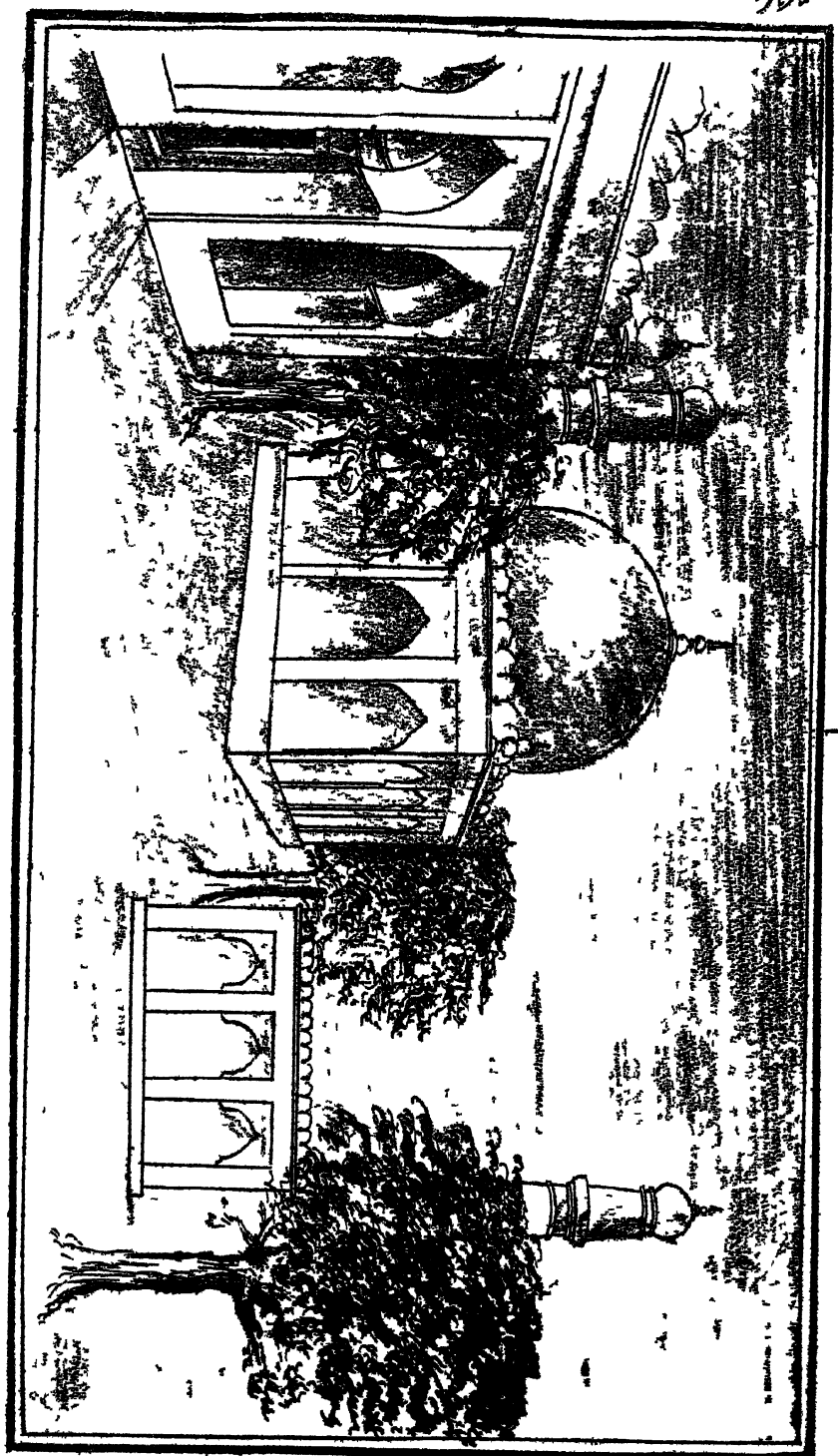
ان کے فرزند حضرت شیخ ابو الفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ میں سجادہ نشین حضرت ایشاں قرار پائے ۔ چنانچہ اب تک یہ عملدرآمد آپ کے خانوادہ میں جاری ہے کہ بڑے فرزند کی اولاد کو موضع کوڑچی کی جائداد سے حصہ ملتا ہے اور چھوٹے فرزند کی اولاد کو گلبرگہ میں تولیت و سجادگی ملتی ہے ۔

شیخ تاج الدینؒ کا حال | حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی شیخ تاج الدین علیہ الرحمۃ نے جو کہ حضرت کے ہمراہ تھے ۱۷ ماہ رمضان المبارک ۸۰۳ ہجری میں گلبرگہ ہی میں رحلت فرمائی ۔ آپ کا مزار مبارک محلہ مخدوم پورہ میں حضرت سید شاہ حسام الدین (تیغ برہنہ) قدس اللہ سرہ العزیز کے سجادہ نشین صاحب کے مکان کے متصل ہے ۔

حضرت کے بڑے صاحبزادہ کا حال | حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ شیخ الشیوخ شیخ علاء الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ ماہ ربیع الاول ۷۳۳ھ میں بمقام سروال تولد ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ماہ محرم ۸۰۳ ہجری میں یکشنبہ کے روز رحلت فرمائی حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے گنبد مبارک میں مغرب کی طرف سیدھے جانب آپ کا مزار شریف ہے ۔

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی تشریف آوری اور شیخ صاحب کے پوتے کو تلقین علوم باطنی | کتب تذکرۃ الملوک و گلدستہ موجودات میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کے پوتے خواجہ شیخ ابو الفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے اس وقت حضرت شہباز بندہ نواز قطب الاقطاب سید محمد حسنی الحسینی گیسودراز قدس اللہ سرہ العزیز ۸۰۳ھ میں گلبرگہ میں تشریف لائے جب جامع مسجد کے قریب شاہ بازار میں پہنچے تو سواری سے اُتر کر پیادہ پا چلنے لگے ۔ اور جب دروازہ احاطہ خانقاہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ العزیز کے پاس پہنچے تو انگوٹھوں کے بل چلتے ہوئے آپ کے مزار شریف تک آئے اور وہاں کامل دو گھنٹے تک دست بستہ مودبانہ کھڑے رہے اس کے بعد سلام کر کے فاتحہ پڑھی اور ۱۲ جیتل مزار شریف کے پاس رکھے اور جب زیارت سے فارغ ہوئے تو گنبد مبارک سے باہر آئے اور شیخ ابو الفضل جنیدیؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے

جد بزرگوار نے میری نعمت و بخشش کہاں رکھی ہے۔ آپ نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہ
طاق جس میں نعمت بند تھی بتایا اور فرمایا کہ بسم اللہ کہکر اس قفل کو ہاتھ لگایئے۔ اگر نعمت آپکے حصّہ
کی ہے تو قفل خود بخود گر جائیگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اسی طرح عمل کیا۔
ہاتھ کے لگتے ہی قفل گر پڑا۔ آپ نے طاقچہ کھولکر دیکھا دو خوان گرم گرم کھچڑی سے بھرے ہوئے
اور ایک تسبیح اور گیارہ فلوس رکھے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو
لیکر گنبد کے باہر تشریف لائے اور درخت کے نیچے اُسی چبوترے پر جہاں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ
تشریف رکھا کرتے تھے جا کر بیٹھے اور دونوں سینیوں میں جس قدر کھچڑی تھی سب نوش جان
فرما کر خالی سینیاں اپنے معزز و منظور نظر خلفا کے حوالے کیں۔ جنہوں نے ان کو دھو کر لی لیا
اور عرض کی کہ کھچڑی کے ہم اور صاحبزادے شاہ محمد اکبر حسینی و شاہ محمد اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہم
بھی امیدوار تھے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ میرا ہی حق تھا۔ کہ اس کھانے
کو ہضم کیا۔ تم اس کا ایک دانہ کھا کے بھی ہضم نہیں کرسکتے ہو۔ جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو بہروز نام
خادم نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز سے پوچھا کہ حضرت یہ کھچڑی کیا آپنے عالم غیب
سے طلب فرمائی؟ حضرت نے فرمایا۔ یہ کھچڑی غیب سے نہیں آئی بلکہ بائیس سال کا عرصہ
گذرا ہے کہ یہ میرے لئے رکھی گئی تھی۔ اور عالم رویا میں مجھکو اس کی اطلاع ہو چکی تھی۔
اس نے عرض کی کہ آپ کے یہاں تشریف لانے کے وقت جو حالات کہ شاہد کئے گئے جب سے دہلی
چھوڑی اس وقت سے کہیں بھی دیکھے نہیں گئے تھے اسکی کیا وجہ تھی۔ آپنے فرمایا جس وقت میں
جامع مسجد کے پاس آیا تھا تو دیکھا کہ رستہ میں ہزارہا ولی کیا غوث کیا قطب حضرت شیخ سراج الدین
جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے پیدل جا رہے ہیں ان لوگوں میں سے مجھکو سوار ہو کر
چلنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ اس لئے پیادہ پا چلنے لگا۔ جب روضہ کے دروازہ پر پہنچا تو اس
کثرت سے وہاں غوث۔ قطب۔ ابدال و ولی اللہ واسطے زیارت کے موجود تھے کہ زمین پا پیر
پیر رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ لہذا گنبد مبارک تک انگوٹھوں کے بل بڑی احتیاط سے گیا

چلتا گیا اور مرقدانور کے پاس اسوجہ سے دو گھنٹے منتظر کھڑا رہا کہ حضرت کی روح پاک عالم بالا میں جمال پروردگار کے مشاہدہ میں محو تھی جب اس سے فراغت حاصل کی تو میں نے اسوقت کہیں سلام اور فاتحہ پڑھی۔ یہ بیان کر کے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مخاطب ہوئے۔ اپنا پیرہن پاک اتار کر فرمایا کہ حضرت شیخ صاحب مجھ سے مصر ہیں کہ یہ آپ کو دیدیا جاوے طفراً بابا ابوالفضل لے لو۔ پس جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ممدوح کو اپنا پیرہن پہنا کر اپنا دست مبارک آپ کی آنکھوں پر رکھا اور دعا فرمائی کہ ”الٰہی ان کے چشم ظاہر و باطن کو تو روشن کر“۔ اُسی وقت بفضل الٰہی آپ کو امور باطنی سے کامل واقفیت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا حضرت شیخ ابوالفضلؒ کو عطا کیا اور فرمایا کہ بابا ابوالفضل یہ امانت ہماری تم اپنے پاس رکھو۔ جو شخص بیعت کے قصد سے تمہارے مکان پر آئے تو چشتیہ کی بیعت سے محروم نہ جائے۔ پس حضرت خواجہؒ نے شیخ ابوالفضلؒ کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی بعدہٗ دریافت کیا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے قیام کے لئے کونسی جائے مقرر فرمائی ہے شیخ ابوالفضلؒ نے عرض کی کہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں مغرب میں ہوں مشرق کی طرف آپ سکونت اختیار فرمائیں۔ اس امر سے آگاہ ہونیکے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ وہاں سے روانہ ہوئے اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر آکر دوبارہ فاتحہ پڑھی اور بزبان مبارک یہ فرماتے ہوئے کہ ”مرد غوث خوابیدہ است۔ تاقیامت چراغ ایں مرد روشن خواہد ماند“ جب وہاں سے چلے تو راہ میں بی بی زلیخا نام ایک عورت صالحہ کا مقبرہ تھا۔ وہاں پہنچکر زیارت کی۔ بی بی موصوفہ کی مرقد مبارک سے قرآن شریف کے قرأت کی آواز آنے لگی۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بی بیاں نامحرموں کو اپنی آواز نہیں سناتی ہیں اسی وقت آواز موقوف ہوگئی وہاں سے خانقاہ میں جہاں آپکے ٹھیرنے کے لئے بادشاہ کی جانب سے انتظام کیا گیا تھا جاکر اقامت اختیار فرمائی

وصال حضرت شیخ ابوالفضل جنیدیؒ حضرت شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۹ رجب ۸۰۴ھ وبقول بعضے ۸۰۳ھ میں ہوا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ آپکے والد بزرگوار کی گنبد سے

لگا ہوا بائیں بازو بجانب مشرق جو سفید سنگ کا مزار ہے وہ آپ ہی کا ہے۔

سجادگی حضرت خوندمیر جنیدیؒ | حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی رحمتہ اللہ علیہ خواجہ شیخ ابوالفضل کے پوتے اور شیخ سراج الدین ثانی کے فرزند نے ۸۵۵ھ میں مسند سجادگی پر جلوس فرمایا آپ بڑے صاحب کرامات اور ولی کمل تھے۔ ہمیشہ درود وظائف۔ مراقبہ ومشاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن مراقبہ میں بحالت وجد زمین سے معلق ہو گئے۔ اسی میں آپکی صاحبزادی فاطمہ عرف چمنی بی جن کا سن صرف ۵ برس کا تھا وہاں آگئیں۔ بچی تو تھیں نادانستگی سے آپکو اپنی طرف رجوع کرنیکی غرض سے آپکا دامن پکڑ کر کھینچنے لگیں۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ مراقبہ میں بحالت ذوق وشوق مستغرق تھے اس وقت اس رکاوٹ کو محسوس کرکے فرمایا کہ تو کون ہے ہمارے درمیان کیوں آئی۔ جا دُور ہو۔ مرجا۔ جب یہ بات چمنی بی بی موصوفہ نے سنی تو انہیں بہت رنج ہوا وہاں سے نکلکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ یعنی اپنے جد بزرگوار کے آستانہ پر آکر قدمبوس ہوئیں اور بہت گریہ وزاری کرنیکے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے مزار پرانوار کے بائیں جانب چند قدم آگے بڑھکر زمین کو فرمایا کہ شق ہو میں تجھ میں سماتی ہوں۔ زمین اسی وقت شق ہوئی اور حضرت بی بی موصوفہ اس میں سماگئیں اور آپکے حکم کے بموجب زمین پھر پیوست ہوگئی۔ لیکن چار انگل پارچہ سرخ اوڑھنی کا جو ہنگام بسم اللہ خوانی آپ کو اڑائی گئی تھی اور جن کی بسم اللہ خوانی ہوکر چند ہی یوم گزرے تھے زمین کے اوپر نظر آتا رہا۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو اس وقت اپنی صاحبزادی کا خیال آیا۔ تلاش رہی۔ اسی میں ایک خادمہ نے بی بی موصوفہ کے دامن کو جو زمین کے باہر نکلا ہوا تھا دیکھکر اور پہچان کر حضرت سے عرض کی۔ حضرت خوندمیرؒ نے جب آکر دیکھا تو انہیں سارا حال معلوم ہوگیا۔ بہت روئے اور فرمایا کہ میری بچی اب یہاں سے اوپر نہیں نکل آسکتی۔ آپنے اس جگہ پر تربت بنوادی۔ اب تک آپکے خاندان میں یہ قاعدہ بندھا ہے کہ کتخدائی یا بسم اللہ خوانی کی تقریبوں میں سب رسومات سے پہلے ایک سرخ اوڑھنی اور پانچ

چوڑیاں کانچ کی اور ایک ٹکیا میٹھی روٹی کی اور شربت بی بی موصوفہ کی تربت کے پاس رکھکر فاتحہ دیتے اور اوڑھنی لحد پر اڑھا کر چوڑیاں مصلے کو باندھ دیتے ہیں۔

حاکم گلبرگہ سے مخالفت

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضۂ انور کی میناروں کے پاس کوئی ایک شخص سکونت رکھتا تھا۔ اس سے حضرت خوندمیر جنیدیؒ نے فرمایا کہ ہمکو جگہ کی تنگی ہے۔ تو یہاں سے اپنا گھر نکال کر اور کہیں بنالے۔ شخص مذکور نے آپ کی بات نہیں سنی۔ مگر حضرت نے اسکو نکلوا ہی دیا۔ اس زمانہ میں سلطان بہمنیہ کی طرف سے ملک دستور گلبرگہ میں نیابت کرتا تھا۔ شخص مذکور نے اس کے پاس فریاد کی۔ ملک دستور نے حضرت خوندمیر جنیدیؒ کو کہلا بھیجا کہ بادشاہوں نے تم کو جگہ انعام میں دی ہے نہ کہ لوگوں کے گھر چھیننے کے لئے۔ پس شخص مذکور کا مکان اس کے حوالہ کردیجئے۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ نے ملک دستور کو بذریعہ تحریر یہ جواب دیا کہ بادشاہوں کو بادشاہی ہم نے دی۔ جس کے بدلے بادشاہوں نے روضہ منورہ حضرت قطب الاقطاب شیخ صاحب قدس سرہٗ جس کی مغربی حد شیخ عبدالصمد کی چوکھنڈی۔ جنوبی حد گنبد تاج الدین ہکلا۔ شرقی حد مکان علاء الدین خرطہ کے متصل مسجد یک خانہ تک جو جامع مسجد کے عقب میں ہے۔ اور شمال میں گنبد دختر الہ وردی خاں ہے ہمیں عطا کئے ہیں۔ اپنے علاقہ کی زمین کے اندر رہیں کسیکو رکھنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا ملک دستور کو یہ تحریر ناگوار گزری۔ خود اس شخص کے ہمراہ آکر اس کے مکان پر اس کا قبضہ کرانا چاہا۔ یہ خبر حضرت خوندمیر حسینیؒ کو پہنچی۔ تو آپ نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ مبارک میں جاکر توجہ کی۔ ارشاد ہوا کہ ملک دستور اسطرف آتا ہے۔ تم اس سے بات نہ کرو۔ ہم نے بھی اسکو دور کردیا۔ اس اثنا میں ملک دستور نے آکر پہلے حضرت کی زیارت کی اور باہر جاکر شخص مذکور کا مکان اس کے حوالہ کیا۔

عطائے جاگیرات برائے روضۂ مبارک

نقل ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد سلطان محمود شاہ بہمنی نے بیدر سے آکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے مرقد انور کی زیارت کی۔ اور

حسب معمول اسکو جبّہ و دستار اور کمر بند درگاہ سے دیا گیا۔ چونکہ بادشاہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔ جبّہ کی آستین میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ اور جبّہ کو اسی طرح رکھ چھوڑا۔ یوسف عادل خاں اسوقت بادشاہ کے قریب کھڑا تھا۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ نے وہ جبّہ و دستار اور کمر بند اسکو دیکر فرمایا کہ اے محمود میں چاہتا تھا کہ بادشاہی تجھ کو دوں مگر خدا و خدا کا رسولؐ اور حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ یوسف کو دینا چاہتے ہیں۔ جب یہ کلمات بادشاہ نے سنے تو خفگی سے وہاں سے روانہ ہوا۔ تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ یوسف عادل خاں محمود بیگ والی ساوہ کا فرزند اکبر تھا۔ اتفاقات زمانہ کی وجہ سے دکن میں آکر بادشاہ کی خدمت حاصل کی تھی۔ اور اپنی شجاعت و لیاقت سے فوج کی افسری پائی۔ اور ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ بادشاہ اُس سے بہت محبت کرتا تھا۔ ملک دستور نے جب بادشاہ سے باغی ہوکر چنگوبہ و بیجاپور پر قبضہ کر لیا تو بادشاہ نے اپنی فوج کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے یوسف عادل خاں کو بھیجا۔ ملک دستور اور یوسف عادل خاں میں جنگ ہوئی۔ آخر ملک دستور شکست پاکر مقید ہوا اور اسی قید میں وہ مر گیا۔ بعدہ یوسف عادل خاں تلنگانہ کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ اور وہاں سے فارغ ہو کر جب واپس ہوا تو سنا کہ اس کے دشمن بادشاہ کو ہموار کرکے اسکے مار ڈالنے کے درپے ہیں۔ اس لئے وہ وہاں سے بیجاپور بھاگ گیا اور ۸۹۵ھ میں اپنی ایک جدی سلطنت وہاں قائم کر لی۔ اس کے خاندان میں جتنے بادشاہ ہوئے وہ سب عادل شاہیہ کہلائے۔ جس وقت یوسف عادل خان تخت نشین ہوا تو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ مبارک پر آیا اور حضرت سے خوندمیر جنیدی قدس سرہٗ ملاقات کی اور ملتمس ہوا کہ آپ نے تو ایک سلطنت مجھے عطا فرمائی ہے۔ میری یہ ناچیز نذر قبول فرمائیے۔ کہ چند عمارات یہاں تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔ اور معاش کے لئے چند مواضعات دینا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت ملے۔ اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے پائین میں میری قبر کے لئے ایک چبوترہ بھر جگہ عنایت ہو۔ حضرت نے جواب دیا کہ

یہ امر میرے حد امکان سے باہر ہے ۔ اس خصوص میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ آج شب میں تم استخارہ کرو۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ العزیز سے بھی اجازت حاصل کرو ۔ چنانچہ یوسف عادل خاں نے حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور اسی شب استخارہ کیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف لائے ۔ یوسف عادل خاں کی نذر تو قبول کی۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی فرمایا کہ یہ کام تعمیر کا مکمل نہ ہوگا۔ غرض کہ اس بشارت سے یوسف عادل خاں بہت خوش ہوا۔ تین پتھر خود اپنے سر پہ لاکر ایک دروازہ کے میناروں کی بنیاد کے لئے دوسرا گنبد کا بنیادی اور تیسرا پتھر مسجد کی نیو کے لئے رکھا۔ اور تعمیر کا کام آغاز کرادیا۔ مگر بعد میں یہ تعمیر ناتمام رہی۔ مسجد کا گلابہ مینار و ممبر کی تعمیر ختم نہو سکی اس نے ۱۳ موضع (مع) پینتالیس ہزار روپیہ کی معاش کے نذر کئے ۔ یہ معاش عرصہ تک جاری رہی مگر عالمگیر بادشاہ کے وقت میں سب معاش ضبط کرلی گئی۔ صرف دو قریہ اڑھائی ھزار معاش کے دیئے گئے ۔ زاں بعد نواب نظام الملک نظام الدولہ میر نظام علی خاں بہادر فتح جنگ بادشاہ دکن کے زمانہ میں اس معاش میں اور ایک قریہ کا اضافہ ہوا ۔ چنانچہ اس وقت تین قریہ معاش میں موجود ہیں ۔ یوسف عادل خاں نے اپنی قبر کے لئے ایک چبوترہ پائیں حضرت میں تیار کروایا تھا ۔ مگر جب وہ کرناٹک میں جاکر فوت ہوا تو اس کو قصبہ گوگی میں لاکر دفن کردئے ۔ چبوترہ جو اس نے یہاں تعمیر کرایا تھا ۱۲۹۵ھ ہجری تک اسی طرح موجود تھا ۔ سنہ مذکور میں

جب مسجد صحن مسجد و روضۂ مبارک کی گچکاری عمل میں آئی اور سجادہ صاحب کی نشست کے لئے مکان تیار کرایا گیا تو اس وقت جگہ کی تنگی کی وجہ سے وہ چوترا توڑ دیا گیا۔ اور اس کے پتھر صحن مسجد میں لگا کر گچ چٹا دی گئی۔

حضرت خوندمیر جنیدیؒ کا اپنے بیٹے کو عاق کرنا۔

نقل ہے کہ مخدوم خوندمیر جنیدی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے فرزند کو جن کا نام ابو محمد رکن الدینؒ تھا کیمیا حاصل کرنیکا بہت شوق تھا۔ مخدوم خوندمیر جنیدی رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ اپنے دستر خوان پر اپنے صاحبزادوں اور فقراء و خادموں کے ساتھ خاصہ تناول فرماتے۔ ایک دن جب کھانے کے وقت ابو رکن الدینؒ دستر خوان پر حاضر نہیں تھے تو حضرت مخدوم نے خادم کو آپ کے بلانے کے لئے حکم کیا۔ خادم ڈھونڈ کر واپس آیا اور بیان کیا کہ وہ کیمیا کی دھن میں ہیں۔ غرض کہ تھوڑی دیر کے بعد میاں رکن الدینؒ آئے اور کھانے میں شریک ہوئے۔ حضرت خوندمیر رحمتہ اللہ علیہ تناول طعام سے فارغ ہو کر باہر آ کر پان کھا رہے تھے۔ اتنے میں ابو رکن الدینؒ بھی کھانے سے فراغت پا کر باہر آئے۔ حضرت نے انہیں اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا۔ کہ جس کام میں تم مصروف ہو اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اس کا شوق چھوڑ دو۔ اسی میں مصلحت ہے۔ یہ فرماتے ہوئے سامنے ایک سِل پڑی ہوئی تھی اُس پر تھوکا۔ تھوک کے گرتے ہی سِل مذکور زر خالص کی ہو گئی۔ ابو محمد رکن الدین جنیدی کو اسی وقت سے آپ نے عاق بھی کر دیا۔ اور روضۂ مبارک سے باہر نکلوا دیا۔ ابو محمد رکن الدین وہاں سے نکلکر کوڑچی میں اقامت گزیں ہوئے اور اپنے بھائیوں سے

اپنا حصہ لے کر اپنی شادی وہیں کرلی۔ اور وہیں رہے۔

ابو محمد رکن الدین کا انتقال نقل ہے کہ جب ابو محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ کی اولاد و احباب روضۂ شیخ صاحب قدس اللہ سرہ میں آپ کو دفن کرنے کی غرض سے آپ کا جنازہ گلبرگہ میں لائی۔ اور دفن کرنا چاہا۔ اس وقت آپ کے بھائی سراللہ کشاف الدین جنیدیؒ جو حضرت خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ اور یہاں کے سجادہ تھے۔ وہ آپ کو درگاہ کے اندر دفن کرنے سے مانع ہوئے۔ اور فرمایا والد ماجدؒ نے ان کو اپنی زندگی میں علیٰ ہذا رحلت کے بعد بھی عاق کر دیا ہے۔ پس یہ یہاں مدفون نہیں ہوسکتے۔ ابو محمد رکن الدینؒ کا جنازہ صبح سے دوپہر تک درگاہ ہی میں بلا تدفین رہا۔ آخرکار جنازہ کا تابوت خود بخود وہاں سے روانہ ہوا۔ اور لوگ بھی اس کے پیچھے چلنے لگے۔ درگاہ شریف کے صدر دروازہ سے باہر ہوکر مغرب کی طرف آبادی روضہ کے دروازہ کے متصل جاکر وہاں ٹھیر گیا۔ لوگوں نے وہیں قبر تیار کرکے آپ کو دفن کیا۔

حضرت خوندمیر جنیدیؒ کا وصال حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی قدس اللہ سرہٗ کی رحلت ۱۱؍ شعبان المعظم سنہ ۹۳۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ روضہ شریف کے احاطہ میں جو دوسرا گنبد ہے اور جس کو یوسف عادل خاں نے حضرت موصوف کے لئے تیار کرایا تھا۔ اس میں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی قبر شریف کی آتش افروزی نقل ہے کہ ہنگام سجادگی جناب حاجی الحجاج شیخ المشائخ محمد علاء الدین جنیدی بن حضرت محمدؒ قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں شب جمعہ کو یکایک

مزار شریف حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو آگ لگی - معلوم نہیں کہ اس میں قدرت کے کیا راز تھے - اور خدا جانے کس وقت یہ آگ لگی تھی - جب لوگ نماز صبح سے فارغ ہو کر فاتحہ خوانی کے لئے گنبد اقدس کے دروازہ پر جو بند تھا پہنچے تو اندر سے دھواں نکلتا ہوا نظر آیا - درگاہ کے خدام نے متحیر ہو کر دروازہ کھولا - اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کی تربت مبارک جو صدہا سال سے عطر و صندل مالی کی وجہ قد آدم برابر ہو چکی تھی پوری پوری جل گئی ہے - جب یہ خبر وحشت اثر منتشر ہوئی تو کیا چھوٹا کیا بڑا سب کے سب آگ بجھانے کے لئے پانی لینے دوڑے اور گھڑوں سے پانی ڈالا گیا آگ میں کمی نہیں ہوتی تھی - آخر دن کے ڈیڑھ بجے آگ بجھی - بہت سی بیش قیمت تحفہ و تبرک چیزیں جو زائروں کی زیارت کے لئے وہاں رکھی تھیں جل گئیں - صرف تعویذ مرقد معلی رہ گیا - اس موقع پر حضرت کی کرامات قابل ذکر ہیں کہ گو اس قدر آگ بھڑک گئی تھی مگر جالی کو جو ساگھا نی ہے اور جو مزار مبارک سے متصل ہے کوئی اثر نہیں پہنچا - جالی پر جو غلاف پارچہ ململ کا تھا اور جس پر صندل کے چھاپے لگے ہوئے تھے اس کو بھی جہاں کہیں آگ لگی وہیں بجھ رہی - علاوہ اس کے جو لوگ اس وقت حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ دور دور تک لووں کی لپٹ محسوس ہوتی تھی - مگر جالی کے متصل اگر کوئی جرأت کر کے چلا جاتا تو گو وہاں آگ تیز تھی مگر حرارت مطلق نہ تھی کیونکہ مرقد مبارک سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی - حضرت محمد علاء الدین جنیدیؒ حضرت مخدوم میر جنیدیؒ کے پوتے تھے - ملک دکن میں آپ اپنے وقت میں بہت مشہور و معروف تھے - آپ کے نام سے شیطان و خبیث بھاگتے تھے - آپ نے حرمین شریفین کی زیارت بھی کی تھی - نہایت

متقی و پرہیزگار تھے۔

حضرت شیخ محمد ملارالدین کی کرامت | ایک روز کا ذکر ہے کہ کسی عورت پر ایک جن وارد تھا اس کو بہت ستاتا تھا۔ اکثر اشخاص نے علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا آخیر میں اس عورت کو آپ کے پاس لائے جب جن نے حضرت کو دیکھا تو اس طرح کہنے لگا کہ بیشک آپ مرشد ہیں اس عورت سے دور ہونے کے لئے کہتے ہیں مضائقہ نہیں۔ میرا مقام فلاں باؤلی میں ہے۔ اس باؤلی تک آپ میرے ساتھ آئیے۔ وہاں میں اس عورت سے اپنے کو الگ کرلونگا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اچھا میں آتا ہوں اس عورت کو چھوڑدے۔ پس حضرت اس کے ہمراہ جانے پر مستعد ہوئے۔ مگر حاضرالوقت لوگوں نے گھبرا کر آپ کو روکا حضرت سب کی تشفی کرکے اس کے ہمراہ اس باؤلی پر پہنچے جن عورت کو چھوڑ کر باؤلی میں کود پڑا اور تھوڑے ہی عرصہ میں پھر واپس آیا۔ اور دو سونے کی انگشتریاں آپ کے نذر کرکے عرض کی کہ میں نے آپ کو یہاں تک آنے کی تکلیف تو دی۔ مگر دل میں پریشان تھا۔ کنویں میں پہنچتے ہی میں نے اپنے سردار سے سب واقعات کہدئے۔ سردار نے کہا کہ جس طرح میں اپنی قوم کا بڑا ہوں اسی طرح وہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ان کی خدمت میں اس قدر بے ادبی جو کی گئی ہے بالکل بیجا ہوا۔ خیر دونوں انگشتریاں لیجا اور حضرت کے نذر کرکے معافی کا خواستگار ہو۔ اور اس عورت سے باز آ۔ پس بموجب حکم حاکم آیا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ میرا قصور معاف فرمایا جائے حضرت نے اس کا قصور معاف کیا اور وہ انگشتریاں اپنے ساتھ لائے۔ انگشتریاں مذکور سجادہ صاحب حال کے پاس ہنوز موجود ہیں۔ جب جن یا شیطان کے اثر سے کوئی بیمار ہوجاتا ہے ان انگشتریوں کے پہنانے سے اس کو کامل صحت

ہو جاتی ہے۔ آپ کے اور بھی بہت سے تصرفات ہیں جو بخیال طوالت
و بار معائنہ قلم انداز کر دیے گئے۔ آپ نے پچاس سال تک سجادہ نشینی
کی اور پچاسی برس کی عمر میں بعارضۂ فالج ۱۹ رجب المرجب ۱۲۹۵ھ
میں بروز جمعہ رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
واضح ہو کہ روضۂ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سجادگی اب تک اسی
خاندان میں جاری ہے۔

تیسرا باب

دیگر بزرگان دین و اولیائے کملین کے بیان میں

(۱) ذکر حضرت شاہ رکن الدین تولا قدس سرہٗ

حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہٗ صاحب حال و جلال اولیائے اکمل میں سے تھے کوئی نہیں جانتا کہ آپ کس تاریخ و سنہ میں گلبرگہ میں تشریف لائے شہر گلبرگہ کی جانب غرب چار میل کے فاصلہ پر پوشیدہ طور پر ٹیلوں میں اقامت فرما تھے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ نے گلبرگہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ کے پاس جاکر آپ سے ملاقات کی۔ اُس وقت سب کو معلوم ہوا کہ آپ وہاں رہتے ہیں اس کے قبل آپ کی سکونت کا کسی کو علم نہ تھا تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے نکل کر گلبرگہ کے قریب پہنچے تو بقول اس کے کہ "ولی را ولی می شناسد" آپ نے اپنی ولایت کے زور سے معلوم فرمالیا کہ قریب میں ایک ولی تشریف فرما ہیں آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے جب آپ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شاہ رکن الدین تولہ چار زانو بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے جسم کا پوست ایک دوسرے سے وصل ہوگیا تھا اور آپ یاد الٰہی میں مستغرق تھے خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس حالت میں ایک گائے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور اپنا دودھ پلا کر واپس ہو جاتی تھی جب حضرت خواجہ بندہ نواز

قدس سرہ العزیز آپ کے قریب پہنچے تو حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہٗ آپ کی تشریف آوری سے آگاہ ہوکر آپ کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے چونکہ سالہائے دراز کی نشست سے اعضا کا پوست باہم وصل ہوچکا تھا اس لئے استادہ ہونے سے جدا ہوکر اس میں سے خون نکلنے لگا حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ سے مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا " سالک کو مجذوب سے کیا کام ہے جب سالک مجذوب کے پاس آتے ہیں تو سوائے ایذا رسانی کے کوئی کام یادالٰہی کا تو انجام نہیں پاتا"۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اس وقت دو جیتل آپ کے پیش کئے۔ شاہ رکن الدین قدس سرہٗ نے اس کو دیکھ کر فرمایا " تولا " اسی وجہ سے آپ کا لقب تولا ہوگیا۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ جس مقام تک میرا گنبد نظر آئے گا وہاں تک کسی ولی کی ولایت ظاہر نہ ہوگی کیفیت شدہ شدہ حضرت شاہ رکن الدین تولا تک پہنچی۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا بیشک خواجہ بندہ نواز کا بیان صحیح ہے لیکن میرے پاس سے حضرت کا گنبد نظر نہیں آئے گا اولیائے کرام کے کیا بھید ہیں نہیں معلوم کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کا گنبد مبارک اطراف دس پندرہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتا ہے مگر حضرت شاہ رکن الدین تولا کے مزار مبارک کے ٹیلوں پر سے بالکل نظر نہیں آتا حالانکہ گنبد خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ بہت اونچا ہے اور حضرت شاہ رکن الدین تولا کا مزار مقدس بھی تین چار میل ہی کے فاصلہ پر ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔

کشف و کرامات | **نقل** ہے کہ ایک روز حضرت شاہ رکن الدین تولا قدس سرہٗ کے آستانہ گاہ سے ایک برہمن کا گزر ہوا اتفاق سے حضرت کا خیال اس کی طرف مائل ہوا اس کو اپنے نزدیک بلایا اور استفسار فرمایا کہ کہاں جاتا ہے برہمن نے عرض کی کہ میں کاشی کو جارہا ہوں جو اہل ہنود کا تیرتھ ہے حضرت نے پوچھا کہ یہاں سے کاشی کتنی دور ہے اس نے کہا کہ تین چار سو کوس سے کم نہیں ہے بڑی محنت اُٹھا کر کہیں دو ماہ کے عرصہ میں لوگ وہاں پہنچتے ہیں جب کہیں وہاں کا درشن میسر آتا ہے حضرت نے فرمایا تو کیوں اس قدر تکلیف دہ وطویل سفر کرتا ہے

اس کی ضرورت ہی کیا ہے آمیں تجھے کاشی میں پہنچا دیتا ہوں یہ فرما کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے دیکھنے کے لئے فرمایا جب برہمن نے پلیٹ کر دیکھا تو علانیہ اس کو کاشی نظر آنے لگی یہ دیکھ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ حضرت کے قدموں کے نزدیک کاشی کو چھوڑ کر اتنی دور کیوں جاؤں ؎

مسجد اعلیٰ ہے قلب اولیا	دیر و کاشی سب ہیں اُس پرسے فدا

غرضکہ تائب ہو کر مسلمان ہوا اور نام اس کا حضرت صاحب رکھا گیا۔

نقل ہے کہ حضرت صاحب مذکور حضرت شاہ رکن الدین تولہؒ کا نہایت معتقد تھا شب و روز آپ کی خدمت گزاری میں مصروف رہتا حضرت بھی اس کو بہت چاہتے تھے ایک دن حضرت سے عرض کی کہ یا حضرت مجھ کو گوشت سے عالم طفولیت سے نفرت ہو چکی ہے اب گو کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر دل پر گوشت کی کراہت ہنوز باقی ہے اس لئے اگر زائرین کو گوشت کھا کر آنے یا گوشت پکا کر لانے کی ممانعت فرما دیجائے تو بہتر ہوگا حضرت نے اس کی یہ استدعا قبول کی اور فرمایا کہ آئندہ سے کوئی شخص پکا ہوا گوشت ہمراہ لیکر یا گوشت کھا کر میری زیارت کے لئے نہ آئے مگر گوشت کھانیکے بعد نہا کر پاک کپڑے پہنکر آئے تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس وقت سے کوئی شخص گوشت کھانے کے بعد نہائے بغیر آپ کی مزار پر فاتحہ کے لئے نہیں جاتا ہے عام طور پر لوگ حضرت کے خدمتگار برہمن کو رانو پیر کہتے ہیں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے کرامات اتبک جاری ہیں مراد مند لوگ پنجشنبہ۔ دوشنبہ اور اماوس کے دن زیارت کے لئے بکثرت جاتے ہیں رانو پیر کی قبر حضرت کے پہلو میں ہے۔

حضرت کا وصال حضرت شاہ رکن الدین تولہ کا وصال ۱۴ شعبان ۸۰۳ھ ہجری میں ہوا اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ آپ کی درگاہ کی خدمت صندل مالی و نگہداشت وغیرہ سجادہ صاحب روضۂ حضرت قطب الاقطاب شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے آپ کا طریقہ قادریہ اور واسطہ خاکساری تھا مرشد آپ کے حضرت خاکسار رحمۃ اللہ علیہ تھے

جو دہلی سے آئے ہوئے بزرگوں میں آپ مشہور ہیں آپ کا مزار مبارک خلد آباد شریف کے نواح میں ہے

(۲) ذکر حضرت قطب العالمین شاہ حسام الدین حسینی
المعروف تیغ برہنہ قدس سرہٗ

آپ دکن کے اولیائے متقدمین سے ہیں آپ کے والد حضرت سید السادات حضرت خوندمیر حسینی دہلوی ہیں جن کے کشف و کرامات دہلی میں مشہور ہیں نسب نامہ آپ کا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے خلافت اپنے والد بزرگوار سے پائی اور ان کے رحلت فرمانے کے بعد عرصہ تک دہلی میں رہ کر افاضت عام جاری رکھی اور خلایق کو راہ خدا سے آگاہ کیا بالآخر رضائے الٰہی سے سیاحت اختیار کی اس سفر میں آپ کے ساتھ صرف آپ کے ہمشیرہ زادے تھے جن کا مزار شریف عقب قلعۂ گلبرگہ فرمان تالاب کے متصل واقع ہے حضرت تیغ برہنہ قدس سرہٗ جا بجا دین اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے بالآخر گلبرگہ تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کی اس وقت راجہ کشن راج کی حکومت کا زمانہ ختم ہو کر راجہ اناگندی کے حکومت کا دورہ تھا چنانکہ گلبرگہ میں بھی ارشاد و تلقین سے لوگوں کو بہرہ مند فرمایا یہ اپنے زمانہ کے قطب تھے مگر بعض کتب میں لکھا ہے کہ آپ کی مجذوب کی سی حالت رہتی تھی دونوں کندھوں پر دو ننگی شمشیریں آپ لئے پھرتے تھے اسی وجہ سے لوگ آپ کو تیغ برہنہ کہنے لگے اور حضرت خواجہ احمد دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اُستاد بھی جیسا کہ ان کے بیان میں قبل ازیں بیان ہو چکی ہے آپ کے اس طرح مشہور ہونے کا باعث ہوئی خواجہ احمد دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے جبکہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ سے اجازت کشف قبور حاصل کی اور حسب عادت ایک روز ایک قبرستان میں گئے جہاں دہن میں پرانے قبریں نظر آئیں آپ نے ان میں سے مزار اشرف حضرت سید شاہ حسام الدین حسینی قدس سرہٗ پر چھڑی لگا کر توجہ کی اور جب دو تین بار توجہ کرنے پر بھی کوئی اثر محسوس نہیں ہوا تو دل میں خیال لیا کہ قدیم بزرگوں اور پرانے مزاروں میں اب کیا دھرا ہے اس خیال کے گزرتے ہی اس روح بیاد

بی برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے برآمد ہوئی اور یہ شعر پڑھا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن	من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

چنانچہ یہ دیکھ کر خواجہ احمد و بیر ڈر گئے اور اُفتاں و خیزاں حضرت بندہ نواز قدس سرہ کے پاس آئے شمشیر بھی آپ کا تعاقب کئے ہوئے پہنچی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے شمشیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس جاؤ بچہ ناتجربہ کار ہے جواب ملا کہ عاشقوں کی تیغ جب نکلتی ہے تو خالی نہیں واپس ہو سکتی حضرت نے یہ سنکر جبہ اپنا ہاتھ لمبا کیا تیغ آستین چاک کر کے واپس ہو گئی چنانچہ آج تک آپ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرات جبہ آستین چاک شدہ پہنا کرتے ہیں۔ ۲۷ ربیع الاول ۸۶۸ ہجری میں حضرت تیغ برہنہ صاحب قدس سرہ کا وصال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات کا مادہ "خلد ولی" ہے آپ کا مزار مبارک گلبرگہ شریف میں قلعہ کے متصل جگت تالاب پر مشہور زیارت گاہ ہے عرس شریف آپ کا ہر سال ۲۷ ربیع الاول کو آپ کے سجادہ صاحب بڑے تکلف سے کرتے ہیں۔

(۳) ذکر اسد الاولیا سید العارفین حضرت شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری قدس سرہ العزیز

آپ حضرت سید خوندمیر علاؤ الدین جوہری دولت آبادی قدس سرہ سے خلافت اور نعمت و اجازت سے مستفیض ہوئے تھے آپ میں اور شیخ عین الدین گنج العلوم قدس سرہما میں بہت محبت و موافقت تھی حضرت اپنے زمانہ کے اولیاء عظام اور مشہور بزرگواروں میں سے ہیں اپنے مرشد کے حکم کے بموجب ۷۳۰ہجری میں گلبرگہ تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار فرمائی اس وقت یہاں ہندو راجہ حکمراں تھا ہنوز بہمنیوں کی سلطنت کا آغاز نہیں ہوا تھا یہاں سوائے بت پرستی کے دین حق سے کوئی واقف نہ تھا آپ نے یہاں آنے کے بعد گمراہوں کی رہبری کی دین و ایمان کی طرف کافروں کے قلوب پھیرے اور کلمہ توحید کی تلقین جاری رکھی پندرہ سال تک

زندہ رہ کر ۷۴۳ ہجری میں بماہ ذیقعدہ بریاں ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون خوارق عادات وکرامات آپ سے بکثرت ظہور میں آئے چنانچہ آپ کی قبر شریف سے شیر برآمد ہونے کا حال قبل ازیں خواجہ احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے بیان میں درج ہوچکا ہے اس وقت سے آپ کو حضرت شیر کلیے رواں صاحب قدس سرہ بھی کہتے ہیں آپ کا مزار شریف بازار آصف گنج میں حنا باد کی جہت میں واقع ہے آپ کے مقبرہ کے نزدیک ایک مسجد اور میٹھے پانی کی ایک باؤلی ہے چونکہ آپ کے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ محمد سراج الدین جنیدی گے کے مرشد ایک ہی ہیں لہذا آپ کا عرس وصندل مالی وغیرہ سجادہ صاحب روضۂ شیخ سے متعلق ہے عرس شریف آپ کا ۲۱ شوال کو ہرسال بڑے تکلیف سے ہوتا ہے زیارت کے دن جوار اور گیہوں کے آٹے کی تھریاں لوگ پکاتے ہیں اور اس میں بکری یا ورگائے کے سرے کا گوشت ڈالتے ہیں اور وہیں درگاہ میں پکا کر کھاتے ہیں درگاہ سے باہر نہیں لیجاتے اور نہ کسی عورت کو وہ کھانے دیتے ہیں یہاں تک کہ لڑکیوں کو بھی نہیں کھلاتے ۔ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ اسوقت سے یہاں جاری ہے جب سے کہ شیر حضرت کی قبر منور سے برآمد ہوا تھا۔

(۴) ذکر شہد السالکین و برہان العارفین شیخ الاسلام والمسلمین شیخ ضیاء الدین قتال نبیرۂ حضرت شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی ملقب بہ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے پیر حضرت سید خواجہ میر علاؤالدین جوہری قدس سرہ کی خدمتگزاری میں رات اور دن رہتے تھے ایک روز کسی درویش نے جوگانجے کی چلم پی رہا تھا اس کو تمباکو کی چلم کہہ کر آپ کے پینے کے لئے دی اس کی بات کا یقین کر کے آپ نے وہ چلم پی پیتے ہی آپ کا سر چکرا گیا اور بیہوشی کی کیفیت محسوس کر کے آپ وہاں سے اپنے مرشد کے دردولت پر جہاں آپ کا قیام گاہ تھا گئے

اور وہاں اپنے بستر پر لیٹ گئے آپ کے بستر کے نزدیک ہی حضرت سید خوندمیر علاؤ الدین جوہری قدس سرہٗ کے نعلین رکھی ہوئے تھے کیف کی حالت میں جو آپ کو استغراق ہوا اُس کی چھینٹیں نعلین مبارک پر بھی گریں جب آپ کے مرشد تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور نعلین پہننا چاہا تو اُس وقت اُس پر تھوکے کی چھینٹیں ملاحظہ فرما کر خفا ہوئے اور زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے کہ کیوں ایسی حرکت کی پیٹ میں تپھر کیوں نہیں ڈال لیتا وہاں سے چلے گئے جب حضرت شیخ ضیاء الدین قتال رح کا کیف جاتا رہا اور اپنے پیر مرشد کی خفگی اور فرمان سے آگاہ ہوئے تو اپنے دل میں سخت پشیمان ہو کر اُسی وقت وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور ملک دکن کی راہ لی اور گلبرگہ میں وارد ہوئے ملک دکن اُن دنوں کفرستان تھا گلبرگہ میں راجہ بھیرن حکومت کرتا تھا دروازۂ شہر کے پاس ایک بہت بڑا بتخانہ تھا اس بت کی پوجا بڑے اہتمام سے ہوتی تھی روزانہ ایک آدمی کو اس کے سامنے گردن مار کر بھینٹ دیا جاتا تھا غرضکہ جب راجہ کو حضرت کے آنے کی خبر ہوئی تو اُسی بتخانہ کے باہر آپ کو مع ہمراہیوں کے ٹھیرایا جب رات ہوئی تو حضرت نے بت خانہ کے دروازہ کے پاس جاکر بت کو اپنے پاس بلایا وہ حاضر ہوا اس سے لکڑی اور ضروری سامان فراہم کرائے اور جب اوس نے سب چیزیں لادیں تو اُس وقت آپ نے روٹی پکا کر کھائی اور بت کو رہائی دی بت مذکور حضرت کے ہاتھ سے رہائی پاکر راجہ بھیرن کے خواب میں گیا کہ ان مسلمانوں نے آکر میری بڑی خرابی کی ہے تو ان کی خبر لے بلکہ مار ڈال۔ راجہ بھیرن نے اس خواب سے بیدار ہو کر سویرے اپنے لوگوں کی معرفت فقرا کو اپنے روبرو طلب کیا جس وقت راجہ کے آدمی فقرا کی طلبی کے لئے روانہ ہوئے اس وقت حضرت نماز صبح سے فارغ ہو چکے تھے اور آپ پر راجہ کا ارادہ منکشف ہو چکا تھا فوراً خود ہی چلنے کی تیاری کی اور اپنے ہمراہیوں کو بھی اس امر سے آگاہ کرکے چلنے کے لئے تیار رکھا اتنے میں راجہ کے لوگ بھی آگئے اور سب کے سب مل کر راجہ کے دربار کی طرف روانہ ہوئے جب راجہ کے دربار میں پہنچے تو راجہ نے شیخ صاحب سے مخاطب ہو کر

کہا کہ کل شب کو تم لوگوں نے ہمارے دیو کو کیوں ستایا اب اس کی سزا بھگتو یہ کہہ کر لوگوں
کی طرف اشارہ کیا ہزارہا لوگ وہاں موجود تھے اشارے کے پاتے ہی انھوں نے پتھر۔
لکڑی۔ تلوار تفنگ سے مار مار کر کل ہمراہی فقرا کو شہید کر دیا صرف حضرت اکیلے زندہ رہگئے
مگر آپ بھی بہت زخمی ہو چکے تھے لیکن روح قالب سے پرواز نہیں کرتی تھی بالآخر لاچار ہوکر
آپ نے کفار کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میرے شکم کو چاک کر کے اس میں پتھر بھر دو تو میں مرجاؤنگا
چنانچہ کفار نے ایسا ہی کیا حضرت کا شکم مبارک چاک کر کے اس میں پتھر بھر دئیے اُس وقت حضرت
کی روح مبارک نے عالم بالا کی طرف پرواز کیا اور آپ شہید ہوے انا للہ وانا الیہ راجعون
مزار شریف آپ کا قلعہ کے اس طرف عیدگاہ کے راستہ میں فرمان تالاب کے حدود میں واقع
ہے آپ کی قبر اشرف کے چبوترہ پر سیدھی جانب مزار مادر بزرگوار اور بائیں طرف حضرت موصوف
کے بھائی کا مزار ہے سنہ شہادت حضرت کا ۲۹ ؁ہجری ہے مزار شریف کا چبوترہ ترمیم طلب
ہو گیا ہے اکثر لوگ زیارت سے مستفیض ہوتے ہیں۔

(۵) ذکر حضرت شیخ سعد زنجانی قدس سرہ العزیز

آپ بھی یہاں کے اولیائے قدیم میں سے ہیں آپ کی تشریف آوری بھی اسی زمانہ
میں ہوئی جبکہ ملک دکن میں ہنوز اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا سب کفرستان تھا ہر جگہ بت پرستی کیجاتی تھی
آپ مرید خلیفہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیا بداؤنی قدس سرہ کے اور پیر بھائی حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود
اودھی چراغ دہلوی قدس سرہ کے ہیں آپ ہمیشہ حضرت چراغ دہلوی قدس سرہ کی صحبت میں رہتے
تھے ولی کامل تھے اپنے پیر کے حسب الحکم آپ کی رحلت فرمانے کے بعد ۷۵۲ ؁ہجری میں دہلی سے
نکل کر گجرات پر سے ہوتے ہوئے دکن میں آئے اور اثنائے راہ کے مقامات میں اشاعت اسلام فرماتے
ہوے ۷۵۹ ؁ہجری میں وارد گلبرگہ ہوے اور یہاں بھی پند و نصیحت جاری رکھی یہاں کے بہت
سے کفار حضرت سے بیعت کر کے مشرف با اسلام ہوے ایک سال کے بعد ۷۶۰ ؁ہجری میں حضرت

شیخ منہاج الدین انصاری قدس سرہ بھی داخل گلبرگہ ہوئے ان دونوں حضرات میں نہایت
میل جول تھا ۷۰۴؁ھ میں حضرت شیخ سعد زنجانیؒ کا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون چنگہ
گلبرگہ کے متصل جانب جنوب آپ کا مزار مبارک ایک چبوترے پر واقع ہے اس چبوترے پر ایک اور
بزرگ کا بھی مزار ہے اس کے مغرب کی طرف ایک کمان پتھر کی بنی ہوئی ہے حضرت زنجانی رح
کو یہاں کے لوگ ساگ پیراں کہتے ہیں اور مزار کے پاس ہری بھاجی اور روٹی پر فاتحہ لاتے
ہیں جس وقت حضرت قطب الاولیا خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ گلبرگہ تشریف فرما ہوئے
تو اپنی زندگی تک ہر جمعرات کو ضرور آپ کی زیارت کے لئے تشریف لیجاتے تھے اور بعد فاتحہ
خوانی واپس ہوتے تھے حضرت کی اولاد قصبہ سیڑم تعلقہ مذکور کے متصل موضع کنتن پلی میں
رہتی ہے یہ موضع سلاطین دکن کی طرف سے بطور جاگیر حضرت کی اولاد کے لئے عطا ہوا۔
اور اب تک انہی کے قبضہ میں ہے اور حضرت کا عرس وہاں بھی بڑے تکلف سے ہوتا ہے

(۶) ذکر حضرت شاہ بہاؤ الدین لنگوٹ بند قدس اللہ سرہ الشریف

آپ بہت بڑے مجذوب تھے آپ کے پاس صرف ایک ہانڈی رہتی تھی آپ کو جب
کبھی رغبت طعام ہوتی تو اُس ہانڈی کو دست مبارک میں لے کر مکانوں اور دکانوں سے
بلا قید اعلیٰ اور ادنیٰ کے جو کچھ ملے مانگ لاتے۔ کوئی جوار دیتا۔ کوئی گیہوں کوئی باجرا۔ کوئی
چاول۔ کوئی کسی قسم کی دال۔ کوئی گوشت یا ترکاری غرض جو کچھ ملتا سب اس ہانڈی
میں ڈالکر اس میں تھوڑا سا پانی ڈالتے اور لکڑیاں چن لا کر اپنے دونوں پیروں کا چولہا
بنا کر اُسپر اس ہانڈی کو رکھتے اور آگ سلگاتے۔ جب سب پک جاتا تو ہانڈی کو اپنے
پیروں پر سے اُتار کر پکا ہوا نوش فرماتے۔ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ
نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد شاہ بازار کو تشریف لیجارہے تھے حضرت بہاؤ الدین لنگوٹ بند

قدس سرہ کی اس حالت کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے آپ نے جواب دیا کہ میں اپنی حالت میں خوش ہوں مجھے مت چھیڑئیے اپنا رستہ لیجئے۔ آپ کا مزارِ مبارک گنبد ۲۵ کلس میں ہے جو کوتوال تالاب کے پاس ہے اور بہت مشہور ہے۔

(۷) ذکر حضرت مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ یہ سات بھائی تھے سب کے سب اپنے وطن سے نکل کر ہندوستان آئے اور وہاں سے دکن میں تشریف لائے ان میں سے چار بھائی گلبرگہ شریف میں رہے ایک بھائی حضرت حافظ سعزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قلعۂ اودگیر ضلع بیدر میں رہ کر رحلت فرمائی حضرت موصوف بڑے صاحب کرامات تھے دوسرے بھائی مولانا موج رحمۃ اللہ علیہ تعلقہ کوہیر ضلع بیدر میں اقامت فرما تھے وہیں آپ کا وصال واقع ہوا آپ بھی صاحب ولایات وکشف وکرامات تھے ماہ جمادی الاول میں آپ کا عرس شریف کوہیر میں بڑے تکلف سے ہوتا ہے ایک اور بھائی دکن کو نہیں آئے کسی اور طرف چلے گئے چوتھے بھائی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا گنبد حضرت ضیاء الدین قتال شہید قدس سرہ کے چبوترے کے پاس جن کا ذکر پہلے ہو چکا عیدگاہ کے راستہ میں قابل زیارت ہے گنبد بہت مستحکم ہے گنبد میں پتھر کے چار مینار نصب ہیں مزار مبارک کے کناروں پر آیات قرآن شریف ابھرائے ہوئے ہیں اکثر لوگ گلبرگہ شریف کے کند ذہن بچوں کو وہاں لیجاتے ہیں اور حضرت کی روح پاک کو فاتحہ کا ثواب بخشنے کے بعد ان آیات پر گھی، شکر لگا کر بچوں کو چٹاتے ہیں۔ احاطۂ زمین مبارک کو اگھڑ باؤلی کہتے ہیں ان دنوں بیرونی پتھر گنبد مبارک کے گر رہے ہیں۔ بہ تصدیق اس کے کہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(۸) ذکر مولانا قدر رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ صاحب ولایت۔ علوم ظاہرو باطن میں یکتا تھے حضرت علاؤ الدین السندی معروف بہ لاڈلے شایخ انصاری قدس سرہ کے آپ اوستاد تھے کہتے ہیں کہ حضرت لاڈلے شایخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ارادتمندان عقیدت گزیں کسی وجہ سے الندتک آکر زیارت سے مشرف نہ ہو سکیں تو نذر و نیاز آپ کے اُستاد مولانا قدر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچاویں۔ چنانچہ صدہا عقیدتمند افکارات دینوی کی وجہ سے جو الند تک جا نہیں سکتے ہیں وہ سب حضرت مولانا قدس سرہ کی درگاہ میں جاکر نیاز گزران دیتے ہیں اور فاتحہ خیر مولانا قدر اور حضرت لاڈلے شایخ انصاری قدس سرہما کے نام پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں گنبد شریف آپ کا گلبرگہ سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب شمال موضع سلطان پور کے دروازہ کے باہر واقع ہے عرس شریف آپ کا جمادی الآخر کے مہینے میں اخیر جمعہ کو ہوتا ہے۔

(۹) ذکر مولانا اختیار الدین صاحب قدس سرہٗ

آپ بھی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں ولی کامل تھے محلہ شاہ بازار کے پیچھے چوکھنڈی کے قصاب جو ہیں ان مکانوں کے متصل آپ کا مزار شریف واقع ہے کچھ بنجر زمین شاہان سلف نے عطا کر دی ہے آپ کے خادم آپ کی درگاہ کے متصل شاہ بازار کے پیچھے رہتے ہیں عرس اور چراغاں ہر سال ماہ جمادی الثانی میں ہوتے ہیں۔ خادموں کا مکان غالباً حضرت کے زمانہ کا بنا یا ہوا ہوگا بلند اور مستحکم ہے گلبرگہ کے لوگ حضرت کے خادموں کو ہوڑی والے کہتے ہیں۔

(۱۰) ذکر مولانا کمال گریاں صاحب قدس سرہٗ

آپ چشتیہ خانوادے سے تھے ہمیشہ گریہ وزاری کرتے رہتے تھے لہٰذا آپ کمال گریاں صاحب مشہور ہوگئے۔ چوکھنڈی آپ کے مزار مبارک کی سلطان پور کے متصل ہے احاطہ اور خانقاہ ترمیم طلب ہے عرس میں سجادہ صاحب روضۂ بزرگ کی جانب سے خدمت ہوتی ہے خادمی اور صوفیان حضرت کے عرس میں اکثر حسب خاندان چشتیہ مجلس سماع قایم کرتے ہیں۔

(۱۱) ذکر بی بی کمالہ خونجہ سلطانہ قدس سرہٗ

آپ سلطان محمود بہمنی کی دختر ہیں آپ کے خاوند کا اسم مبارک حضرت شمس العشاق عرف میراں حسینی قدس سرہ تھا آپ دکن کے مشہور ومعروف مشائخین میں سے تھے موضع سدلگہ تعلقۂ ہوکری میں آپ کا مزار شریف جس پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے بی بی موصوفہ نہایت صالحہ وعابدہ تھیں کشف وکرامات جاری تھے آپ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی مریدہ تھیں آپ نے گلبرگہ ہی میں رحلت کی۔ آپ کی قبر اشریف پر ایک بڑا گنبد بنا ہوا ہے یہ گنبد کمپنور کے راستہ میں لب سڑک واقع ہے آپ کا چلہ بھی مرتضیٰ آباد مرج کے نزدیک موضع جنگل میں ہے وہاں بھی عرس آپ کا بڑے تکلف سے ہوتا ہے حال میں بھی ایک کرامت آپ کی ظاہر ہوئی جس کا ذکر قابل سماعت ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی اہل کار سرکاری گھوڑے پر سوار ہوکر آپ کی زیارت کے لئے گئے گنبد مبارک کے قریب پہنچکر گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کو درخت سے باندھ کر آپ فاتحہ کے لئے گنبد میں گئے اس وقت ابر محیط تھا یکایک بجلی کوندی۔ گھوڑا گھبرا کر درخت سے رسی تڑا کر بھاگا خادم درگاہ نے اسی وقت اہلکار صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع دی

مگر انھوں نے اس کو یہی جواب دیا کہ سوار آیا تھا اگر حضرت بی بی صاحبہ کی یہی مرضی ہے تو پیدل جاؤں گا اس اثناء میں بارش خوب ہونے لگی اس لئے دریافت نہ ہو سکا کہ گھوڑا کدھر بھاگ گیا دو ایک گھنٹہ کے بعد جب بارش تھمی تو وہ گنبد سے فاتحہ خوانی کے بعد باہر آئے دیکھتے کیا ہیں کہ اسی درخت کے نیچے کوئی شخص اس گھوڑے کو پکڑے ہوئے کھڑا ہے جب آپ جا کر گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو اوس نے گھوڑا چھوڑ کر پوچھا کہ کیا یہ آپ کا گھوڑا ہے میرا گھوڑا بھی ایسا ہی تھا تین روز ہوئے گم ہو گیا ہے پس یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

بی بی موصوفہ کے بطن مبارک سے ایک مرد صالح کشف و کرامات میں یکتا پیدا ہوا آپ کا نام حضرت شمس الدین عرف خواجہ شمنا میراں ؒ تھا آپ بھی اولیائے دکن میں سے ہیں مرید اور خلیفہ حضرت زین الحق والدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں کفاروں سے بہت جنگ کی ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو مسلمان کیا ہمہ قسم کا سحر و افسوں اور سانپ بچھو وغیرہ کا زہر آپ کے نام کی برکت سے رفع ہوتا ہے حضرت موصوف کی وفات روز پنجشنبہ ۱۲ ماہ رجب سنہ ۷۹۲ ہجری میں ہوئی حضرت کی تربت بدر مرتضیٰ آباد مرج میں ایک بہت بڑا گنبد بنا ہوا ہے گنگنا دھوبی جو بہت بڑا مشہور ہے وہ آپ ہی کے ارادتمندوں میں تھا۔

(۱۴) ذکر حضرت گنج ریحان صاحب قدس سرہٗ

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ پھولوں سے بھری ہوئی سات چنگیریں لے کر بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کرتے ہوئے حضرت گنج ریحاں قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر پہنچے جس وقت آپ کے مزار کے قریب آئے تو پھول باقی نہیں رہے تھے حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کسی قدر تامل کیا اتنے میں آپ نے دیکھا کہ ساتوں چنگیریاں پھر پھولوں سے پر ہو گئی ہیں اس کرامت کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے آپ کو گنج ریحان کا خطاب دیا اُس وقت سے آپ اس نام سے مشہور ہیں آپ کا مزار شریف چبوترے پر واقع ہے یہ چبوترا

رنگین مسجد کے قریب ہے۔

(۱۳) ذکر حضرت پیر بنگڑی صاحب قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی معلوم نہ ہو سکا آپ سدا سہاگ کے فقیر اور صاحب کشف و کرامات تھے ایک سال گلبرگہ میں بارش نہیں ہوئی لوگ پانی کے لئے ترس رہے تھے آخرش سبھوں نے آپ کے پاس جا کر عرض حال کی آپ نے خدا سے دعا کی اور فوراً ابر آ کر موسلا دھار بارش ہوئی چنانچہ اب بھی جب کبھی امساکِ باراں ہوتا ہے تو گلبرگہ کے لوگ مزار مبارک کے پاس جا کر وہاں جوار۔ گیہوں اور چنے وغیرہ کی گھنگنیاں پکا کر بچوں کی ٹوپیوں میں بھرتے ہیں اور بچے وہ کھاتے جاتے اور بم بچ مچاتے ہیں لوگوں کا بیان ہے کہ اس عمل کے بعد قدرت خدا سے ضرور باران رحمت نازل ہوتا ہے آپ کا مزار مبارک گلبرگہ کے بھس بازار میں قلعہ کی سڑک پر واقع ہے۔

(۱۴) ذکر حضرت سید صدر الدین المعروف بہ چمن شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ بزرگوں کی زیارتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے اثناء راہ میں حضرت چمن شاہ ولی کو آپ نے دیکھا کہ وہ بالکل برہنہ بیٹھے ہوئے تھے البتہ جسم میں صرف ایک لنگوٹ بندھا ہوا تھا دو حسین اور نوجوان لڑکیاں بیٹھی ہوئیں آپ کے ہاتھ پیر داب رہی تھیں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کے دل میں انکی اس حالت کو دیکھ خطرہ گذرا حضرت چمن شاہ صاحب فوراً اس کو سمجھ گئے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے جانے کے بعد آپ نے اس انگیٹھی میں جو آپ کے مقابل رکھی ہوئی تھی اور جس میں دہکتی ہوئی آگ تھی اس پر ایک کٹورا رکھا اور اس میں مسکہ کا ایک

گولہ بنا کر رکھ چھوڑا اور اسی طور پر اس انگیٹھی کو حضرت کے پاس اپنے ایک خادم کے ہاتھ بھیج دیا اور اپنا سلام کہلا بھیجا۔ خادم نے کو جب انگیٹھی کو حضرت کے روبرو لایا تو حضرت نے سکہ کو اُس دہکتی ہوئی آگ میں بالکل پگھلا ہوا نہ پایا جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ اولیاء اللہ کے دل مثل اُس سکہ کے ہیں جو آگ پر رکھنے سے بھی نہیں پگھلتا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت گنج ریحان صاحب قبلہؒ کے مزار مبارک سے کوئی چالیس قدم کے فاصلہ پر ڈونگہ کے جھاڑ کے پاس ہے۔

گلبرگہ شریف میں اور بہت سے اولیائے کرام ہیں لیکن حادثات زمانہ سے اُن کے کوئی ملفوظ یا تاریخی حالات کہیں محفوظ نہیں ہیں اور نہ تلاش سے مل سکے اس لئے جس قدر حالات معلوم ہو سکے قلمبند کر دئے گئے ہیں اگر آئندہ کوئی تفصیلی حالات مل جائیں گے تو طبع ثانی میں ضرور ہدیۂ ناظرین ہوں گے۔

تیسرا حصہ

تاریخی حالات سلاطین بہمنیہ

ذکر سلطنت سلطان علاؤالدین حسن گانگوے بہمنی

سلطنت بہمنیہ کا بانی اور مسلمانوں کی سلطنت کا سب سے پہلے گلبرگہ میں قایم کرنیوالا شخص علاؤالدین حسن گانگوئے بہمنی ہے اس کے ابتدائی حالات مختلف ہیں اکثر مطبوعہ تواریخ میں لکھا ہے کہ شہزادہ محمد تغلق کا مقرب ایک منجم گانگوے برہمن تھا جس کا نوکر حسن تھا۔ جو نہایت فلاکت سے گزران کرتا تھا ایک دن اپنے افلاس کا اظہار گانگوئے پر کیا اس نے حسن کی مصیبتوں پر ترس کھاکر دو راس بیل اور دو نفر مزدور اور کچھ افتادہ زمین دہلی کے رقبہ کی اس کے حوالہ کی کہ اس میں زراعت کرکے وہ اپنی اوقات فراغت سے بسر کرے حسن زراعت کے لئے زمین ہموار اور درست کرنے میں مصروف ہوا اتفاق سے حسن کو ہل جوتنے کے وقت اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک دیگ کا دفینہ ہاتھ لگا اس کو وہ گانگوئی کے پاس لے گیا اور حقیقت حال بھی عرض کی گانگوئے کو اس کا یہ کھرا پن نہایت پسند آیا اسی وقت سارا حال حسن کا شہزادہ کو جا سنایا اور شہزادہ نے اپنے باپ سلطان غیاث الدین سے عرض کی بادشاہ بھی حسن کی دیانت داری سے خوش ہوا اور امیران صدہ کے سلسلہ میں اسکو منتظم کیا۔ ایک دن گانگوئی نے حسن کا زائچہ دیکھ کر کہا کہ تو مرتبہ شاہی کو پہنچیگا مجھ سے یہ اقرار کر کہ جب تجھے بادشاہی ملے تو تو میرے نام کو اپنے نام کا ایک جزو بنا دے تاکہ تیرے نام کی برکت سے

میرا نام بھی بقائے دوام حاصل کرے۔ حسن نے قبول کیا اور آگے چل کر بھی ویسا ہی کیا۔
یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی دعوت میں شہزادہ محمد تغلق آیا تھا جب دسترخوان بڑھا اور شہزادہ چلا گیا تو حسن خانقاہ کے دروازہ پر آیا حضرت ممدوح نے فرمایا "سلطانے رفت و سلطانے آمد" اور حسن کو ایک خادم بھیجکر بلایا اور اس کے حال پر بہت التفات کیا اور خاص اپنے حصہ کی روٹی جو رکھی ہوئی تھی حسن کو کھلائی اور فرمایا کہ چتر شاہی دکن میں انشاء اللہ تعالیٰ تجھے نصیب ہوگا جب ہی سے حسن کو دکن جانے کا اضطراب تھا اور جب محمد تغلق دکن میں گیا تو حسن نے قتلغ خان حاکم دولت آباد کی رفاقت اختیار کی اور وہ یہیں دکن میں رہ گیا اور امیران صدہ سے اس کا یہاں گاڑھا اخلاص ہوگیا جب محمد تغلق نے امرائے صدہ کو گجرات میں بلایا اور انھوں نے آنے میں تاخیر کی۔ طرہ براں باغیان گجرات کو پناہ دی تو بادشاہ نے ان کے قتل کا حکم دیا جب یہ کیفیت امیران صدہ کو ملی تو انھوں نے ایک انجمن قایم کی اور مشورہ کیا کہ بادشاہ نے ہم کو قصوروار ٹھیرایا ہے اگر ہم اس کے سامنے جائیں گے تو وہ کچھ خاطی اور بے خطا میں تمیز نہیں کرے گا ہمارے قتل کا حکم دے گا پس اس طرح بے بس قتل ہونا اور بے فائدہ جانوں کو تلف کرنا نہ چاہئے یہ ٹھان کر وہ دولت آباد چلے گئے یہاں کی رعایا میں بادشاہ کے ظلم سے تراہ تراہ مچی ہوئی تھی اور وہ امیران صدہ کے ساتھ مل کر ایسا فتنہ عظیم کھڑا کیا کہ جس کا دفعیہ بادشاہ کے امکان سے باہر ہوگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تین مہینے کے عرصہ میں ملک دکن جو سالہا سال میں فتح ہوا تھا سلطان محمد تغلق کے قبضۂ اقتدار سے نکل گیا اور امیران صدہ نے اتفاق کرکے اپنے ہی میں سے اسمٰعیل مخ افغان کو بادشاہ بنایا جس نے اپنا لقب ناصر الدین کیا اور حسن کو خطاب ظفر خانی کا ملا۔ رائے باغ۔ مکرمچ مرج وکلہر یہ مقامات اس کو جاگیر ملے گلبرگہ کا حکمران ہیرن رائے محمد تغلق بادشاہ کے ہواخواہوں میں سے تھا اس کو قتل کرکے حسن مسلط ہوا اسپر سے ناصر الدین اور محمد تغلق میں جنگ

ہوئی جس میں ناصرالدین کو شکست ہوئی اور ناصرالدین ہشورہ کے ساتھ حصار دولت آباد کی طرف چلا گیا اور حسن بارہ ہزار سوار سے قلعۂ گلبرگہ میں جا کر عساکر سلطانی کے اندفاع کی کوشش کرتا رہا شہنشاہ دہلی نے عمادالملک کو حسن کے مقابلہ پر بھیجا اور ان دونوں میں قلعۂ احمد آباد بیدر کے قریب ایک جنگ عظیم واقع ہوئی مملکت تلنگ کے راجہ نے حسن کو مدد دی عمادالملک اس جنگ میں کام آیا اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اس فتح کے بعد حسن دولت آباد گیا سلطان تغلق کی طرف سے جو امرا دولت آباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ حسن کے خوف سے دہلی اور گجرات کی طرف بھاگ نکلے اور حسن داخل دولت آباد ہوا لوگوں کو حسن کی طرف زیادہ رجوع پا کر ناصرالدین نے امرا کو جمع کیا اور ان سے اپنے بڑھاپے کا عذر کر کے بار سلطنت سے سبکدوشی چاہی اور اپنی جگہ پر کسی کا انتخاب کر لینے کی بھی انھیں کو اجازت دیدی سب امیروں نے ایک زبان ہو کر ناصرالدین سے ہی انتخاب کے لئے عرض کی اور ناصرالدین نے حسن کو تاج و تخت کے لایق بتایا اور یہ رائے خاص و عام کو پسند آئی اور حسن ۷۴۸ھ ہجری میں تخت نشین ہوا تاج شاہی زیب فرق کیا اور چتر سیاہ کہ جس پر خلفائے عباسیہ کا معرکہ تھا تیمناً و تبرکاً لوازمۂ شاہی میں داخل کیا گیا۔ اسی چتر سیاہ کی وجہ سے لوگ اس کو شیعہ خیال کرتے ہیں اور مملکت دکن میں اس کا خطبہ اور سکہ مروج ہوا اور علاؤالدین حسن کانگوئے بہمنی خطاب کیا باوجود قلت آب اور گندگی و غلاظت کے گلبرگہ کو اپنے لئے مبارک و مظفر مقام سمجھتا تھا اسی لئے اس کو دارالسلطنت بنایا اور اس کا نام حسن آباد رکھا۔ **مثنوی**

ہمیں شہر گلبرگہ شد تخت گاہ	عمارت برآورد بر اوج ماہ
بنام حسن شہر شد چوں تمام	نہادند زاں حسن آباد نام

اپنے ملک کا دفتر محاسبہ کانگوے برہمن کے تفویض کیا جو شہنشاہ ہند کی ملازمت ترک کر کے اس کے پاس آ گیا تھا مشہور ہے کہ پنڈت کانگوئی یہ پہلا برہمن ہوا جس نے مسلمانوں کی نوکری کی اور ۱۰۱۶ھ ہجری تک دکن میں یہ قاعدہ بندھا رہا کہ بادشاہان دکن کی دفترداری

اور ولایات کی محرری برہمنوں کو ملتی رہی۔

علاؤ الدین حسن نے اپنے حسن تدبیر و زور شمشیر سے کل ملک دکن جو بادشاہ محمد تغلق کے عہد میں اس کے امراء کے تصرف میں تھا فتح کر لیا بعدہٗ ایک مہم کرناٹک کی طرف بھیجی جو وہ بھی بعد فتح و کامیابی واپس ہوئی اہل گجرات نے بادشاہ کے ظلم و ستم سے دق ہو کر سلطان علاؤ الدین کو طلب کیا اس نے خود جانا مناسب نہ جان کر اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو پہلے گجرات روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ پیچھے روانہ ہوا جب یہ شہزادہ قصبہ نوساری میں آیا تو شکار کے لئے جانور بہت دیکھے باپ کو یہیں بلا لیا وہ یہاں آ کر چند روز بعد ہیضہ میں مبتلا ہو گیا اور اسی کے سلسلہ میں مختلف عوارض سے چھ مہینے تک بیمار رہنے کے بعد پانچویں ربیع الاول ۷۵۹ھ ہجری میں گیارہ سال دو ماہ سات روز سلطنت کر کے ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی ؎

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید		ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

اس کے انتقال کے وقت اس کی سلطنت میں سارا مہاراشٹرا اور تلنگانہ و کرناٹک کے بھی کچھ حصے شامل تھے اس کے حدود ملک پر ہندو راجہ حکومت کرتے تھے جن میں سے مشرق میں راجہ تلنگانہ اور جنوب میں راجۂ وجیانگر فرمانروائے ملک کرناٹک اس جدید سلطنت کے خونخوار دشمن تھے۔

بہمن نامۂ دکن و سراج التاریخ میں سلطان حسن کو بہمن دارائے ایران کی نسل میں بتایا ہے اور یہی وجہ تسمیہ بہمنی ہونے کی بیان کی ہے تاریخ فرشتہ میں اس کو ایک برہمن کا نوکر لکھا ہے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاؒ کی پیشین گوئی کے مطابق اس کا دکن میں آ کر بادشاہ ہونا ظاہر کیا ہے مگر تذکرۃ الملوک و سیر محمدی میں لکھا ہے کہ حسن خاندانی شخص تھا (جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے باب میں مفصل مذکور ہے) وہ بہ حالت تباہ اپنے والدہ و ہمشیر کے ہمراہ موضع کوڑچی میں آ کر حضرت مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی

قدس سرہ کا مرید ہوا اور ان کی خادمی کرتا تھا آپ کی دعا سے اس کو دکن کی بادشاہی ملی اور گانگوئی اسی موضع کو ڑچی کا پٹواری اور جوتشی تھا جس نے اپنی جوتش کے ذریعہ سے دریافت کر کے کہ حسن کو ایک دن بادشاہت ضرور ملے گی اُس کے نام کے ساتھ اپنا نام شریک کرنے اور اپنے بعد اپنی نسل کو ملک کا دفتر محاسبہ تفویض کرنے کی حسن سے درخواست کی تھی جس کو حسن نے پذیرا کیا اور بعدہٗ اسی طرح عمل کیا۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

سلطان محمد شاہ غازی بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گنگوئی

سلطان علاء الدین حسن گانگوئی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمد بہمنی تخت نشین ہوا اس نے اپنی سلطنت کو چار طرفوں یعنی حصوں میں تقسیم کیا۔ گلبرگہ۔ دولت آباد۔ تلنگانہ۔ برار اور ہر حصہ پر ایک ایک طرفدار بعطائے خطاب مقرر کیا۔ اس بادشاہ نے اپنے عہد میں سونے کے سکے چلائے جن کے ایک رُخ پر کلمہ طیب کے ساتھ چار یاروں کے اسمائے پاک کا ٹھپہ اور دوسرے رُخ پر بادشاہ کا نام و سنہ جلوس مسکوک تھا یہ اپنے باپ کے نقرئی تخت پر جلوس کرتا تھا مگر ایک آبنوسی طلا کار تخت شاہ دہلی کے لئے بنایا ہوا جو تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا۔ رائے تلنگ نے محمد شاہ کو دیدیا جو بعدہٗ تخت فیروزہ کے نام سے دکن میں مشہور ہوا اور تقریباً سو برس تک بہمنیہ خاندان میں رہا اور نقرئی تخت سلطان فیروز شاہ کے عہد میں مدینۂ منورہ بھجوایا گیا۔ وہاں اس کو توڑ کر سادات پر تقسیم کر دیا گیا۔

ملکۂ جہاں والدۂ سلطان محمد شاہ بہمنی نے جب حج بیت اللہ کا قصد کیا تو بادشاہ نے چاہا کہ باپ کا جمع کیا ہوا خزانہ ملکۂ جہاں کے ہمراہ بھیجے تاکہ ترویح روح پدر کے لئے وہاں فقرا اور مساکین پر خیرات کر دیا جائے لیکن امراء وغیرہ نے عرض کی کہ شہنشاہ دہلی فیروز شاہ باربک اس ملک کو لینے کی فکر میں ہے اخراجات فوج و حفظ مملکت کے لئے بادشاہ کو

خزانہ رکھنا چاہیئے پس ضرورت کے مطابق ملکہ جہاں کو خرچ دیا جاوے اور باقی پھر خزانہ میں
داخل کیا جاوے بادشاہ کو یہ بات پسند آئی کہ خدا کی راہ میں دینے کی نیت سے نکالا ہوا
پیسہ پھر داخل خزانہ ہو اس نے امراے کہا کہ میرے باپ کو بے گنج و حشم یوں ہی خدا نے ایسی بڑی
سلطنت عطا کی اگر وہ چاہیگا تو میرے بھی خزانہ کی نگہبانی کرے گا آخر ملکہ کو ان خزانوں کے ساتھ
روانہ کیا اور جب وہ واپس آئیں تو اس مسرت و انبساط کے اظہار میں اس نے ایک بھاری
جشن منایا جو لوگ اس زرخطیر کے بھیجنے سے ناراض تھے انھوں نے رائے وجیا نگر و رائے تلنگ
سے سازش کرکے بادشاہ کیساتھ مخالفت کرنے کی انکیں ترغیب دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رائے
وجیا نگر نے محمد شاہ کے پاس آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ قلعۂ رائچور و مدگل و دیگر علاقجات
دریائے کرشنا تک و بیجانگر کے راجاؤں کے ماتحت رہے ہیں وہ ان کو واپس دیدے جائیں
تاکہ دوستی قایم رہے اسی طرح سے رائے تلنگ نے اپنے ایلچی بادشاہ کے پاس بدیں مطالبہ
روانہ کئے کہ میرا بیٹا و نایک راؤ (ناک دیو) قلعۂ کولاس (جس کو رائے تلنگ نے پیشکش
میں سلطان علاؤالدین کو دیا تھا) واپس لینا چاہتا ہے مصلحت وقت یہی ہے کہ قلعۂ
مذکور دیدیا جاوے تاکہ اتحاد باقی رہے محمد شاہ نے ایسے نازک موقع پر دانائی سے کام لیا
ان ایلچیوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور ڈیڑھ سال تک ان کو کوئی جواب صاف نہیں دیا
لیت و لعل میں رکھا اور اس اثناء میں جن امیروں کی نسبت اس کو گمان تھا کہ انھوں نے
مخالفت کی ہے ان کو خدمت سے علٰحدہ کرکے ان کی جگہ اپنے بھروسہ کے آدمی مقرر کئے
جب سب طرح سے اس نے اپنے کیل کانٹے مضبوط کر لئے تو ایک دن دربار عام میں بحالت
غیظ و غضب ایلچیوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اطراف کے رایوں نے پیشکش نہیں گزرانی ہے
جلد ارسال کریں کیونکہ خزانہ عامرہ کے نقود مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں صرف ہوگئے ہیں روپیہ
کی سخت ضرورت ہے جب ایلچیوں نے سلطان محمد شاہ کا پیام اپنے رایوں کو لکھ بھیجا تو
رائے تلنگ نے اپنے بڑے بڑے سپہ سالار ناگ دیو اور تاتاک رام کو ورنگل سے انبوہ سپاہ کے ساتھ

بمقام کولاس بھیجا اس کی مدد کے لئے رائے ویجانگر نے بیس ہزار سوار اور پیدل بھیجے بادشاہ نے مقابلہ کے لئے بہادر خاں ولد اسمٰعیل مخ کو مع فوج روانہ کیا طرفین میں گھن گرج لڑائی ہوئی آخر بہادر خان کو فتح ملی اور وہ ورنگل تک تعاقب کرکے رائے ورنگل سے بہت سے تحائف لے کر گلبرگہ واپس ہوا۔

۷۶۳ ہجری میں ایک دن کا ذکر ہے کہ سلطان محمد شاہ وضو کر رہا تھا سوداگر گھوڑے لائے اور بادشاہ سے عرض کی کہ خاصے کے گھوڑے ناگ دیو نے چھین لئے حالانکہ اس سے بیان کیا گیا کہ گھوڑے جہاں پناہ (یعنی محمد شاہ) کے لئے لائے ہیں۔ بادشاہ ناگ دیو کی حرکتوں سے پہلے ہی کڑھا ہوا تھا اب اس کو اور زیادہ پیچ و تاب ہوا اور تابڑ توڑ ایک ہزار سوار سے ورنگل جا پہنچا چونکہ قلعہ محفوظ نہ تھا یہ فوراً قلعہ میں داخل ہو گیا ناگ دیو جس کو بادشاہ کے آنے کی کچھ خبر نہ تھی باغ میں عیش و عشرت میں مشغول تھا کچھ نہ بن پڑا بھاگنا چاہا مگر گرفتار ہو گیا اور محمد شاہ کے حضور میں گفتار ناہموار کی جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسکی زبان اس کی گدسی کی طرف سے نکلوا کر مروا ڈالا اور پندرہ روز تک جشن فیروزی منا کر گلبرگہ کی جانب مراجعت کی جب اہل تلنگ کو خبر ہوئی تو انھوں نے ہجوم کرکے بادشاہ کا تعاقب کیا اس نے بعض بعض مقامات پر شکست دیکر فتح حاصل کی ان لڑائیوں میں ایک وقت سلطان محمد کے بازو پر ایک گولی لگی مگر کارگر نہ ہوئی۔

۷۶۴ ہجری میں رائے تلنگ نے متواتر شکستوں اور فرزند کے مارے جانے سے نہایت دلگیر ہو کر دہلی کے بادشاہ ملک فیروز باربک کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ میں طاعت و تابعداری کے لئے حاضر ہوں اگر مالوہ و گجرات کے نائبین سلطنت کے نام فرامین صادر ہوں کہ وہ ملک دکن پر یورش کریں تو میں بھی رائے ویجانگر کو اپنے ساتھ متفق کرکے انکا شریک رہوں گا اور جانبازی و اوائی خدمات دست بستہ میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک کو مخالفوں سے چھین کر تحف و پیش کش کے ساتھ باریاب

حضور معلی ہو سکوں گا اس عریضہ کے پہنچتے ہی محمد شاہ کے جاسوسوں نے دہلی سے تحریریں بھیجکر محمد شاہ کو اس امر سے آگاہ کردیا چونکہ دکن پر فوج کشی شاہان دہلی کے لئے نامساعد تصویکیجاتی تھی اس لئے فیروز شاہ نے کچھ التفات نہیں کیا مگر محمد شاہ نے مملکت تلنگ کے تسخیر کے ارادہ سے لشکر فراہم کیا اور کولاس تک پہنچ گیا اس اثنا میں رائے دیجانگر مرگیا اس کا بھتیجا کشن راؤ جانشین ہوا رائے تلنگ نے اس کی کمک سے مایوس ہوکر سلطان محمدؒ سے منت وسماجت کرکے چند شرائط پر صلح کرلی اور گولکنڈہ مع مضافات کے تاوان جنگ میں دیدیا۔ بادشاہ نے اس فتح کے بعد چالیس روز تک جشن کیا اور اپنے بیٹے مجاہد شاہ کو بہادر خان ولد اسمٰعیل مخ کی بیٹی سے بیاہ دیا اس بزم نشاط میں تین سو قوال دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ ایک روز بادشاہ کو ان کا گانا بہت پسند آیا ذوق اشعار اور شراب کی ترنگ میں محمد شاہ کو یہ سوجھی کر دیجانگر کے حاکم کے نام ایک فرمان بھیجا کہ ان تین سو قوالوں کو وظیفہ وہ اپنے خزانہ سے دیا کرے دیجانگر کا راجہ کشن راؤ نہایت مغرور وشجاع تھا بادشاہ کے اس حکم سے وہ نہایت برافروختہ ہوا اور سلطانی قاصد کی دیجانگر کے تمام محلوں میں تشہیر کرکے اس کو ملک سے نکلوادیا اور ایک جرار لشکر فراہم کرکے حد لنگ بہنیہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور دریائے تنگبھدرا پار ہوکر قلعہ مدگل پر قابض ہوگیا قلعہ میں آٹھ سو مسلمان تھے ان کے مع زن وفرزند تہ تیغ کیا صرف ایک مسلمان جو اتفاق سے بچ رہا اس نے بادشاہ تک یہ خبر پہنچائی پھر تو محمد شاہ آگ بگولا ہوگیا اور بدلا لینے کا مصمم ارادہ کیا اور قسم کھائی کہ آٹھ سو مسلمان کے بدلے جب تک ایک لاکھ ہندو قتل نکروں شمشیر جہاد کو نیام میں نہیں رکھوں گا غرضکہ ۷۶۶ہجری میں نو ہزار کا لشکر لے کر دریائے کرشنا عبور کیا اور کرشن رائے کے لشکر پر حملہ آور ہوکر کشت وخون کا بازار گرم کردیا رائے کا لشکر تاب مقاومت نہ لاکر فرار ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں اہل ہنود کے زن ومرد جوان وبوڑھے بچے وغیرہ ملاکر کل ستر ہزار کے قریب قتل ہوئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت بہت ملا سلطان پھر چند ماہ کے وقفہ کے بعد ٹڈی دل لشکر لے کر نواح دیجانگر میں

داخل ہوا کشن رائے نے بھوج رائے مل کو اپنا سپہ سالار فوج مقرر کر کے بادشاہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ۱۴ ذیقعدہ کو صبح سے سہ پہر تک گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر بھوج رائے جس نے بادشاہ کو زندہ گرفتار کر لینے کا بیڑا اٹھایا تھا گھائل ہو کر بھاگ گیا ہندوؤں کو شکست ملی مسلمانوں نے قتل و خونریزی تین مہینوں تک مسلسل ایسی مچا رکھی کہ عورتوں اور شیر خوار بچوں کو بھی نہ چھوڑا آخر کشن رائے بھاگ کر خاص و یجانگر میں آ گیا اس شہر کے تین طرف شاہ فصیل تھی جس میں بڑے بڑے ڈال کے لوہا لاٹ پتھر پیچے ہوئے تھے اور چوتھی طرف دریائے تنگبھدرا ٹھاٹھ مار رہا تھا اور یہ شہر دائرہ نما واقع تھا جس کے اطراف سات فصیلچیاں تھیں ایسے شہر کا فتح کرنا آسان کام نہیں تھا بادشاہ نے ایک مہینہ تک اس کا محاصرہ کیا اور اس میں داخل ہونے کی بہت ساری کوشش کی مگر ناکامیاب رہا بالآخر خود کو بیمار ظاہر کر کے لشکر کو واپسی کا حکم دیا جب لشکر سلطانی واپس ہونے لگا تو کشن رائے نے موقع پا کر اپنے دشمن کا تعاقب کیا اور چونکہ آئے دن بادشاہ کی صحت ابتر ہونے کی خبر مشہور ہونے لگی تو بڑے اطمینان سے کشن رائے اور اس کے ارکان دولت راتوں میں شب بھر شراب پیتے اور ناچ دیکھا کرتے تھے۔ سلطان نے موقع پا کر شبخون مارا۔ ہندو لوگ غافل تھے تقریباً دس ہزار ہندو کھیت رہے کشن رائے ویجانگر بھاگ گیا مسلمانوں نے تیس چالیس کوس تک ہندوؤں کی بستیوں کو ویران اور بے چراغ کر دیا جب ویجانگر کے سر برآوردہ لوگوں نے یہ نوبت دیکھی تو کشن رائے کو مصالحت پر آمادہ کیا اور اس نے محمد شاہ کو صلح کا پیغام دیا بادشاہ نے کشن رائے سے قوالوں کے وظیفہ کا دینا قبول کرایا جس کو اس نے قبول کیا اور صلح کر لی صلح کے بعد محمد شاہ بہمنی گلبرگہ واپس ہوا۔

جب ویجانگر میں خود کو سلطان نے بیمار ظاہر کیا تھا تو اس کے مرنے کی افواہ اڑ کر جابجا فتنہ فساد کھڑے ہو گئے تھے بہرام خان ماثندرانی جس کو سلطان علاؤالدین بہمنی نے بیٹا بنایا تھا کو نہیہ دیو مرہٹہ سردار کے ابھارنے سے دولت آباد پر قابض ہو کر خود سر ہو گیا اور بادشاہ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوا بادشاہ اس کی سزا دہی کے لئے روانہ ہو کر جب

قصبۂ پن کے قریب پہنچا تو بغیر جنگ کئے گونبہ دیو و بہرام خاں دونوں قلعہ بند ہو گئے اور آت
کو تغیر لباس کر کے حضرت شیخ زین الدین رح کے پاس آئے آپ نے ان کو زن و فرزند سمیت گجرات
چلے جانے کی رائے دی چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا جب بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو
ان کا تعاقب کیا مگر وہ نکل گئے پھر بادشاہ دولت آباد میں آیا اس اثنا میں دکن کے کل مشائخ
نے سلطان محمد شاہ سے بیعت کی تھی مگر حضرت شیخ زین الدین قدس سرہٗ نے اس سبب سے کہ
سلطان شراب خوار تھا بیعت نہیں کی اور بادشاہ کے کہلا بھیجنے پر بھی انھوں نے صاف
انکار کر دیا محمد شاہ نے خفا ہو کر شیخ کو شہر بدر کیا مگر بعد چندے شیخ کے ساتھ اس طرح کا سلوک
کرنے سے بہت نادم ہوا اور ایک معذرت کی تحریر بھیجی جس میں یہ فقرہ بھی لکھا ہوا تھا "من آں
تو ام تو آں من باشی"، شیخ نے لکھا کہ اگر تو سلطان محمد شاہ غازی شریعت محمدی کا تابع
رہے اور ممالک محروسہ کے شراب خانے اٹھاوے اور خود مے نوشی ترک کرے اور آبا کی طریقہ
پر چلے تو زین الدین فقیر سے زیادہ کوئی اس کا دلی دوست نہ ہوگا جب یہ تحریر بادشاہ نے
دیکھی کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے سلطان کو غازی لکھا ہے تو بہت خوش ہوا اور اپنے لقب میں لفظ
غازی کو زیادہ کیا اور جب دولت آباد سے گلبرگہ آیا تو شریعت کی ترویج میں بڑی کوشش کی ملک
میں شراب فروشی کی دوکانیں بند کرا دیں اور بادشاہ اور شیخ میں خط و کتابت پھر جاری ہو گئی
اس کے بعد اس نے نہایت عیش و کامرانی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ رایان وجیا نگر و تلنگ
اور سب زمینداران دکن سلطان محمد شاہ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے سنہ [illegible] ہجری میں
سترہ سال نو ماہ پانچ یوم سلطنت کرنے کے بعد اس نے نقد حیات خازن ممات کے حوالہ کیا

جہاں اے برادر نماند بکس	دل اندر جہاں آفریں بند و بس

یہ بادشاہ عقیل و شجیع و فیاض اولوالعزم تھا رعایا اور سپاہ کے ساتھ بہت ہی خلق
و مروت سے پیش آتا تھا مگر جہاں یہ سب کچھ تھا دشمنوں اور موذیوں پر سخت گیر بھی
کم نہ تھا اس کے عہد حکومت میں کم و بیش پانچ لاکھ ہندو قتل ہوئے اور ملک کر[illegible]

ویران ہوگیا اس لئے ملک کے طرفداروں وغیرہ حکام کو احکام بھیجے تھے کہ جو کوئی ٹھگ یا ڈاکو ہو اس کا سر کاٹ کر گلبرگہ بھیجدو کہتے ہیں کہ سات مہینے کے عرصہ میں گلبرگہ میں آٹھ ہزار سروں کا انبار لگا اس کے زمانہ میں اس قدر خزانہ تھا کہ اور بادشاہوں کے پاس کبھی اس کا آدھا بھی نہ تھا۔

سلطنت مجاہد شاہ بہمنی

اپنے باپ کے انتقال کے بعد سلطان مجاہد شاہ سریر آرا ہوا یہ بادشاہ قوی ہیکل تنومند اور شجاعت میں بے نظیر تھا اس کو شاہ بلوند بہمنی بھی کہتے ہیں اس نے کشن رائے والی وجیانگر کو لکھا کہ دو آبہ کرشنا و تنگبھدرا کے ممالک میں سے بعض تمہارے اور بعض ہمارے علاقہ میں رہنے کی وجہ فیمابین اکثر تنازعات سرحدی برپا ہوتے رہتے ہیں اس واسطے دریائے تنگبھدرا کو تم اپنی حد مقرر کرو اور دریائے کرشنا کے شرقاً و غرباً جس قدر ملک واقع ہے وہ ہمارے قبضہ و تصرف میں دیدو اس نے جواب دیا کہ قلعہ رائچور و مدگل وغیرہ مقامات سلطنت وجیانگر کے قبضہ میں رہ چکے ہیں لہذا دریائے کرشنا تک کا ملک ہمارے حوالہ کر دیا جائے ورنہ طرفین میں ضرور اَن بن اور چھیڑ چھاڑ رہے گی۔ سلطان مجاہد شاہ نے جب ایسا ترکی بہ ترکی جواب پایا تو لشکر اور بہت سا خزانہ ساتھ لے کر دریائے تنگبھدرا پار ہوا اور صفدر خان سیستانی کو سپاہ جرار کے ساتھ محاصرہ قلعۂ ادھونی پر مامور کر کے آپ اپنے لشکر کے ہمراہ یہ خبر سنکر کہ کشن رائے گنگاوتی میں تنگبھدرا کے کنارے مقیم ہے اسی طرف متوجہ ہوا کشن رائے اور اس کی فوج پر بادشاہ کا رعب ایسا غالب آیا کہ کشن رائے وجیانگر میں اپنا نائب مقرر کر کے اپنی فوج کے ساتھ صحرا بصحرا گھومنے لگا تا کہ بادشاہی افواج کو اسطرح پریشان کر کے ہلاک کرے بادشاہ نے اس کا پانچ چھ مہینے تک تعاقب کیا مگر کشن رائے نے اس عرصہ مدت میں کبھی اس سے مقابلہ نہیں کیا آخر بادشاہ کے اعیان و ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض

کی کہ اس تعاقب میں کوئی فائدہ نہیں ہے مگر اس نے ایک نہ سنی کشن رائے کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک
کشن رائے اور اس کے عزیزوں کو جنگل کا پانی اور ہوا ناموافق ہوئی وہ سب بیمار ہو گئے اس لئے
ناگریز و جیانگر آیا۔ وجیانگر میں داخل ہونے کی دو راہیں تھیں ایک وسیع اور دوسری تنگ
وسیع رستہ پر کشن رائے نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اس رستہ سے بادشاہ کا گزرنا محال ہو گیا
اس لئے وہ تنگ رستہ سے شہر میں گھس گیا اور اپنی پشت پر اپنے چچا داؤد کو چھ ہزار سواروں
کے ساتھ چھوڑ دیا تھا کشن رائے بادشاہ کو روکنے کے لئے فوج کثیر مقابلہ میں لایا اور ایک سخت لڑائی
واقع ہوئی جس میں ہندوؤں کو شکست ملی تھی کہ اسی اثنا میں کشن رائے کا بھائی بہت سی فوج لیکر
ہندوؤں کی مدد کے لئے آپہنچا اور پھر ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایسی سیل خوں جنگ واقع ہوئی کہ
کبھی نہیں ہوئی تھی جب یہ خبر داؤد خان کو پہنچی کہ ہر وقت ہندوؤں کو مدد پہنچتی رہتی ہے تو وہ
ناعاقبت اندیشی سے بادشاہ کے لشکر میں شریک ہو کر لڑنے لگا۔ مجاہد شاہ نے داؤد خان کو
گالی دیکر کہا کہ تو نے یہ کیا کیا کہ دہنے کو خالی چھوڑ دیا اگر وہ کفار کے ہاتھ آجائے تو کوئی مسلمان
جانبر نہیں ہو سکتا غرض خود دہنے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو کفار اس پر قبضہ کر چکے تھے پھر
ایک اور مہیب لڑائی کے بعد ان کو وہاں سے پسپا کیا اور مسلمانوں کو دشمنوں کے نرغہ سے باہر
نکالا اور بدیں خیال کہ یہ شہر آسانی سے فتح نہ ہو گا اس شہر سے کوچ کیا اور قلعۂ ادھونی پر جس کا
محاصرہ اس کی افواج نے کر رکھا تھا خود بھی جاکر دو مہینے تک ڈٹا رہا مگر یہ محاصرہ گرمیوں کا
موسم ہونے کی وجہ سے کیا گیا تھا اور اُمید تھی کہ اہل قلعہ پانی کو ترس کر مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کر دینگے
مگر بارش ہو گئی اس لئے امید بر نہ آئی۔ بادشاہ کے لشکر میں ایک بیماری پھوٹی لہذا امرا و ارکین
سلطنت کے سمجھانے سے بادشاہ نے مراجعت کی کہتے ہیں کہ داؤد خان جس کو بادشاہ نے
گالی دی تھی اس سے رنجیدہ خاطر تھا موقع پاکر ۷ ذالحجہ ۷۹۹ھ ہجری میں مجاہد شاہ کو اس نے
قتل کر ڈالا لیکن اس کے قتل کے واقعات میں اختلاف ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مبارک
ایک شخص تھا جس نے بچپن میں بادشاہ کے باپ سے اس کی خطا ظاہر کی تھی اور اسے پٹوایا تھا

اسی وجہ سے ہمیشہ اُسے یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں بادشاہ اس سے وہ انتقام نہ لے اس لئے
داؤد خان سے ملکر اس نے بادشاہ کا کام تمام کیا بعض یہ لکھتے ہیں کہ مسعود خان ولد مبارک خان
تحویلدار خاصہ نے یہ کام کیا اور یہ بھی مروی ہے کہ مبارک پہلوان تھا جس کو ۱۴ سال کی عمر میں
بادشاہ نے کشتی میں اس کو پچھاڑ کر مار ڈالا تھا اس کے بیٹے مسعود نے باپ کا انتقام لیا مگر
تذکرۃ الملوک وسیر مخدومی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے
مجاہد شاہ کو سوء عقیدت تھا اسی وجہ سے ان بزرگ کے معتقد امرائے جنھیں عہدوں سے بھی
معزول کیا گیا تھا اپنے حبشی غلاموں سے بادشاہ کا کام تمام کرا دیا واللہ اعلم بالصواب۔ مجاہد شاہ
کی کوئی اولاد نہ تھی داؤد خاں کی بادشاہی تسلیم کر لی گئی اس نے مجاہد شاہ کے جنازہ کو گلبرگہ کے
ہفت گنبد میں دفن کرایا۔

داؤد بادشاہ بن سلطان علاؤالدین حسن گانگوئے بہمنی

جس وقت مجاہد شاہ مارا گیا تو ملک میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا بعض لوگ چاہتے
تھے کہ سلطان علاؤالدین حسن گانگوئے کا چھوٹا بیٹا محمود بادشاہ ہو بعض یہ چاہتے تھے
کہ داؤد شاہ کو بادشاہ بنائیں۔ آخر کار امرا و ارکین دولت نے داؤد شاہ بہمنی کو تخت
سلطنت پر متمکن کیا لیکن وہ زیادہ مدت تک سلطنت نہیں کر سکا۔ کیونکہ روح پرور مجاہد شاہ
کی بہن نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے باکہ نامی جوان کو جو مجاہد شاہ کا مقرب تھا
ترغیب دی اور بتاریخ یکم محرم الحرام ۷۸۰ھ ہجری داؤد شاہ کو جامع مسجد میں سجدہ کے اندر
اس کے ہاتھ سے قتل کرا دیا داؤد شاہ نے صرف ایک ماہ پانچ یوم حکومت کی۔

سلطان محمود بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گانگوی

داؤد شاہ بہمنی کے مقتول ہونے کے بعد سب اکابر و عمائد سلطنت نے اس کے چھوٹے بھائی

سلطان محمود شاہ بہمنی کو مالک افسر و اورنگ کیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا یہ بادشاہ نہایت سلیم الطبع خوش خلق و عادل اور شرع شریف کا بڑا پابند تھا سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی بھی نہ کی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو شیراز سے اُس نے بلایا تھا کشتی محمودی کرن ان کو لانے کے لئے بھیجی گئی تھی مگر جب وہ کشتی پر سوار ہونے لگے تو باد مخالف اٹھی ارادہ وہیں ٹھہر گئے اور ایک اپنی طبع زاد غزل جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

دمی با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد ۔۔۔ بہ می بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

لکھ کر بادشاہ کے ملاحظہ میں روانہ کی سلطان نے جب یہ غزل سنی تو ایک ہزار طلائی سکے رائج الوقت حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجدئے اس کے عہد میں جنگ و جدال بہت کم ہوئے بڑی داد و دہش کے ساتھ بعیش و کامرانی سلطنت کی سپاہ اور رعیت اس سے بہت خوش تھی۔ ۱۹ سال ۹ ماہ اور ۲۰ روز حکومت کرنے کے بعد تپ محرقہ سے بتاریخ ۲۱ رجب المرجب ۷۹۹ھ ہجری اس نے اس مرحلۂ بے ثبات سے دار القرار کی طرف رحلت کی۔

سلطان غیاث الدین بہمنی

سلطان محمود کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین تخت نشین ہوا یہ نوجوان تھا اس کا ایک ترکی غلام تغلچین نام چاہتا تھا کہ خود کو منصب وکالت ملے جب بادشاہ نے ایک غلام کو خلق اللہ پر جن میں سید بھی ہوتے ہیں حاکم بنانا پسند نہیں کیا اور اس کی درخواست نامنظور کی تو اس نے ایک دن بادشاہ کو عیاری سے دعوت میں بلاکر اور تنہائی میں لیجاکر اس کی آنکھیں نکالدیں اور اس کے چوبیس مقربوں کو قتل کرکے اس کے چھوٹے بھائی شمس الدین کو بادشاہ بنایا اور اس اندھے بادشاہ کو قلعۂ ساغر دسگر میں بھیجدیا غیاث الدین نے صرف ایک ماہ بیس روز سلطنت کی تھی کہ ۱۷ رمضان ۷۹۹ھ ہجری میں یہ واقع ہوا۔

سلطان شمس الدین بہمنی

سلطان غیاث الدین کے مقید ہونے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شمس الدین تخت شاہی پر بیٹھا تغلچین مذکور کو ملک نائب کا خطاب اور امیر جملگی کا منصب دیا سب امرا نے اس کی اطاعت قبول کی۔ فیروز خان اور احمد خان یہ دونوں حقیقی بھائی سلطان داؤد شاہ مقتول کے بیٹے تھے باپ کے قتل کے وقت وہ صغیر سن تھے اُن کے چچا سلطان محمود بہمنی نے ان کی تربیت کی اور اپنی دو بیٹیاں انھیں بیاہ دیں اور مرنے کے وقت انھیں وصیت کی تھی کہ غیاث الدین جس کو اس نے اپنا ولی عہد کیا تھا اس کی اطاعت کریں جب تغلچین نے سلطان غیاث الدین کو نابینا کیا تو یہ دونوں بھائی اس کا بدلا لینے کے درپے ہوئے جب ان کا یہ ارادہ تغلچین نے بھانپ لیا تو بادشاہ کی والدہ سے جو تغلچین کی بیحد مشکور اور مداح تھی سازش کرکے ان دونوں بھائیوں کے قتل پر بادشاہ کو آمادہ کرایا فیروز خان اور احمد خان اطلاع پاکر ساغر (سگر) کی طرف بھاگ گئے وہاں کا حکمراں جس کا نام سدو تھا ان کی مدد کو مستعد ہوگیا یہ دونوں بھائی لشکر کے ساتھ عازم گلبرگہ ہوئے بادشاہ کو تغلچین نے اُکسا کر ان کا مقابلہ کرایا دونوں بھائیوں کو شکست ہوئی۔ آخر انھوں نے اپنے کئے پر پشیمان ہوکر بادشاہ کی والدہ کی وساطت سے امان چاہی اور گلبرگہ میں رہنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ان کی تقصیر معاف کردی یہ دونوں بھائی گلبرگہ میں آگئے ایک روز کسی حکمت عملی سے فیروز خان نے محل کے اندر گھس کر سلطان شمس الدین و تغلچین کو پابہ زنجیر کیا اور باہر آکر باتفاق ارکان دولت فیروز خان تخت فیروزہ پر جلوہ افروز ہوا سلطان شمس الدین کی آنکھیں نکلوا کر اس کو قلعہ بیدر میں بھیجدیا اور تغلچین کو سلطان غیاث الدین کے حوالہ کیا۔ جس نے کہتے ہیں کہ گو وہ نابینا تھا مگر خود اپنے خنجر سے اسے ہلاک کیا۔ سلطان فیروز سے اجازت لیکر شمس الدین مکہ معظمہ چلا گیا اور مدینۂ منورہ میں ۸۱۶ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جبتک وہ زندہ رہا سلطان فیروز اس کے اخراجات کے لئے تحائف و زرنقد بھیجا کرتا تھا سلطان

شمس الدین نے کل ستاون روز سلطنت کی تھی۔

سلطنت فیروز شاہ بہمنی

سلطان فیروز نہایت شرع پرست اور کریم النفس تھا صوم و صلوٰۃ کا پابند اور روزانہ قرآن شریف کا پاؤ پارہ نقل کرکے وجہ معاش پیدا کرتا تھا عدل و انصاف میں بھی اس نے نام پایا اگرچہ کہ وہ رقص و سرود کا دلدادہ اور شراب خوار و عیاش بھی تھا مگر ان افعال سے وہ خود نام بھی رہتا تھا حسین عورتوں کی اُسے بہت چاہ تھی ایک شہر فیروز آباد اپنے نام پر دریائے بھیما کے کنارے آباد کیا اور اسمیں محلات و عمارات شاہی تعمیر کرکے ہر ایک حرم کو ایک ایک محل عطا کیا حرم سرائے سلطانی میں عربی۔ ترکی۔ روسی۔ کرجی۔ افغانی راجپوتن۔ گجراتی بنگالی تلنگن۔ مرہٹواڑہ۔ کرناٹکی بہتیرا اقوام اور اکثر مقامات کی پری پیکر عورتیں موجود تھیں۔ یہ بادشاہ ہر ایک کی زبان سے واقف تھا ہر روز ایک محل میں رہتا اور وہاں کی خواص سے اسکی زبان میں بات چیت کرتا وہ بڑا عالم و فاضل بھی تھا ارباب علم و اہل ہنر کو دور و دراز ممالک سے طلب کرکے اپنے ملک میں انھیں بساتا اور توقع سے زیادہ ان کی قدر اور ان سے سلوک کرتا تھا۔ جب فیروز شاہ نے خطبہ و سکہ اپنے نام سے جاری کیا تو اپنے بھائی احمد خان کو خانخاناں کا خطاب دیا اور امیر الامرا مقرر کیا۔

سنہ ۸۰۱ ہجری میں رائے ویجانگر دیورائے مدگل و رائچور کے قلعے مسلمانوں سے چھین لینے کے قصد سے بلاد بہمنیہ کی طرف روانہ ہوا اور دوسری طرف دیورائے کے اشارے سے نرسنگ رائے نے ملک برار پر یورش کرکے اس کو ویران کردیا جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اوس نے دولت آباد اور برار کا تمام لشکر نرسنگ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور آپ دیورائے سے مقابلہ کرنے کے لئے کوچ کیا۔ دیورائے دریائے کرشنا کے اس طرف خیمہ زن تھا دریائے کرشنا طغیانی پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو عبور و مرور دشوار ہوا۔ بادشاہ کو کوئی تدبیر مناسب نہیں سوجھی قاضی سراج نے

جو نامور تھا کہا کہ حضور بالفعل ٹھہر جائیں میں خود کسی تدبیر سے آج رات دریا کے اس پار جاکر
کسی صورت سے دیورائے یا اس کے بیٹے کو خیمے میں گھس کر ہلاک کرتا ہوں جب دشمن کے لشکر
میں شور وغل مچے تو فوراً افواج شاہی دریا جو اس وقت تک گزرنے کے قابل ہو جائے گا
عبور کرکے اس کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکال لیں اور خوب انہیں تباہ وتاراج کر دیں چنانچہ
قاضی سراج نے ایسا ہی کیا کہ چند جری سپاہی ساتھ لیکر فقیروں کے بھیس میں دریا پار ہوا اور دیورائے
کے لشکر کے ایک شراب خانہ میں پہنچکر وہاں ایک کسبی سے لگاوٹ کرلی جب وہ وہاں سے
جانے لگی تو قاضی جی نے اپنی بے قراری ظاہر کی اور اُس سے پوچھا کہ تو کہاں چلی؟ میں
تجھ بن کیسے کل پاؤنگا؟ اُس نے کہا کہ آج راج کنور نے بڑا جشن کیا ہے اور میرے مجرے کا
حکم دیا ہے وہاں مجھے جانا ہے قاضی نے اس کی مفارقت سے بیتابی ظاہر کرکے اس کے
ہمراہ چلنے پر اصرار کیا چونکہ شرابخانہ میں پہنچکر قاضی اور اس کے ساتھی کچھ گانے بجانے بھی تھے
لونڈی نے دیکھا تھا کہ قاضی کو ناچنا اچھا آتا ہے اس لئے وہ قاضی کو ساتھ لے چلنے پر راضی
ہوئی جب قاضی اس طوائف کے ہمراہ زنانہ لباس میں داخل مجلس ہوا تو ایک نقال عورت کے
ساتھ دونوں ہاتھ میں کٹھاریں لیکر بازی کرتا ہوا اور مثل مسخرے کے سب کو ہنساتا ہوا راج کنور کے
قریب پہنچا اور پہنچتے ہی ان کٹاروں سے اس کو ڈھیر کر دیا اس کے پانچ چھ ساتھی جو باہر کھڑے
تھے وہ بھی گھس پڑے اور سب چراغ گل کر دئے ہندو شراب کے نشہ میں چور تھے اس لئے ان کو
بھی زخمی کرتے ہوئے خیمہ کے باہر خیمہ پھاڑ کر یہ لوگ نکل آئے لشکر میں چلی پکار مچی مسلمانوں نے
جب یہ سن پایا تو فوراً دریا عبور کرکے کشت وخون کا بازار گرم کیا دیورائے اپنے بیٹے کے مارے جانے
اور لشکر کے متفرق ہونے سے نہایت پریشان ہوا اور اپنے بیٹے کا لاشہ اٹھا کر سویرے بھاگ نکلا لشکر اسلام
نے ہندوؤں کا تعاقب کیا کشتوں کے پشتے لگ گئے دیورائے قلعہ بند ہو گیا اور بادشاہ نے خود بھی
اس کے ملک کو تاراج کرنے کے لئے ایک حصہ فوج کا روانہ کر دیا جو بڑی کامیابی کے بعد واپس ہوا
اس محاربہ میں دو ہزار سے زیادہ لڑکیاں برہمنوں کی اسیر سلطانی ہو چکی تھیں، برہمنوں نے اتفاق

اس کے دو بار نے سے عرض کی کہ جس قدر زر نقد و جنس کی ضرورت ہو اور سکے دینے میں دریغ اور تامل نہ کیا جاوے اور مسلمانوں سے صلح کر لی جاوے چنانچہ دیورائے نے زر فدیہ دس لاکھ ہن خزانۂ عامرہ سلطانی میں داخل کیا اور جب کہیں وہ قیدی رہا کر دیے گئے اس کے بعد سلطان نے جانب گلبرگہ مراجعت کی اور نرسنگ کی گوشمالی کے قصد سے سنہ ۸۰۲ ہجری میں روانہ ہوا ایک قیامت خیز جنگ ہوئی جس میں پہلے تو مسلمانوں کا لشکر پریشان ہوا مگر بعد میں کامل فتح حاصل ہوئی نرسنگ نے بالآخر صلح کی درخواست کی اور امان چاہی سلطان نے اس کی بیٹی سے عقد کیا اور تحائف لے کر گلبرگہ واپس ہوا۔

سنہ ۸۰۱ ہجری میں سنا گیا کہ امیر تیمور کا ارادہ ہے کہ دہلی کا تخت اپنی اولاد میں سے کسی کو دے کر چلا جائے فیروز شاہ نے یہ خبر سن کر نذر و تحایف اپنے ایلچیوں کے ہاتھ امیر تیمور کی خدمت میں بھیجے امیر بہت خوش ہوا اور ایک فرمان لکھ بھیجا کہ "ہم نے دکن گجرات و مالوہ کا ملک شمول تلمرو سے بہمنیہ کر دیا" یہ کیفیت سن کر اور فیروز شاہ کی چالاکی سے اندیشہ کر کے والیان گجرات و مالوہ و خاندیس ظاہر میں تو فیروز شاہ کے دوست بن گئے مگر درپردہ دیورائے راجہ وجیانگر کو ہموار کر کے اس کو جنگ کرنے کی ترغیب دی اور خود اس کو مدد دینے کا وعدہ کیا اس پر سے رائے وجیانگر نے فیروز شاہ کے احکام کی تعمیل نہیں کرنی شروع کی اور تین چار سال کا خراج بھی نہیں ادا کیا فیروز شاہ موقع کا منتظر تھا اس کو ایک موقع اس طرح ہاتھ آیا کہ مدگل میں ایک مفلس سنار کے گھر ایک لڑکی مسماۃ پرتھال نہایت حسین تھی اور اس کو کسی برہمن نے عمدہ تعلیم دی تھی یہ برہمن وجیانگر کا رہنے والا تھا جب وجیانگر پہنچا تو رائے وجیانگر سے اس کے حسن و ادا کی ایسی تعریف کی کہ دیورائے نے ایک برہمن اس کے لانے کے لئے مدگل بھیجا لڑکی نے وہاں جانے سے انکار کیا اس پر سے رام دیو نے اپنی فوج کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا پرتھال یہ خبر سن کر فوج کے داخل مدگل ہونے سے ایک روز پہلے ہی کہیں بھاگ گئی فوج کے ہاتھ نہ آئی رام دیو کی اس فوج نے سلطان فیروز کے علاقجات پر دست درازی شروع کی

مگر اس علاقہ کے ضابطہ نے ان کی قرار واقعی گوشمالی کی تاہم جب یہ خبر سلطان فیروز کو معلوم ہوئی تو فوج ظفر موج کے ساتھ ویجانگر پر حملہ کیا مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کل آٹھ لڑائیاں ہوئیں جن میں فیروزی ہی کو فتح و فیروزی رہی ویجانگر کے ممالک محروسہ کا بہت سا حصہ کا تا سونا کر دیا دیو رائے کو گجرات وغیرہ سے مدد پہنچنے کی امید تھی مگر اس کی درخواست کے بعد بھی نہ پہنچی تو ناچار صلح پر جھکا صلح بڑی سخت شرائط پر ٹھیری یعنی یہ کہ " علاوہ زر و جواہر ہاتھی غلام وغیرہ کے دیو رائے اپنی بیٹی سلطان کو بیاہے " چونکہ آج تک رایان کرناٹک نے کبھی اپنی لڑکی مسلمانوں کو نہیں بیاہی تھی ان کو یہ شرط نہایت شاق گزری مگر بامر مجبوری بیاہ دیا اور جہیز میں حسب شرائط قلعہ بنکاپور بھی دیدیا لیکن اس قدر قرابت قریبہ ہونے کے بعد بھی ان دونوں میں صفائی نہیں ہوئی مہی خون خرابی ہوتی رہی بالآخر فیروز شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر مدگل آیا اور پرتھال کو اس کے ماں باپ کے ساتھ طلب کیا لڑکی کو جملہ خوبیوں سے آراستہ دیکھ کر خود چونکہ کثیر الازدواج و مسن تھا اس لئے پرتھال کی جوانی کی قدر کر کے اس کی شادی اپنے نوجوان فرزند حسن خان سے کرا دی اور پرتھال کے والدین کو بہت سا روپیہ و جاگیر وغیرہ عطا کر کے فیروز آباد کو روانہ ہوا۔

فیروز آباد پہنچنے کے بعد بادشاہ کو معلوم ہوا کہ دہلی کی جانب سے ایک سید عالی مقام حضرت سید محمد گیسو دراز نام (قدس سرہ) اس کے حدود ملک میں وارد ہوئے ہیں بڑے اشتیاق سے ان حضرت کو طلب کر کے گلبرگہ میں سکونت گزیں کیا ایک عرصہ تک حضرت سے حسن عقیدت اور جوش ارادت رکھتا رہا مگر جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے باب میں مفصل مذکور ہے فیروز کے بیٹے حسن شاہ کی ولی عہدی پر سے حضرتؒ اور سلطان فیروز میں روز بروز جیسے جیسے ازدیاد رنج ہوتا گیا اسی قدر سلطان کے بھائی احمد خان نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گوشہ خاطر میں جگہ پائی اسی اثنا میں فیروز شاہ نے تلنگڈہ کا محاصرہ کیا مگر اس کی فوج میں ہیضہ پھوٹنے سے سخت کی بن آئی دیو رائے نے اطراف سے بہت سی فوج جمع کر کے دھاوا کیا ہندوؤں اور مسلمانوں میں

ایک بہت بڑی جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں کی جے رہی اور مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ مسجدیں
ڈھادیں ہر طرح کے ستم توڑے احمد خان نے عاجز آکر گجرات سے مدد طلب کی مگر کوئی مدد نہیں
پہنچی آخر چھکے چھوٹ گئے تو اکدم بھاگنے کی نوبت آگئی تھی مگر احمد شاہ خانخاناں نے اس موقع
پر خزانوں کے منہ کھولدئے اور لشکر جمع کرکے دیو رائے کو حدود مملکت بہمنیہ سے باہر کردیا اور داد مردانگی
دی لوگوں پر اس کی شجاعت کا بہت بڑا اثر ہوا اور فیروز شاہ کے مصاحبوں نے بادشاہ کو بہکایا
اور بھائی سے بدظن کردیا بادشاہ نے اس کو اندھا کردینے کا ارادہ کیا۔ احمد خان مع اپنے
بیٹے کے بموجب ارشاد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے فرار ہوا اور فوج جمع کرکے
بادشاہ کے لشکر سے جو اس کے تعاقب میں تھا مقابلہ کرکے شکست دی بادشاہ خود بھی لڑنیکیلئے
آیا مگر پسپا ہوکر آخر کار بیمار اور قلعہ بند ہوگیا اس اثناء میں چونکہ فیروز شاہ نے اپنے امرائے دولت
دوست راست اشخاص کو احمد شاہ سے درپردہ گرویدہ و موافق دیکھا تو اُس نے سوچا کہ سپاہ
رعیت اور امراء وزرا کی موافقت کے بغیر بادشاہی میں کیا لطف ہے پس سلطان فیروز نے
اپنے ولی عہد بیٹے حسن خان کو طلب کرکے اور قلعہ کا دروازہ کھولدینے کا حکم فرماکر احمد خان کو
یہاں تک کہ اپنے بستر کے قریب بُلوایا اور فرمایا کہ الحمد للہ میں نے تجھکو اپنی زندگی میں بادشاہ دیکھا
تو ہی سلطنت کے قابل ہے صرف محبت پدری سے میں اپنے فرزند کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا۔ اب
میں تجھے خدا کو اور حسن کو تجھے سپرد کرتا ہوں اب تو جا اور مہام سلطنت میں مشغول ہو۔ پس
مشیت ایزدی اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی متواتر بشارت صادقہ کے موافق احمد خان
خانخاناں ۵ شوال المکرم ۸۲۵ھ میں تخت فیروزہ پر بیٹھا اور اپنا خطاب سلطان احمد شاہ بہمنی
کیا خطبہ و سکہ دکن میں اب اسی کے نام کا جاری ہوا دس روز کے بعد سلطان فیروز اس سلاطین جہاں
و طین سے راہی فردوس بریں ہوا اور گنبد کلاں ہفت گنبد سلاطین بہمنیہ میں دفن ہوا (دیکھو
نقشہ نمبر (۶)) **مثنوی**

نہ فیروز ماند و نہ فیروزیش   اجل کرد در خاک بہ فیروزیش

نقشہ ہفت گنبد مزارات سلاطین بہمنیہ واقع گلبرگہ

گنبد مزار سلطان فیروز شاہ بہمنی
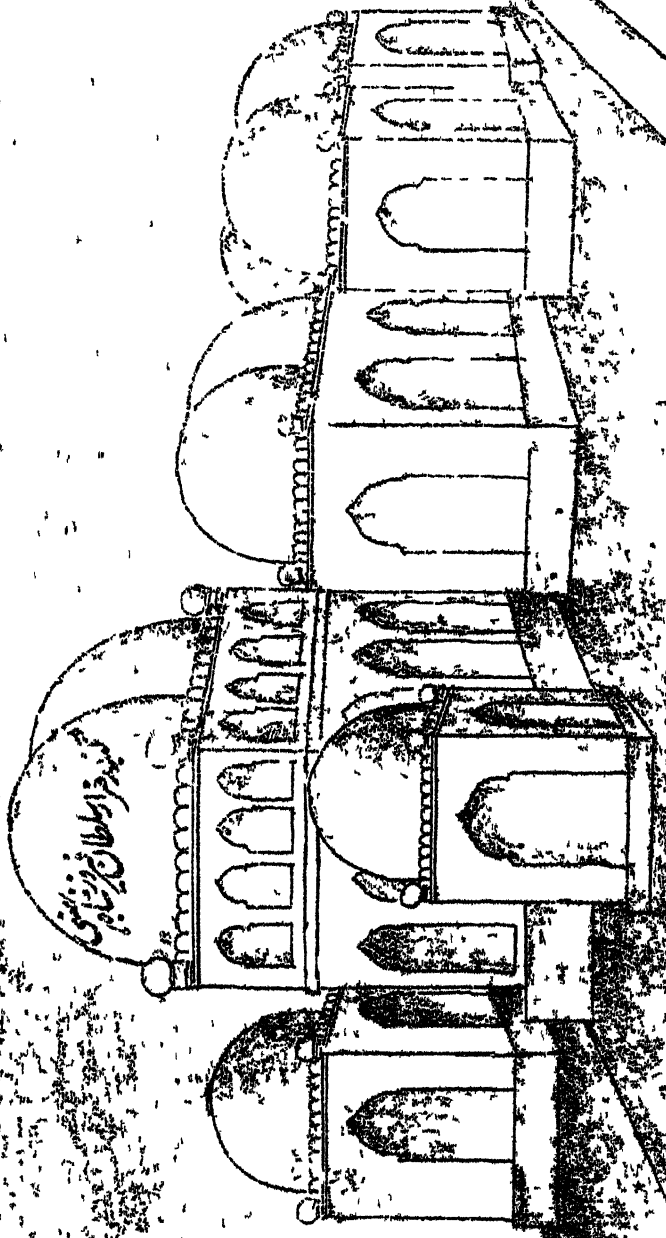
نہ آماجگہ بر دستے تخت خود	خشاں درسید نخت با بخت خود
یقین ست کل من علیہا فان	ہمیت نقش وطراز جہاں

سلطنت احمد شاہ بہمنی

سلطان احمد نے صاحب اریکہ دارک ہو کر خلعت حسن بصری کو وکیل سلطنت مقرر کیا اور ملک التجار کا خطاب دیا حسن خان کو فیروزآباد میں رکھا وہ بڑا عیاش اور چالاک تھا اس نے وہیں رہ کر ایام زندگی عیش و عشرت میں گزار دیے۔

احمد شاہ بغیر تخت نشینی دیو رائے سے مسلمانوں کے کشت و خون کا بدلا لینے کے لئے ایک بھاری لشکر فراہم کر کے کرناٹک کی طرف روانہ ہوا اور ملک ویجانگر میں گھس پڑا اور نہایت بے رحمی سے قتل و خونریزی شروع کر دی یہاں تک کہ جب بیس ہزار ہندو قتل ہو جاتے تو تین روز مقام کر کے جشن کرتا اور وہاں سے آگے کو روانہ ہوتا ایک دن بہت کم سواروں کے ساتھ شکار کو نکلا تھا ہندوؤں نے جو موقع تک رہے تھے اس کا پیچھا کیا اور چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اس کے بہت سے ساتھی کام آئے مگر اس اثنا میں اس کو کمک آپہنچی اور وہ بال بال بچا پھر تو احمد شاہ نے ویجانگر کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا محصورین بلبلا اٹھے دیو رائے کو یہی مصلحت سوجھی کہ اس نے فوراً چند سالہ خراج ہاتھیوں پر لاد کر بھیج دیا اور بہت ہی عجز و انکسار کے ساتھ صلح کی درخواست کی دونوں میں صلح ہو گئی اور احمد شاہ گلبرگہ واپس آیا واپسی کے بعد تلنگانہ پر ترکتاز کی رائے ورنگل نے بافوج کثیر اس کا مقابلہ کیا آخر مارا گیا۔ سلطان نے ورنگل میں داخل ہو کر خزائن و دفاین پر قبضہ کر لیا اور جب ہر طرح سے ملک تلنگ پورا پورا مسلمانوں کے تصرف و اقتدار میں آگیا اس وقت احمد شاہ گلبرگہ واپس ہوا۔

احمد شاہ کے عہد سلطنت تک تاجداران بہمنیہ کا پائے تخت بلکہ ان کی رہایش گاہ بھی شہر حسن آباد گلبرگہ رہا۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ ایک روز احمد شاہ بتقریب شکار سوار

بیدر میں داخل ہوا یہاں کی ہوا اُسے اچھی معلوم ہوئی اور پُر فضا مقام ہونے سے بہت خوش ہوا
شکار کے لئے کتے کو خرگوش پر چھوڑا خرگوش گھبرا کر کتے پر جھپٹا اور لے ڈالا بادشاہ نے حال
دیکھ کر فرمایا کہ اس سرزمین کی آب و ہوا میں شجاعت و شہامت کا اثر معلوم ہوتا ہے کہ خرگوش
کتے پر غالب آیا اس مقام کو ضرور پائے تخت بنانا چاہئے یہاں جو لوگ پیدا ہوں گے وہ ضرور
شجاع و باہمت ہوں گے پس نیک ساعت دیکھ کر شہر کی بنا ڈالی اور اس کو آباد کر کے احمد آباد
بیدر نام رکھا (جو اب محمد آباد بیدر کہلاتا ہے) اور ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اپنی بقیہ عمر عیش و آرام
سے وہیں گزاری اس نے کل بارہ سال ۹ ماہ چند یوم سلطنت کی اور ۸۳۵ھ میں اس جہانِ فانی
سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوا احمد شاہ کو لوگ ولی ٹھیراتے تھے کیونکہ ایک سال جبکہ سلطان
مہم وجیانگر سے فارغ ہو کر گلبرگہ واپس ہوا تھا بہت بڑا قحط پڑا لوگوں کی درخواست پر بادشاہ
استسقاء کی نماز کو گیا تو بڑی شدت سے مینہ برسا لوگوں نے اسکی یہ کرامت تصور کی۔

سلطان علاء الدین ثانی بن سلطان احمد شاہ بہمنی

احمد شاہ کے بعد سلطان علاء الدین ثانی بہمنی احمد آباد بیدر کے تخت پر متمکن ہوا رائے
وجیانگر نے پانچ سال سے خراج ادا نہیں کیا تھا اس لئے سلطان نے اپنے بھائی شہزادہ محمد کو فوج
کے ہمراہ اس کی وصولی کے لئے بھیجا محمد خان نے رائے وجیانگر سے خراج وصول کیا مگر بعض مشیروں
کے اغواء سے خود آدھے ملک کو اپنے تصرف میں لانا چاہا اور فوج فراہم کر کے بادشاہ سے جنگ
کرنے پر آمادہ ہوا سلطان علاؤ الدین نے خود اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور پھر
اس کا قصور معاف کر کے اپنے پاس بلا لیا اور رائچور اور مدگل اسکو دیدئے اسی طور پر چندے
اور خانہ جنگیاں رہیں ایسے میں دیو رائے نے اپنی فوج کو کافی تقویت و ترقی دی اور اس دفعہ بہتیرے
مسلمان فوج میں بھرتی کئے جب سب طرح کا اطمینان اُسے حاصل ہوا تو ۸۴۷ھ میں دنیا کی
فتح تسخیر کے لئے دریائے تنگبھدرا عبور کر کے قلعہ مدگل سر کرنے کے بعد اطراف کا بہت سا ملک

نیست و نابود کر دیا سلطان اپنا لشکر لیکر مقابلہ کے لئے آیا مدگل کے قریب کئی مقابلہ ہوے جن میں
اول ہندوؤں کو بعد میں مسلمانوں کو کامیابی رہی بالآخر اس طرح صلح ہوگئی کہ سلطان آئندہ
کرناٹک پر فوج کشی نہ کرے اور دیورائے خراج برابر ادا کرتا رہے۔

سنہ ۷۵۸ھ میں ملک کوکن کی تسخیر کے لئے علاؤالدین نے حسن بصری کو فوج دیکر روانہ کیا
اس نے بہت سے راجاؤں کو زیر کیا مگر ایک راجہ حسن بصری کو فریب دیکر اس کے چند ہمرائیوں
کے ساتھ اس کو جنگل میں لے گیا اور اُن سب کا کام تمام کیا۔

سلطان علاؤالدین کے عہد سلطنت میں مشیر الملک سپہ سالار افواج دیسی کی چالبازی
سے ڈھائی ہزار پردیسی سپاہ سلطانی جن میں بارہ سو سادات اور اکثر شیعہ تھے بغاوت کی تہمت
لگا کر قتل کئے گئے مگر جب بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مشیر الملک کا یہ محض تعصب و اتہام تھا تو اس نے
مشیر الملک اور اس کے تمام سازشیوں کو جو اس خون ناحق کے شریک اور موجب تھے ایک ایک
کر کے قرار واقعی سزائیں دیں اور انکی جیسی کہ چاہئے ویسی ہی ذلت و خواری کی۔

۸۵۰ھ میں بادشاہ کی پنڈلی زخمی ہوگئی اور ۲۳ سال ۹ ماہ ۲۰ روز داد جہانبانی
دیکر ۸۶۲ھ میں اُسی زخم کے اسباب سے اس خراب آباد پر رنج و محن کو چھوڑ کر گور گزیں ہوا اس کے
عہد میں ایک بڑا شفاخانہ بمقام بیدر تعمیر کرایا گیا تھا جس میں ہندو مسلمانوں کو برابر دوائی ملتی تھی
جوا اور شراب فروشی اس کے زمانہ میں بالکل ممنوع و مسدود تھی۔

سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاؤالدین ثانی بہمنی

سلطان علاؤالدین نے امراء و وزراء کی توقع کے خلاف اپنے بیٹے ہمایوں شاہ کو اپنا ولیعہد
مقرر کیا تھا اس لئے اراکین سلطنت نے علاؤالدین کی وفات کو مخفی رکھ کر اس کے چھوٹے بیٹے
حسن شاہ کو تخت نشین کیا اور ہمایوں شاہ کا گھر لوٹنے اور اس کو مار ڈالنے کی فکر کی ہمایوں شاہ
نے اس سے آگاہ ہو کر فوراً اپنے بھائی کو قید کیا اور ان امرا کو قتل کر کے آپ تخت نشین ہو گیا۔

جلال خاں طرفدار گلکنڈہ کا بیٹا سکندر خان جو ایام شاہزادگی میں سلطان حسن کا مصاحب تھا
سپہ سالاری تلنگ کے نہ ملنے سے دلگیر ہو کر باپ کے پاس چلا گیا اور باپ سے ملکر علم بغاوت بلند
کیا بادشاہ نے اسپر فوج کشی کی مگر نقصان اٹھایا لڑنے میں بادشاہ کو کمک پہنچی سکندر خاں مارا
گیا اور جلال خان قید کر دیا گیا بادشاہ نے اس جھگڑے سے فارغ ہو کر قلعہ دیورکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ
کیا اور روانہ ہوا رستہ میں سنا کہ شہزادہ حسن خان نے قید سے رہا ہو کر قصبہ بیڑ پر قبضہ کر لیا ہے
اس خبر کے سنتے ہی وہ اپنے دار الخلافہ کو لوٹا اور آتے ہی ایک ہزار آدمیوں کو جن کے تفویض شہر
کی حفاظت سپرد تھی قتل کر ڈالا کیوں انھوں نے شہزادہ کو قید خانہ سے بھاگ جانے دیا اور
کوتوال شہر کو قفس آہنی میں بند کر کے ہر روز ایک ایک عضو اس کا کٹواتا اور اس کو کھلواتا تھا
اس طرح پر وہ اسی قفس میں فوت ہوا بھائی کی گرفتاری کے لئے بھی اس نے بہت سی فوج بھیجی
مگر شہزادہ حسن خان کو فتح نصیب ہوئی اس سے ہمایوں شاہ اور بھی جھنجلایا مگر ایک دستہ فوج کا
اس کی طرف روانہ کیا اس دفعہ حسن خان نے شکست پائی اور وہ چند سواروں کے ساتھ خستہ و خوار
حوالی بیجانگر میں پہنچا یہاں کے تھانہ دار خواجہ اعظم خان نے اس کو مکر و فریب سے گرفتار کر کے
بادشاہ کے پاس بھیجدیا ہمایوں شاہ نے غضب ڈھایا حسن خان کی شیر سے تکہ بوٹی کرادی اور
پھر شہزادہ کے سات سو متعلقین کو انواع مظالم اور پوری سفاکی سے ایک ایک کر کے مروا ڈالا
کہ کسی کو پھانسی دیگئی کسی کی گردن مار دیگئی کوئی کھولتے پانی میں ابلا کوئی جلتے تیل میں چھوڑا
گیا کسیکو مست ہاتھی سے مسلوایا - کوئی شیر کی خوراک بنا اور بادشاہ خود برآمدے سے دیکھا کیا -

سلطان ہمایوں بہت بدگمان واقع ہوا تھا اس لئے وہ اس قدر جبر و تعدی بھی
کرتا تھا ارکان دولت جب اس کے حضور میں جاتے تو زن و فرزند کو ضروری وصیت کر کے ان سے
رخصت ہو کر جاتے تھے کسی کو واپسی کی امید نہیں رہتی تھی آخر کار ایک رات شراب کے نشہ میں
سویا ہوا تھا ایک حبشن نے اس کے سر پر لاٹھی مار کر اس کے ظلم و ستم سے خلایق کو نجات دلوائی
بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ وہ بیمار ہو کر سنہ ۸۶۵ میں فوت ہوا اس نے کل تین سال چھ ماہ چھ روز

سلطنت کی نظیری شاعر نے جس کو ہمایوں نے قید کیا تھا اس قطعہ میں اس کی تاریخ وفات کہی ہے

ہمایوں شاہ مرد و رست عالم	قطعہ	تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش		ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی

ہمایوں شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا نظام شاہ بہمنی تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اس کی ماں بڑی فرزانہ تھی خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار گاوان کی مشورت سے ملک رانی کرنی چاہی چونکہ ہمایوں کے جور و ستم سے لوگ بد دل و بر داشتہ خاطر ہو گئے تھے جب کم عمر بچے کو تخت پر دیکھا تو چاروں طرف سے بلوے شروع ہو گئے سب سے پہلے رائے مملکت اوڑیسہ نے لشکر کشی کی اور مسلمانوں سے سلطنت چھین لینی چاہی والدۂ نظام شاہ خواجہ جہاں و ملک التجار گاوان نے فوج فراہم و مرتب کر کے رائے مذکور کو شکست دی اور بہت سی رقم رائے اوڑیسہ نے بادشاہ کو دیکر صلح کر لی نظام شاہ مظفر و منصور احمد آباد بیدر آیا دفعتاً سلطان محمود کے دیار دکن میں یلغار آنے کی خبر گوش زد ہوئی امرائے دکن نظام شاہ کو ساتھ لیکر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے سلطان محمود گجراتی بھی بادشاہ کی مدد کے لئے اپنی فوج لیکر حاضر ہوا جب یہ خبر سلطان محمود خلجی کو ملی تو وہ گونڈوانہ کی راہ سے فرار ہو گیا نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بیدر کو مراجعت کی۔ ماہ ذیقعدہ ۸۶۷ھ ہجری میں نظام شاہ علیل ہوا اور مر گیا اس کی مدت شاہی دو سال ایک ماہ تھی۔

ذکر سلطنت محمد شاہ ثانی ابن ہمایوں شاہ

نظام شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی محمد شاہ دس سال کی عمر میں صاحب تاج و تاج ہوا۔ بڑا ہو نہار نکلا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں لایق لوگوں کو عالی مراتب دئے مسلمانان

ہمایوں شاہ اور نظام شاہ کے عہد میں جو فتنہ و فساد برپا تھے اس نے اپنے حسن تدبیر سے انکو
دور کیا خواجہ جہاں نے جو خزانہ میں تغلب و تصرف کیا تھا قتل کیا گیا سنہ ۸۷۲ ہجری میں محمود گاوان
کو کوکن کے قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا یہاں کے راجے بڑے مفسد و سرکش تھے مسلمانوں سے
سخت عناد رکھتے تھے جب محمود گاوان کے آنے کی خبر سنی تو مسلمانوں کو قتل کرنے کا عہد کرلیا
اور راستوں کی سخت ناکہ بندی کردی محمود گاوان نے بڑی حکمت عملی سے مورچوں اور ناکوں
پر اپنا قبضہ کرلیا اور ملک میں گھس کر تین سال تک یکے بعد دیگرے قلعے سر کرتا اور اپنا عمل
بٹھاتا چلا گیا۔ آخر بڑی فتح و نصرت کے ساتھ احمد آباد واپس آیا محمد شاہ اس کے ان
کارہائے نمایاں سے بے حد خوش ہوا اعظم ہمایوں خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔

سنہ ۸۷۶ ہجری میں رائے اوریا مر گیا اس کا چچا زاد بھائی ہمیر تخت نشین ہوا مگر رائے
اوریا کے سالے منگل رائے نے اس کو تخت سے اتار دیا۔ ہمیر نے سلطان محمد شاہ کی خدمت
میں مدد دہی کی درخواست کی اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے ملک حسن
بحری کو نظام الملک کا خطاب دیکر ہمیر کی مدد کے لئے مع فوج روانہ کیا نظام الملک نے
ہمیر کے ساتھ ملکر منگل رائے کو شکست دی ہمیر کو اوریہ کا تخت و تاج دلادیا اور قلعہ ویراکھنڈا
بھی فتح کرلیا بعدہ محمد شاہ خود قلعہ کرکتیہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا جنگ عظیم کے بعد رائے کرکتیہ
نے محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان چاہی اس کے قصور سے درگزر کرکے بادشاہ نے انکا
قلعہ اسی کو پھیر دیا اور اپنے ملک کو واپس ہو کر بیجاپور میں مقام کیا برسات کا موسم یہیں بسر کرنا
چاہتا تھا مگر اتفاق سے بارش اس برس بہت کم ہوئی ذرائع آب نوشی تمام خشک ہوگئے۔
ناچار بیدر چلا آیا۔ دوسرے سال بھی امساک باراں رہا قحط کی وجہ سے اس کے ملک کا بہت
بڑا حصہ اجڑ گیا اس موقع کو غنیمت جان کر رائے اوڑیسہ تلنگ کے رؤسا کی مدد سے ممالک بہمنیہ
پر حملہ آور ہوا مگر بادشاہ نے اس کو شکست فاش دی دیول ڈھائے اور مساجد تعمیر کرائیں اور
چند برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اوتارا اور غازی کا مذہبی خطاب اختیار کیا۔

خاندان بہمنیہ میں یہی بادشاہ پہلا تھا جس نے برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اس مہم کے بعد اس نے فرہنگ کے ملک کی تسخیر کی یہ ملک تلنگ و کرناٹک کے درمیان واقع تھا ان فتوحات کے سبب اس سلطان کے زمانہ میں سلطنت بہمنیہ کا رقبہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ اس نے بجائے چار قسمتوں کے اپنے قلمرو کی آٹھ قسمتیں قرار دیں (۱) دولت آباد (۲) جنیر (۳) بیجاپور (۴) حسن آباد گلبرگہ (۵) ماہور (۶) کاویل (۷) ورنگل (۸) راجبندری اور ہر ایک قسمت (یعنی صوبہ) پر ایک ایک طرفدار (یعنی صوبہ دار یا چیف کمشنر) مقرر کیا۔ انتظام مملکت بھی بہ آئین رکھا تھا بہت سے قوانین میں ترمیمات بھی کیں۔ اخیر زمانہ سلطنت میں لوگوں کے فریب میں آکر اعظم ہمایوں نے خواجہ جہاں کو قتل کرا دیا۔ جس کی وجہ سے بعد میں نہایت متاسف مغموم رہتا تھا اس خواجہ جہاں کا مارا جانا کیا تھا گویا خاندان بہمنیہ پر زوال آنا تھا۔ سدراے حاکم وجیانگر نے پھر سرکشی کی یوسف عادل خان مقابلہ کے لئے بھیجا گیا اور ادھر بادشاہ کا انتقال غرہ صفر ۸۸۷ ہجری میں ہوگیا اسکی تاریخ وفات کسی شاعر نے یہ کہی ہے ؎

شہنشاہِ جہاں شاہِ محمد	کہ در بحرِ فنا ناگہ فرو شد
دکن چوں شد خراب از رفتنِ او	خرابیِ دکن تاریخِ او شد
	۸۸۷ھ

سلطنت محمود شاہ دوم بہمنی

محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمود شاہ دوم تخت نشین ہوا نظام الملک بحری کو صدر اعظم مقرر کیا۔ یوسف عادل شاہ حاضر دربار ہوا مگر جب اس نے یہ سن پایا کہ اس کے قتل کے سامان ہو رہے ہیں تو وہ بیجاپور چلا گیا۔ محمود شاہ جب مہم تلنگانہ پر گیا تو نظام الملک اس کا وزیر وہاں کام آیا۔ اس کا بیٹا ملک احمد جنیر پر قابض ہوگیا عماد الملک نے برار میں سرکشی کی قطب الملک حاکم تلنگانہ نے گولکنڈہ میں اپنے کو مطلق العنان کیا۔ بیجاپور اور برار کی افواج سے سلطانی عساکر کے ساتھ متعدد محاربے ہوئے آخر ۴ ذیحجہ ۹۲۴ھ ۱۵۱۸ع کو سلطان محمود

نے رحلت کی۔ اس کی سلطنت کا زمانہ ۳۰ سال اور ۲۰ روز رہا۔ اس کے زمانہ میں اہل سیف کے
ابھی پرخاش و پیکار سے ملک دکن میں طوائف الملوکی مچی جس کی تفصیل آگے چلکر دیکھئے یہ بادشاہ
قاسم برید کے بیٹے ملک برید طرفدار قسمت بیدر کی بات بہت سنتا تھا شعر و سخن کا بھی مذاق
رکھتا تھا چنانچہ ؎

در بحر غم فتادہ ام و امواج بے عدد	تا چند دست و پا بزنم یا علیؑ مدد

اس کا یہ شعر جس قدر بلیغ اور بانکا ہے اسیقدر اس کے اندوہ و یاس کی بعینہ تصویر
اور دلگداز و حسرت شدہ رقت و تازیانۂ عبرت ہے۔

سلطنت احمد شاہ ثانی

ملک برید نے محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو سنہ ۹۲۴ھ میں تخت سلطنت پر بٹھایا۔ یہ
بادشاہ شراب بہت پیتا تھا ملک برید نے اس کے شراب پینے کا عمدہ سامان فراہم کر دیا تھا
اور کسیکو بادشاہ کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا جس قدر اخراجات کہ وہ دیتا تھا بادشاہ کیلئے
مکتفی نہ تھے لہذا بادشاہ نے آخر تاج سلطانیہ کے جو چار لاکھ ہُن کا تھا ٹکڑے کر کر کے بیچ کھایا
العظمۃ للہ الواحد القہار ؎

عجب ناداں ہیں جنکو ہے عجب تاج سلطانی	فلک بال ہما کو بل میں سونپے ہے مگس رانی

احمد شاہ اسی افلاس و بے بسی میں دو سال ایک ماہ سلطنت کے دن کاٹ کر مسموم یا بہ قضائے الٰہی سنہ ۹۲۷ھ
میں اپنی حسرت بکام و بال جان زندگی سے درگزرا۔

سلطنت علاؤ الدین سوم بن سلطان احمد ثانی

سلطان احمد شاہ دوئم کے چل بسنے کے بعد امیر برید نے اس کے بیٹے علاؤ الدین سوم کو تخت نشین کیا
یہ بادشاہ شراب نہیں پیتا تھا اور اسکی خرابی کو سمجھتا تھا کہ ع چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اور ملک برید کی کارستانیوں سے بھی انجان نہ تھا آخر ملک برید کے مروا ڈالنے کا قصد کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تین ماہ سلطنت کرنے کے بعد معزول و مقید ہوا اور اسی قید میں مر گیا۔

شاہ ولی اللہ بہمنی بن سلطان محمود شاہ

امیر برید نے شاہ ولی اللہ کو بادشاہ کیا مگر اس کو وظیفہ خوار و نظر بند کر رکھا تھا بالآخر بادشاہ کو قتل کر کے اس کی منکوحہ کو امیر برید اپنے تصرف میں لایا۔

شاہ کلیم اللہ بہمنی

کلیم اللہ بہمنی اس خاندان کا اخیر بادشاہ ہوا برائے نام اسکی بادشاہی تھی سب طرفدار (یعنی صوبہ دار) خود مختار ہو چکے تھے دو ہی سال اس نے سلطنت کی اور ۹۳۴ھ ہجری مطابق ۱۵۲۷ء میں اجل طبعی یا بہر غورانی سے مر گیا اور پھر کوئی خاندان بہمنیہ میں برائے نام بھی بادشاہ نہیں ہوا اور دکن میں سلطنت بہمنیہ کے حصے بخرے ہو کر اس کی یہ پانچ شاخیں بمنزلہ پانچ سلطنتوں کے جداگانہ قایم ہو گئیں

سلطنت بہمنیہ کی شاخیں | (۱) عادل شاہی۔ یوسف عادل خاں نے ۸۹۵ھ ہجری میں قایم کی اس کا دار السلطنت بیجاپور تھا اور سلاطین بیجاپور کا لقب عادل شاہیہ تھا۔

(۲) نظام شاہی۔ نظام الملک کے بیٹے ملک احمد نے احمد نگر میں اس سلطنت کی بنا ڈالی اور ہر ایک بادشاہ کے اصلی نام کے ساتھ اس کے خاندان کا نام بھی یعنی نظام شاہ ہوا کرتا تھا۔

(۳) قطب شاہیہ ۹۱۷ھ ہجری میں قطب الملک اس مملکت کا بانی ہوا اس کا مستقر حکومت گولکنڈہ تھا اور اس کے سب بادشاہوں کے نام کے بعد قطب شاہ کا لفظ ہوا کرتا تھا۔

(۴) عماد شاہی۔ جس کو عماد الملک کے بیٹے فتح اللہ خان نے ۸۹۴ھ ہجری میں ملک برار پر قابض و خود مختار ہو کر آباد کیا یہاں کے بادشاہوں کا لقب عماد شاہیہ تھا یہ سلطنت بعد چندے احمد نگر میں شامل ہو گئی۔

(۵) امیر برید کا خاندان بیدر میں سلطنت کرتا تھا اور وہاں کے سب بادشاہ بریدشاہیہ کہلاتے۔

تمت بالخیر

تاریخ طبع از عالیجناب مولانا مولوی محمد عبد الجلیل صاحب لغمانی
استاد نواب افسر الدولہ بہادر کمانڈر انچیف افواج حضور نظام خلد اللہ ملکہ

منشی خوش فکر نے محنت سے	سیر گلبرگہ اک کتاب لکھی
بولا ہاتف بفکر سال کہ ہاں	لکھدو تاریخ لاجواب لکھی
	سنہ ۱۳۱۹ ہجری

اعلان

اس کتاب کے تمام حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں کوئی صاحب بغیر میری اجازت کے کُلاً یا جزءً بقصد طبع نہ کریں ورنہ نفع کے عوض نقصان اوٹھائیں گے جس قدر نسخہ مطلوب ہوں قیمت مقررہ پر سید عبد القادر صاحب تاجر کتب چار مینار سے طلب کریں جس کتاب پر میرے دستخط نہ ہوں گے مال سروقہ سمجھی جاوے گی۔

المشتہر

محمد سلطان

وظیفہ یاب سرکار عالی ساکن مغلپورہ حیدرآباد دکن

اشتہار

کتب ذیل مولوی محمد سلطان صاحب خلیفہ بابِ سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ ساکن بلدہ حیدرآباد دکن کے مولفہ ہیں مولف صاحب سے یا ہم سے بہ قیمت مقررہ مل سکتی ہیں۔

(۱) مرقع دکن یعنے تاریخ دکن با تصویر۔ ایک نہایت جامع و مختصر تاریخ ملک دکن کی ہے جو با تصویر طبع ہوئی ہے۔ یہ کتاب عرصہ دراز تک شریک نصاب سررشتہ تعلیمات تھی اسکی تالیف کے صلہ میں مولف صاحب کو سرکار عالی سے انعام عطا ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

(۲) یادگار سلطانی المعروف آئینہ بیدر جسمیں بیدر کی تاریخ مع نقشجات عمارات و تصاویر سلاطین بہمنیہ و نقوش سکجات و فرامین و حالات بزرگان دین ہیں اور اس کتاب کی تالیف کے صلہ میں مولف صاحب کو سرکار عالی سے انعام عطا ہوا ہے۔ قیمت [illegible]

(۳) وقائع ورنگل جسمیں شہر ورنگل کے تاریخی حالات و حالات بزرگان دین مع نقشہ جات عمارات مقامی درج ہیں اس کتاب کی تالیف کے صلہ میں بھی سرکار عالی سے مولف صاحب کو انعام عطا ہوا ہے۔ قیمت آٹھ آنہ۔

(۴) اردو کا نیا قاعدہ با تصویر اس قاعدہ کی مدد سے پہلے ہی سبق سے بچوں کو لکھنے اور پڑھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ قاعدہ ختم ہوتے ہی بچہ معمولی نوشت و خواند کر سکتا ہے۔ قیمت دو آنہ

(۵) اردو کی مشق اسکی مدد سے مبتدی از خود خوش نویس بن سکتا ہے اور یہ بالکل جدید طرز پر تیار کی گئی ہے قیمت ڈھائی آنے۔

(۶) مختصر جغرافیہ دکن جو شریک نصاب تعلیم ہے اور مدارس میں تقریباً چوبیس سال سے مروج ہے قیمت چار آنہ

(۷) مختصر جغرافیہ سلطنت ہند جو عام طور پر مدارس میں رائج ہے قیمت تین آنے

(۸) مختصر جغرافیہ مڈل کلاس جو مقبول عام ہو چکی ہے قیمت چار آنے۔

المشتہر

سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن